دیوبندی علمائے کرام کی رواداریاں

حصہ (اول)

تالیف

شیخ الوظائف حضرت حکیم محمد طارق محمود مجذوبی چغتائی دامت برکاتہم العالیہ

پی ایچ ڈی (امریکہ)

دارالعلوم دیوبند

دارالعلوم کراچی

دارالعلوم حقانیہ

دیوبندی
علمائے کرام
کی رواداریاں

تالیف

شیخ الوظائف حضرت حکیم محمد طارق محمود مجذوبی چغتائی عفی اللہ عنہ
(پی۔ ایچ۔ ڈی: امریکہ)

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب: دیوبندی علمائے کرام کی رواداریاں
زیرنگرانی: شیخ الوظائف حضرت حکیم محمد طارق محمود مجذوبی چغتائی دامت برکاتہم
(پی۔ایچ۔ڈی:امریکہ)
تعاون اور مسلسل محنت: مولانا سید محمد عادل شیراز، کراچی (حال مقیم تسبیح خانہ)
ناشر: دفتر ماہنامہ عبقری عالمی مرکز روحانیت وامن قرطبہ چوک لاہور
سن اشاعت: 2016ء
قیمت:

خط وکتابت کا پتہ: عالمی مرکز روحانیت وامن 78/3 قرطبہ چوک
نزد گوگا نیلام گھر عبقری اسٹریٹ مزنگ چونگی لاہور
فون/فیکس:042-37552384,37597605,37586453
Email:contact@ubqari.org
website:www.ubqari.org

حتی الامکان کوشش کی گئی ہے کہ الفاظ، آیات، احادیث اور نقل حوالہ جات میں کوئی غلطی نہ ہو لیکن پھر بھی ہر پل اپنے آپ کو قابل اصلاح سمجھتے ہیں آپ کی تحقیقی نظر کہیں کسی غلطی یا قابل اصلاح پہلو کی طرف جائے تو اطلاع کیجئے، شکر گزار رہیں گے۔

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
1	مولانا حکیم انیس احمد صدیقی صاحب اور فرقہ واریت سے نجات	29
2	اسلام اور فرقہ بندی	29
3	اتحاد کی برکت	30
4	تحریک نفاذ شریعت	32
5	اختلاف کیا ہے	33
6	بدعتی کون ہے	34
7	سلفی مسلک کا مطلب	35
8	امت محمدی ﷺ اہل سنت ہے	35
9	زندہ معجزہ	35
10	اختلاف اور اتحاد	36
11	تفریق امت اور اس کے اثرات	37
12	علامہ المقدسی کا ارشاد	39
13	حدیث افتراق امت	40
14	کل مومن اخوہ	42
15	کتاب ''اسلام کا پیغام امن'' نفرتوں کے خاتمے کا ذریعہ	43
16	اسلام میں غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق	44
17	اسلامی ریاست میں مسلم وغیر مسلم اقلیت برابر ہیں	45
18	تحفظ عزت وآبرو	46
19	عدالتی وقانونی تحفظ	46

20	اسلامی خزانے سے غیر مسلم محتاجوں کی امداد	48
21	غیر مسلم شہریوں سے جزیہ کی وصولی میں نرمی	49
22	غیر مسلم شہریوں کے قتل کی ممانعت	50
23	غیر مسلم شہری کے قاتل پر جنت حرام ہے	50
24	غیر مسلم سفارتکاروں کے قتل کی ممانعت	50
25	مسلم اور غیر مسلم کا قصاص اور دیت برابر ہے	51
26	غیر مسلم شہریوں کے حقوق کے تحفظ کیلئے حضور ﷺ کا تحریری فرمان	52
27	حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا تاریخی جملہ	53
28	پاکستان میں غیر مسلموں کے حقوق، ایک تقابلی جائزہ	54
29	رسالہ ہفت روزہ ختم نبوت اور مخالف مسلک کا احترام	56
30	علامہ شاہ احمد نورانی" کا سانحہ ارتحال	56
31	اسلامی قوتوں کا اتحاد و اتفاق وقت کی اہم ضرورت	57
32	مسلمان آپس میں ایک عمارت کی مانند	57
33	اتحاد و اتفاق بڑی تبدیلی کا ذریعہ	60
34	کتاب "سوانح شیخ العرب والعجم" میں محبتوں کی مہکتی خوشبو	61
35	گولڑہ شریف میں سلسلہ صابریہ کا پھول	61
36	اپنے پرائے سب کو معاف کردینا	61
37	مولانا سید محمد داؤد غزنوی اور مولانا حسین احمد مدنی رحمہا اللہ	63
38	"ماہنامہ البلاغ" سارے عالم اسلام میں جوڑ کا ذریعہ	63
39	فنائیت باہمی رواداری کیلئے انتہائی ضروری	63
40	حاجی امداد اللہ مہاجر مکی صاحب کے سلسلہ کی علامت فنا ہے	63
41	حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی فنائیت	64

42	پاکستان کے ابتدائی دور میں یہاں فرقہ واریت نہیں تھی	67
43	مسلمانوں میں پھوٹ......ہماری بدنصیبی	68
44	پھوٹ سے بچنے کا اہتمام	68
45	(۱) حطیم کو بیت اللہ میں شامل نہ کرنا	68
46	(۲) عید کی نماز میں سجدہ سہو معاف ہونا	69
47	(۳) بعض حالات میں نماز جنازہ مسجد میں پڑھنے کی اجازت	70
48	آج ہم پھوٹ اور افتراق کا شکار ہیں	70
49	عصبیت کی خوفناک بیماری	71
50	عصبیت حرام اور گناہ کبیرہ ہے	72
51	نشتر پارک میں بے گناہ افراد کی شہادت	75
52	مفتی اعظم کی مرحومین کیلئے دعائے مغفرت	78
53	نشتر پارک شہدا......مفتی اعظم کی دعائے مغفرت	79
54	اجتماع نشتر پارک اظہار محبت رسول ﷺ کا اک ذریعہ	81
55	بدترین دشمن اور بدبخت	81
56	تمام علماء کیلئے اتحاد کی ضرورت	82
57	دوسرے کو کافر کہنے والوں کے خلاف قانونی کاروائی کی جائے	83
58	سانحہ نشتر پارک میں بے گناہ بھائیوں کی شہادت	84
59	سانحہ نشتر پارک ہمارا اجتماعی نقصان	84
60	مسلمانوں میں اتحاد کی کمزوری	85
61	اپنے آپ کو تفرقہ سے بچائیے	86
62	مولانا عبدالشکور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ	87
63	فرقہ واریت کی بو سے بھی بچنا	87

64	دارالعلوم کراچی ایثار کرنے کا انعام	88
65	مسلمانوں کو پھوٹ سے بچانا فرض عین ہے	90
66	زبان اور رنگ ونسل کی بنیاد پر کسی کو نقصان پہنچانا جائز نہیں	92
67	امت مسلمہ سازشوں کے جال میں پھنسی ہوئی ہے	93
68	کافروں کا مثلہ بھی حرام ہے	94
69	مسلمان کو قتل کرنا بہت بڑا گناہ ہے	94
70	رنگ ونسل کے فتنے سے بچیں	97
71	مسلمان کی حرمت بیت اللہ سے زیادہ	98
72	ہر مسلمان بیت اللہ کا محافظ	98
73	ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے	99
74	امن وامان کی فضا پیدا کیجئے	99
75	تمام مکاتب فکر کے علماء کا اجتماع	101
76	خطباء کیلئے اعتدال، قول لین اور حکمت کی ضرورت	101
77	زاہدان میں اہل تشیع علماء کا استقبال	102
78	اختلاف رحمت ہے، فرقہ بندی حرام	103
79	مختلف مسالک کے لوگوں سے خطاب	104
80	یہودی سازشوں کے مقابلے کا طریقہ	104
81	قرآن مجید کا ایک خاص اسلوب	105
82	اختلاف حدود کے اندر ہو تو مذموم نہیں	107
83	بلاشبہ اسلام ایک ہے لیکن......	108
84	اختلاف رحمت کیسے بنتا ہے؟	109
85	امت مسلمہ کا مختلف ٹکڑوں میں بٹ جانا......لمحہ فکریہ	112

86	راستوں کو منزل قرار دینے کا نتیجہ	112
87	مولانا ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا گروہ بندیوں سے اجتناب	113
88	حکمت کے ساتھ حق گوئی کا سلیقہ	115
89	دعوت کے اثر پذیر ہونے کی تین ضروری شرائط	115
90	افتراق اور انتشار سے احتراز	118
91	لوگوں کو تنگی سے بچانے کی فکر	119
92	اچھے کاموں میں مخالفین کے ساتھ تعاون	123
93	اکابر کی باہمی اخوت پر مشتمل اعلیٰ کتاب	124
94	ہمارے اکابر نے فرقہ بندیوں کو کبھی پسند نہیں فرمایا	126
95	اسلاف فرقہ بندی سے کوسوں دور	126
96	ہمارا نام دیوبندی، بریلوی اور اہل حدیث کچھ نہیں	127
97	مفتی اعظم رحمہ اللہ کا اپنے نام کے ساتھ دیوبندی لکھنے سے منع کرنا	128
98	حضرت شیخ الہندؒ کے نام کیساتھ دیوبندی لکھنے کی وجہ	129
99	مسلک دیوبند کے اندر گروہ بندیاں	129
100	حضرت تھانویؒ اور حضرت مدنی رحمہما اللہ کے درمیان اختلاف کی حقیقت	129
101	جیسے مسلمان ویسا ہی انتظام	130
102	دارالعلوم دیوبند سے مستعفی ہونے کی وجہ انتشار سے اجتناب	130
103	اختلاف کے باوجود اعلیٰ درجے کی تعظیم و تکریم	131
104	کبھی گروہوں میں نہ بٹنا......آخری وصیت	132
105	مخالفت کے باوجود دارالعلوم میں بیان	133
106	دیوبند کسی فرقہ یا گروہ کا نام نہیں	134
107	اختلاف تو رکھا مگر جھگڑے نہ کیے	135

108	امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی کچھ حدود ہیں	136
109	فتنہ وفساد سے بچنے کیلئے کعبۃ اللہ کی تعمیر میں کمی برداشت کرنا	137
110	کتاب ”کفر اور کافر قرآن کی روشنی میں“ آشتی وامن کا پیغام	138
111	مختلف مذاہب کے اخلاقی اور قانونی حقوق	138
112	والدین اور رشتے داروں کے حقوق	139
113	پڑوسیوں کے ساتھ خوشگوار تعلقات	143
114	مخالف مذہب غریبوں کا مالی تعاون	148
115	مخالف مذاہب سے تحائف کا لین دین	149
116	مخالف مذاہب کے ساتھ معاملات	154
117	کتاب ”دین اور شریعت“ میں باہمی رواداری کا پیغام	158
118	امت مسلمہ میں فرقہ بندی کیوں؟	158
119	قرآن کی پکار......آپس میں مت لڑو	158
120	امت کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا	165
121	فرقہ بندی کا سنگین نقصان	166
122	کتاب ”راہ عمل“ اُلفتوں اور رواداری کی راہ	167
123	اخوت اسلامی کا فقدان	168
124	اختلاف کے باوجود دست درازی کی اجازت نہیں	171
125	کیا بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک!	174
126	فرقہ بندیوں اور باہمی عداوتوں کا نقصان	175
127	سیاسی پس منظر کیلئے بھی اتحاد کی ضرورت	176
128	فرقہ بازی......ہماری بدقسمتی	178
129	اتحاد کس طرح قائم ہو	179

130	کتاب "راہ عمل جلد دوم" میں نفرتوں سے دوری کا تذکرہ	180
131	اختلاف میں اعتدال	180
132	اتحاد و اتفاق......وقت کی اہم ضرورت	180
133	اسلاف کا اختلاف......لمحہ فکریہ!	181
134	اسلاف کے اختلاف کی دوسری مثالیں	182
135	ان تکون اخوانا وان لم نتفق فی مسئلة	185
136	شدید اختلاف کے باوجود اہانت سے احتراز	186
137	اختلاف کا طریقہ	189
138	اختلاف کے باوجود ادب و احترام	189
139	تعالوا الی کلمة سواء بیننا وبینکم	190
140	اختلاف برداشت کرنے کی قوت	191
141	ہر اختلاف کے ساتھ کینہ و عناد	192
142	کتاب "فیضان دیوبند" میں باہمی محبت کا پیغام	193
143	حصول کیلئے ہر مکتبہ فکر کی آمد	193
144	ہر مکتبہ فکر میں دیوبند حضرات کا فیض	193
145	آستانہ عالیہ اجمیر شریف کا فتویٰ	194
146	علمائے دیوبند کے ساتھ قلبی محبت کی دوسری جھلک	195
147	خواجہ سیالوی رحمہ اللہ کی آمد پر دارالعلوم دیوبند میں چھٹی کا اعلان	197
148	حضرت میاں شرقپوری رحمہ اللہ سے علمائے دیوبند کی عقیدت	198
149	حضرت کشمیری رحمہ اللہ کی حضرت شرقپوری رحمہ اللہ سے عقیدت	201
150	دیوبند میں چار نوری وجود	201
151	حضرت کشمیری رحمہ اللہ کی شرقپور حاضری کی تمنا	202

152	رواداری کی عبارت کتاب سے حذف کرنا	203
153	باہمی اختلاف کو کم کرنے کی ایک کوشش	203
154	کتاب تحذیر الناس اور پیر کرم شاہ صاحب	207
155	پیر کرم شاہ ازہری رحمہ اللہ کی علمی اور سنہری تحریر	209
156	علمائے دیوبند کے آستانہ اجمیر شریف سے گہرے تعلقات	210
157	علمائے دیوبند کے آستانہ عالیہ مکان شریف سے گہرے تعلقات	211
158	علمائے دیوبند کا آستانہ معظمیہ مرولہ شریف کے سجادہ نشین کیساتھ تعلیم حاصل کرنا	212
159	وسعت علم کے ساتھ وسعت قلب کی اعلیٰ مثال	213
160	علمائے دیوبند کے ساتھ نہایت خوشگوار روابط	217
161	علمائے دیوبند سے چند خوشگوار ملاقاتوں کا تذکرہ	221
162	علمائے دیوبند کا شیخ الجامعہ حضرت گھوٹوی رحمہ اللہ سے تعلق	223
163	علماء فرنگی محل (لکھنؤ) کی علماء دیوبند سے عقیدت	225
164	مولانا نور بخش توکلی رحمہ اللہ کے استاد اور فرقہ بازی سے نفرت	226
165	حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمہ اللہ اور علمائے دیوبند کی عقیدت	227
166	اکابر علماء دیوبند کی حقانیت	228
167	حضرت سید شاہ علی نقی رحمہ اللہ اور اختلاف سے احتراز	229
168	سجادہ نشین آستانہ عالیہ کچھوچھہ اور پیغام امن	230
169	قومیت وصوبائیت اور زبان ورنگ کے تعصب کی اصلاح	232
170	میرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہنچے	232
171	زبان ورنگ کا اختلاف اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے	233
172	عصبیت ۔۔۔۔ سوءِ خاتمہ کا پیش خیمہ	234
173	زبانوں اور رنگوں کا اختلاف ذریعہ معرفت الٰہیہ ہے	235

174	زبان ورنگ سے بالاتر ایک بے مثل قوم	236
175	اللہ تعالیٰ کے عاشق سب ایک قوم ہیں	237
176	خاندان وقبائل کا مقصد تعارف ہے نہ کہ تفاضل وتفاخر	242
177	جنت میں کوئی صوبہ نہیں	243
178	عصبیت کفر کی نشانی ہے	245
179	ماہنامہ "الخیر" خیر، بھلائی، محبت اور امن کا ذریعہ	248
180	اسلام کا پیغام	249
181	اکابرین کا سنگین اختلاف میں پیغام محبت	249
182	حضرت تھانوی رحمہ اللہ پر کفر کا اعتراض	250
183	حضرت تھانوی اور حضرت مدنی رحمہما اللہ کے سنگین سیاسی اختلافات	251
184	مفتی محمود رحمہ اللہ اور اعتراضات کی بوچھاڑ	253
185	مخالفین سے حضور ﷺ کا حسن سلوک	254
186	نبوی ﷺ پیغام... محبت، نرمی اور رواداری	257
187	ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کیلئے	258
188	فلسفہ حج، وحدت اُمت کا بہترین اشارہ	259
189	امام کعبہ کیلئے ہر مکتبہ فکر کا استقبال	260
190	بارگاہ نبوت ﷺ اور مذہبی رواداری کی اعلیٰ مثال	261
191	ہم کس نیت سے ائمہ مجتہدین کے پیرو ہیں؟	264
192	اختلاف امتی رحمۃ	268
193	"رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمہ"	272
194	مختلف مکاتب کے 30 علماء کرام کا ایک پلیٹ فارم پر جمع ہونا	272
195	ماہنامہ الخیر کے دیگر رسالہ جات	276

196	حضرت شرقپوریؒ کا حضرت لاہوری رحمہ اللہ کے پیچھے نماز پڑھنا	276
197	مولانا احمد علی لاہوریؒ اللہ کا نور ہے	276
198	جو احمد علی کہے وہ حق ہے	276
199	ماہنامہ ”نقیب ختم نبوت“ میں بھائی چارگی کا فروغ	277
200	فرقہ وارانہ تحریک کو مٹانے والی تحریر	277
201	کتاب ”خطبات“ میں فرقہ واریت کے نقصانات	281
202	فرقہ بندی کے نقصانات	281
203	ماہنامہ ”الفاروق“ میں فرقہ واریت سے نجات کیلئے ہدایات	283
204	باہم محبت، رواداری پیدا کرنے کی (18) نبوی ﷺ ہدایات	283
205	برادرانہ الفت کے بغیر ایمان کامل نہیں ہوتا	292
206	باہم شدید اختلاف کے باوجود آپس کا احترام	293
207	حضرت عثمانی اور مدنی رحمہا اللہ کے درمیان اختلاف کی حقیقت	294
208	دور حاضر میں اعتدال کی اشد ضرورت	295
209	افتراق و انتشار کا فتنہ	296
210	اتحاد میں عظیم طاقت ہے	296
211	باہمی تفریق کا نتیجہ... مسلمانوں کی کمزوری	296
212	آپسی برادر کشی کا نقصان	297
213	خلافت عثمانیہ کا زوال......آپسی انتشار کا نتیجہ!	298
214	مسلکی تشدد اور ہماری بے بسی	298
215	تفرقہ بازی ملت کیلئے سم قاتل	299
216	آپس کے نزاع کے خاتمہ کیلئے عالمی ضروری اقدامات	301
217	اختلاف رحمت — فرقہ بندی حرام	302

218	اختلاف جائز، باہم پھوٹ ناجائز وحرام	305
219	مخالفین کے ساتھ اعتدال سے تجاوز کا حکم	305
220	مسلمان کی محبت کا دائرہ کار	307
221	تمام انسان ایک خالق کی مخلوق	307
222	آپس کے اختلاف کی نحوست	308
223	نماز و روزہ سے افضل عمل……اتحاد واتفاق	308
224	باہمی افتراق زوال کی مختصر کہانی	310
225	صلح کرانا ایک اہم اسلامی فریضہ	311
226	بااثر اہل علم ومشائخ کی ذمہ داری……اختلاف سے بچانا	313
227	مجموعی اختلافات……ہماری بدقسمتی	314
228	**کتاب "واقعات علماء دیوبند" میں شدید اختلاف کے باوجود حسن سلوک کے مہکتے پھول**	315
229	شدید اختلاف کے باوجود عالم دین کا بھرم رکھنا	315
230	سیاسی مخالفت کے باوجود بہترین حسن سلوک	317
231	سیاسی مجمع میں شیخ الاسلام پر سنگباری	318
232	خواجہ تونسوی اور شیخ الاسلام رحمہا اللہ کا تعلق	318
233	شدید بے ادبی اور حضرت لاہوری رحمہ اللہ کا حسن سلوک	320
234	حضرت شاہ جی رحمہ اللہ کی جلسے میں مخالفت	320
235	تکفیر کرنے والے کی اقتداء میں حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کی نماز	321
236	مندر کے حق میں ایک مسلمان کا فیصلہ	323
237	**کتاب "تذکرہ اولیاء پنجاب" میں الفتوں کا چمنستان**	324
238	سخت ترین مخالف ؒ سے حسن سلوک	324

239	حضرت گنج شکر رحمہ اللہ اور مخالفین کی خیر خواہی	325
240	بزرگوں کا شیوہ تحمل ہے	326
241	شاہ محمد سلیمان رحمہ اللہ کا پیغام......رواداری	326
242	دیوبندی اور بریلوی مشائخ کا باہم تعلق	327
243	کتاب "طلباء کیلئے تربیتی واقعات" رواداری کے طالب کیلئے انتہائی ضروری	328
244	اخلاص کا بے مثال واقعہ.....رواداری کی اعلیٰ مثال	328
245	امام حنبل کو امام شافعی رحمہا اللہ سے عقیدت	329
246	مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ اور جمعدار کی عزت	329
247	توہین آمیز انداز اور شیخ الہند رحمہ اللہ کی تواضع	330
248	امام اعظم اور شدید مخالف سے محبت کا پیغام	331
249	معارف القرآن کی ایک اہم حکایت	332
250	مسلمان کا احترام.....اور دنیا میں جنتی ہونے کی بشارت	333
251	نہی عن المنکر میں اعتدال کی ضرورت	335
252	فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور فاسق کی خیر خواہی	335
253	حکیم الامت کی فاسق شخص سے محبت	336
254	حضرت علامہ نانوتوی رحمہ اللہ اور فاسق شخص سے بھلائیاں	338
255	مولانا مظفر حسین کاندھلوی رحمہ اللہ اور فاسق کی خیر خواہی	339
256	تعصبات کی جڑ کاٹ دینے والا واقعہ	339
257	مولانا مظفر حسین کاندھلوی اور فاسق کو رخصت	341
258	حضرت شاہ جی رحمہ اللہ اور ہندو کی خیر خواہی	342
259	ایک ہندو سے صفائے دل کا مطالبہ	343
260	کتاب "اکابر علمائے دیوبند کا مزاج" اور رواداری کا گلستان	345

261	حضرت شاہ صاحب کی مخالفین کے جلوس میں شرکت	345
262	مسلمانوں کے فروعی اختلاف پر عیسائی جج کا طنز	347
263	کتاب ''کرامات وکمالات اولیاء (جلد اول)'' رواداری کا اعلیٰ نمونہ	348
264	امام مالک رحمہ اللہ اور پیغام رواداری	348
265	امام شافعی رحمہ اللہ اور پیغام رواداری	349
266	قنوت نہ پڑھنے پر علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کا جواب	349
267	کسی کو کافر کہنا	350
268	کتاب ''تربیۃ العشاق'' اور مخالفت کی مذمت	350
269	اختلاف رحمت اور مخالفت زحمت	350
270	مناظرہ سے قلب کا سخت ہونا	352
271	کتاب ''اہل علم کی طرف سے طلبہ کیلئے قیمتی نصائح'' اور اعتدال کی ضرورت	353
272	اعتدال کو اپنانے کی نصیحت	353
273	کتاب ''میری کتاب زندگی'' اور اکرام واحترام کا سبق	353
274	مولانا گولڑوی کی مایہ ناز کتاب ''سیف چشتیائی''	353
275	کتاب ''علم اور حلم'' سارے عالم میں امن وآشتی کا پیغام	354
276	باہمی رواداری کیلئے حلم کی ضرورت	354
277	علم کے ساتھ حلم کی ضرورت	354
278	دور حاضر میں ائمہ وخطباء کی ذمہ داری	355
279	مخالفین سے حضرت ہود علیہ السلام کا رویہ	356
280	شدید مخالفت اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا رویہ	357
281	مخالفین سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا طرز عمل	359
282	نبی آخر الزماں سیدنا احمد مصطفیٰ محمد مجتبیٰ ﷺ کا صبر وتحمل	359

283	بدوؤں اور دیہاتیوں کے ساتھ آپ ﷺ کا حلم	360
284	عام لوگوں کی گفتگو پر آپ ﷺ کا حلم	361
285	گمراہ اور گستاخ لوگوں کے مقابلہ میں آپ ﷺ کا حلم	361
286	کافروں اور مشرکوں کے مقابلہ میں آپ ﷺ کا حلم	363
287	سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا صبر و تحمل	364
288	سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا صبر و تحمل	366
289	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا تحمل	368
290	سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اپنے مخالفین کیساتھ رویہ	372
291	سیدنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حلم کا سبق	374
292	حلم کے ذریعے مخالفین سے حسن سلوک پر متفرق واقعات	376
293	رواداری کی بنیاد یعنی حلم کی فضیلت	381
294	حلم پر آثار صحابہ رضی اللہ عنہم اور اقوال علماء	386
295	کتاب ''ادب کے حیرت انگیز واقعات'' ادب و رواداری کا مہکتا گلشن	392
296	اختلاف رائے کے باوجود بے ادبی جائز نہیں	392
297	کسی مسلک اور عالم کی بے ادبی جائز نہیں	395
298	فرقہ بندی اور دوسروں کی تضحیک کا عام ہو جانا	395
299	ائمہ مجتہدین اور باہمی رواداری کا پیغام	396
300	دین کو لڑنے کا ذریعہ نہ بناؤ.....!	397
301	ذرا ذرا سے اختلافی مسائل پر لڑائیاں	397
302	حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اہم نصیحت	398
303	فساد یا اصلاح؟	398
304	تبلیغی اور ترجیحی مسائل میں فرق	399

305	امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور مخالف مسلک کا احترام	399
306	بریلوی علمائے کرام کا ادب	400
307	حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا اکرام	401
308	ہندو استاد کی خدمت کا عجیب واقعہ	401
309	شیخ الہند رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کا احترام	402
310	جلسہ نہ یہاں ہوا نہ وہاں رواداری کی بہترین مثال	402
311	قاسم العلوم اور بھنگی کا ادب	403
312	اکابر کے باہمی ادب کا عجیب واقعہ	404
312	اختلاف رکھنے والے علماء کی بے ادبی کسی صورت جائز نہیں	405
313	کتاب "ید بیضاء" میں اہل اللہ کی باہمی رواداری کا تذکرہ	406
314	خواجہ غلام فرید اور حضرت دین پوری رحمہما اللہ میں باہمی محبت	406
315	خواجہ غلام فرید رحمہ اللہ کی اکابرین دیوبند کے سے عقیدت	408
316	غیر مسلموں سے تعلقات	411
317	خواجہ غلام فرید رحمہ اللہ کی نظر میں حضرت دینپوری رحمہ اللہ کا مقام	413
318	کتاب "شاہراہ عافیت" اور اختلاف برداشت کرنے کا سبق	413
319	عالی حوصلگی کے ساتھ اختلاف کو برداشت کرنا	413
320	مسائل کے اختلاف میں اسلاف کا طریقہ	414
321	کتاب "کرامات وکمالات اولیاء (جلد اول)" اور رنجشوں کا خاتمہ	415
322	حضرت رائے پوری اور حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمہما اللہ	415
323	کتاب "اسلاف کی باہمی محبت کے حیرت انگیز واقعات" ہم سب کی ضرورت	416
324	مولانا اسحاق صاحب اور رواداری کی ضرورت	416
325	مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ	418

326	فرقہ بندی عروج پا چکی	419
327	لڑنے جھگڑنے کی کوئی گنجائش نہیں	420
328	حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحت	421
329	تبلیغی اور ترجیحی مسائل میں فرق	422
330	باہمی اختلاف اور حکیم الامت رحمہ اللہ کے ارشادات	423
331	ہر اختلاف برا نہیں	423
332	اگر اختلاف ہو جائے تو کیا کریں؟	423
333	اگر مخالفین مدرسہ خالی کروانا چاہیں	423
334	اگر مدرسہ میں ہنگامہ اور سٹرائیک کی نوبت آ جائے	424
335	اتحاد و اتفاق کس طرح باقی رہ سکتا ہے	424
336	مدارس میں انجمن بازی کی خرابی	425
337	آپس کے اختلافات گروہ بندیاں اور ان کی مذمت	426
338	علماء کو برا بھلا کہنا اور ان کی برائی سننا	426
339	حق کی بنیاد پر باہمی تعاون	428
340	مسلمان مسلمان کے خلاف صف آرا	429
341	مسلمان کو قتل کرنے کی سزا	430
342	اس وقت کسی کا ساتھ مت دو	430
343	فتنہ کے وقت اپنے گھر میں بیٹھ جاؤ	431
344	قومی عصبیت کو ہوا نہ دیجئے	432
345	جھگڑے کے مختلف اسباب	432
346	جھگڑے کا ایک اور سبب "قومی عصبیت"	433
347	شرافت کی بنیاد خاندان نہیں	433

348	عزت کی بنیاد ’’تقویٰ‘‘ ہے	434
349	حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا مقام	435
350	حضرت زاہد رضی اللہ عنہ کا مقام	435
351	حجۃ الوداع میں اہم اعلان	436
352	جب تک مسلمان متحد رہے......	436
353	خلافتِ عثمانیہ اور دشمنوں کا خوف	437
354	دشمنوں کی چال کا نتیجہ	438
355	آج بھی یہ فتنہ موجود ہے	439
356	ورنہ ظلم برداشت کرنے کیلئے تیار ہو جاؤ	440
357	اختلاف سے بچنے کیلئے	441
358	لوگوں کے مزاج و مذاق کی رعایت	441
359	حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مزاج کی رعایت	442
360	حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مزاج کی رعایت	444
361	ایک ایک صحابی رضی اللہ عنہ کی رعایت کی	445
362	امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے مزاج کی رعایت	445
363	افتراقِ امت کے اسباب	449
364	اصول اسلام کی حفاظت کی فکر کریں	452
365	ہر دینی کام کرنے والے کو اپنا شریک کار سمجھیں	453
366	اہل علم کو مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی اہم نصیحت	455
367	شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں اختلافاتِ امت کا سبب	458
368	اختلافِ رائے کی حدود	459
369	ذرا ذرا سی بات پر جھگڑا لڑائی	460

370	جزوی اور فروعی مسائل میں الجھ کر اصل سے اغماض	461
371	لڑنے والوں کیلئے نہایت اہم بات......!	462
372	اصلاح حال کی ایک غلط کوشش	462
373	اختلاف رائے اور جھگڑے فساد میں فرق	463
374	صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ائمہ مجتہدینؒ کا طرز عمل	464
375	اختلافات کی خرابیوں کا وقتی علاج	466
376	صحیح اور غلط طرز عمل	467
377	باہمی جنگ وجدال کے دور کن	468
378	عام سیاسی اور شخصی جھگڑوں کا علاج	469
379	آپس کی لڑائی قرآنی تعلیمات سے دوری کا نتیجہ	470
380	قوم کا مختلف پارٹیوں میں بٹ کر آپس میں بھڑ جانا	470
381	مسلمان قوم تشتت اور انتشار کا شکار	473
382	اختلافی معاملات میں فضول بحثوں سے اجتناب	474
383	باہمی کشاکش اور نزاع کا نقصان	478
384	ائمہ حضرات کیلئے خاص نصیحت — باہم محبت واخوت کا درس	478
385	تفرقہ سے بچنے کیلئے نرمی اپنانے کا حکم	479
386	مفتی اعظم پاکستان اور رواداری کا پیغام	479
387	اہل اسلام کے مصائب کی وجہ	479
388	مفکر اسلام اور باہمی رواداری کا پیغام	480
389	اختلافات سے گریز کریں	480
390	مولانا اسلم شیخوپوری رحمہ اللہ اور رواداری کا پیغام	482
391	ہر فرقہ کا دعویٰ	482

392	فرقوں کے نام کی عند اللہ کوئی حیثیت نہیں	483
393	مفسر قرآن اور باہم اتحاد کی ضرورت	484
394	ایمان اور اتحاد کی طاقت	484
395	اتفاق واتحاد کا فقدان	486
396	باہمی نا اتفاقی......تباہی اندلس کا سبب	486
397	غیر ضروری مسائل عوام کے سامنے لانے کے نقصانات	487
398	باہمی نا اتفاقی......تباہی بغداد کا سبب	489
399	ہمارا بھول پن اور سادگی......ایک لمحہ فکریہ	490
400	دیوبندی اور اہل حدیث بحث کا حاصل	491
401	باہمی رواداری کیلئے مقتدایان اہل علم کی ذمہ داری	494
402	شیخ الاسلام اور باہمی رواداری کا پیغام	496
403	جھگڑوں کے نتائج	496
404	محترم پروفیسر ڈاکٹر عبدالرؤف صاحب اور باہمی رواداری کا پیغام	498
405	اختلاف کا اصولی حل	498
406	جواز اور عدم جواز کا اختلاف اور اکابر کا عمل	501
407	بعض کا روزہ اور بعض کا افطار.....دونوں فریق حق پر	501
408	علماء کے خلاف غلط باتیں اور ہمارا طرز عمل	504
409	مریدین کی دعا کام آئی	504
410	علماء میں اختلاف ہو تو عوام کیا کریں؟	505
411	اپنے بڑے کی حمایت ......دوسروں کے بڑوں کو گالیاں	507
412	جھگڑے کس طرح ختم ہوں؟	508
413	ایڈیٹر محاسن اسلام اور رواداری کے واقعات	510
414	درگزر پر اسلامی تاریخ کا تابندہ واقعہ	511

415	فتنہ اور اختلاف سے بچنے کی تاکید	512
416	حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ	512
417	قیصر روم کے خط کا جواب	513
418	حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور باہمی محبت کا پیغام	513
419	حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے باہمی محبت کا دوسرا واقعہ	514
420	حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا رونا	515
421	حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا اپنے مخالفین کے ساتھ برتاؤ	516
422	حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا سلوک	517
423	حضرت علی بن یاسر رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا	519
424	حضرت عمر فاروق اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما	520
425	حضرت ابن عباس اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم	520
426	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اپنے قاتل کیساتھ حسن سلوک	521
427	حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا اپنے قاتل کیساتھ سلوک	521
428	حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا اپنے قاتل کیساتھ سلوک	522
429	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ	522
430	امام شافعیؒ کا امام ابوحنیفہؒ کے وسیلہ سے برکت حاصل کرنا	523
431	امام مالکؒ کا موطا پر لازمی عمل کرانے کی مخالفت	523
432	امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ	524
433	امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ	525
434	امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے عفو و کرم کا عجیب واقعہ	527
435	شاہ محمد اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی حکیمانہ باتیں	530
436	حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کا حکیمانہ طرز عمل	530
437	حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہ کا طرز عمل	531

438	حضرت مولانا خلیل احمد اور مولانا محمد یحییٰ رحمہم اللہ کا اختلاف رائے	533
439	مرشد اور مرید کا اختلاف رائے	533
440	اختلاف کے باوجود محبت کی اعلیٰ مثال	534
441	حکیم الامت تھانویؒ اور شیخ الاسلامؒ میں اختلاف رائے	536
442	مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ اور اخوت کا سبق	537
443	مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ اور حصول علم میں پیغام رواداری	538
445	مولانا عبدالمنان وزیرآبادی رحمہ اللہ اور حصول علم میں رواداری کا پیغام	539
446	مولانا محمد اسمٰعیل سلفی رحمہ اللہ اور کسب علم میں رواداری کا پیغام	539
447	امیر جمعیت اہلسنت والجماعت اور اتحاد امت کا پیغام	540
448	شیخ العرب العجم رحمہ اللہ باہم محبت کا پیغام	541
449	حضرت مولانا مفتی مقبول الرحمٰن رحمہ اللہ کے شیخ الاسلام سے تعلقات	541
450	امیر شریعت کا کرمانوالی سرکار سے دعا کرانا	542
451	امیر شریعت کی سجادہ نشین مکان شریف سے عقیدت	543
452	دارالعلوم دیوبند میں چھٹی کا اعلان	543
453	مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمہ اللہ اور علمائے دیوبند	543
454	جماعت فریدیہ اور امن وآشتی کا پیغام	544
455	کیا ایسا شخص گستاخ ہوسکتا ہے؟	545
456	کتاب ”اسوہ حسنہ المعروف شمائل کبریٰ“ رواداری کا پیغام	546
457	ہر فاسق وفاجر غیر متقی امام کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم	546
458	صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین فاسق امام کے پیچھے نماز پڑھ لینا	546
458	فاسق اور ظالم کے پیچھے نماز اہل سنت کی علامت	548
459	المواعظ تحریری دربیان رواداری	550
460	مولانا طارق جمیل دامت برکاتہم اور رواداری کا پیغام	551

461	آپس کی محبت سب سے بڑا عمل	551
462	افسوس......! آج ہم اُمت نہیں......فرقے ہیں	551
463	اختلاف کے باوجود محبت کا حکم	551
464	چھوٹے چھوٹے اختلاف پر کفر کے فتوے. لمحہ فکریہ!	553
465	منافقین سے حسن سلوک......اور ہمارا باہمی رویہ	554
466	مولانا طارق جمیل دامت برکاتہم کا رواداری پر دوسرا بیان	556
467	امت بنو فرقہ بازی نہ پھیلاؤ. ....!	556
468	اللہ کا واسطہ فرقوں میں نہ بٹو.....!	556
469	فرقہ واریت کو فروغ دینا سب سے بڑا جرم	556
470	فرقوں میں بانٹنے والوں سے احتراز کریں	558
471	حضرت مولانا طارق جمیل صاحب دامت برکاتہم کا رواداری پر تیسرا بیان	560
472	حضرت مولانا طارق جمیل دامت برکاتہم کی دعا بطور مہمان	567
473	مولانا طارق جمیل صاحب دامت برکاتہم کی دعا	567
474	مفتی سید عدنان کاکاخیل دامت برکاتہم اور پیغام رواداری	569
475	آج ہم نے امت کو توڑ کر رکھ دیا	570
476	باہمی اختلافات امت کی تباہی کی وجہ	570
477	باہمی نفرت نے ہماری ملت کو خاکستر کر دیا	571
478	امیر جمعیت علمائے اسلام اور پیغام رواداری	573
479	مولانا فضل الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم	573

۰۔۔۔ختم شد۔۔۔۰

ضروری ہدایات

کتاب دیوبندی علمائے کرام کی رواداریاں مختلف کتب سے تیار کی گئی ہے۔ کوشش کی گئی ہے کہ یہاں اپنی طرف سے کوئی اضافہ نہ ہو مگر جہاں کہیں بزرگوں کے نام کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ نہیں لکھا تھا وہاں رحمۃ اللہ علیہ لکھ دیا گیا ہے اور علمائے کرام کے علمی مقام کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کے نام کے ساتھ القابات لکھے گئے ہیں۔

حال دل

اسلام نام ہی سلامتی سے ہے اور ایمان نام ہی امن کا ہے۔ اسلام کا ایک بہت بڑا اعجاز عرب کے ایسے قبائل کو باہم جوڑ دینا تھا جو نہ صرف باہم خون کے پیاسے تھے بلکہ اس دشمنی کو وراثت میں منتقل کر کے جاتے تھے۔ پھر یہی لوگ ایسے باہم شیر وشکر ہوئے کہ قرآن نے رحماء بینھم کا لقب عطا فرمایا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اولیاء کرام رحمہم اللہ نے باہمی اخوت اور رواداری کی ایسی بہترین مثالیں پیش کیں جو نہ صرف اسلام کی زینت ہیں بلکہ غیر مسلموں اور دوسرے مذاہب والوں کیلئے بھی روشن مثال ہیں۔ اختلاف رائے ہونا بڑی بات نہیں بلکہ یہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بھی ثابت ہے لیکن اختلاف رائے کے بعد دل میں بغض رکھنا اور اپنی رائے کو حرف آخر سمجھنا یہ کسی صحابی رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں۔

آج کے پرفتن دور میں جب امت کو سوئی دھاگے کی ضرورت تھی لیکن ہر فرد اور صاحب علم نے (الا ماشاءاللہ) قینچی پکڑ لی ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے کہ پہلے ہمارے اسلاف امت کو دین کے ساتھ جوڑتے تھے لیکن ہم دین سے نکالنے میں مصروف رہتے ہیں۔ ہمارے بڑے خواہ وہ کسی بھی مسلک سے ہوں ان کے دل اتنے وسیع تھے اور ان کا ظرف اتنا بڑا تھا کہ خود سے

اختلاف رائے رکھنے والوں کا نہایت اکرام کرتے تھے اور یہی صحابہ اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اولیاء کرام رحمہم اللہ کا طریقہ اور سلیقہ تھا۔

آج میرے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کس حال میں ہے؟ کبھی ہم نے سوچا؟ اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کو اس حال میں دیکھتے اور اتنے بٹوارے میں دیکھتے تو کیا ہم سے خوش ہوتے؟ کیا ہم نے کبھی سوچا کہ اختلاف رائے اپنی جگہ لیکن یقیناً دوسرے معاملات میں اللہ کی بارگاہ میں یہ زیادہ مقبول ومحبوب ہوگا؟

درحقیقت امت کے اندر سے اجتماعی احساس ختم ہوچکا ہے۔ آج کس سے شکوہ کیا جائے اور کس پر الزام دھرا جائے......؟

اسی کڑھن اور غم نے اس موضوع پر قلم اٹھانے پر مجبور کیا اور بارگاہ الٰہی میں دعا گو ہوں اور ملتجی ہوں کہ اللہ کریم اس کتاب کو محبت وخیر خواہی اور باہمی رواداری کے پھیلانے کا ذریعہ بنائے اور دلوں کے جوڑ کا ذریعہ بنائے۔ آمین!

شاید حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کو جوڑنے کی یہ کوشش شافع محشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کا ذریعہ بن جائے۔

خواستگار اخلاص وعمل

بندہ: حکیم محمد طارق محمود مجذوبی چغتائی عفی اللہ عنہ

انتساب

(1): ۔حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے نام جو بلا جھجک مولانا داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ خوشگوار محبت بھرے لمحات گزارتے تھے۔

(2): ۔امام المحدثین حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے نام جو شرقپور میں حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے کمر پر تھپکی لی۔

(3): ۔مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو فرقہ واریت کو اس امت کیلئے ایک ناسور کی حیثیت سے جانتے تھے اور اپنے نامور فرزند مفتی رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم کو اسی وجہ سے اپنے نام کے ساتھ دیوبندی لکھنے سے منع فرماتے تھے کہ اس سے فرقہ واریت کی بو آتی ہے۔

(4): ۔عظیم مبلغ حضرت مولانا طارق جمیل صاحب دامت برکاتہم کے نام جو قریہ با قریہ، شہر با شہر، ملک با ملک باہمی محبت، رواداری اور امن و آشتی کے پیغام کو پھیلانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اور فرقہ واریت کو تمام گناہِ کبیرہ میں سرفہرست شمار کرتے ہیں۔

مولانا حکیم انیس احمد صدیقی صاحب اور فرقہ واریت سے نجات

نام کتاب: اسلام اور فرقہ بندی
حضرت مولانا حکیم انیس احمد صدیقی صاحب
(صدیقی ٹرسٹ رجسٹرڈ، نسیم پلازہ چوک لسبیلہ نشتر روڈ کراچی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام اور فرقہ بندی

(از: حضرت مولانا حکیم انیس احمد صدیقی صاحب)

سوال: پاکستان میں اسلامی دستور جاری کرنے کی صورت میں بعض لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ پاکستان کے مسلمان بہت سے فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ مثلاً (۱) سنی بریلوی (۲) دیوبندی مسلک (۳) اہل حدیث سلفی مسلک (۴) اثنا عشری یا شیعہ حضرات۔ روحانی مشرب کے اعتبار سے بھی پاکستان میں نقشبندی، قادری، سہروردی اور چشتیہ چاروں طریقوں کے پیروکار موجود ہیں پھر ان میں سے بھی شاخ در شاخ ہو گئے ہیں۔ نقشبندی سلسلہ میں مجددی سلسلہ مستقل حیثیت رکھتا ہے چشتیوں میں صابری و نظامی دونوں سلسلے معروف و مشہور ہیں وقس علیٰ ہذا اس صورت میں پاکستان کیلئے ایک بالاتفاق اسلامی دستور کی طرح سے تمام اسلامی ملکوں کیلئے بھی یہی سوال پیدا ہوتا ہے۔ فقط (حافظ حامد محمود صدیقی)

جواب: درحقیقت یہ سوال ایک غلط فہمی کی بناء پر پیدا ہوتا ہے، غلط فہمی یہ ہے کہ مسلمان بہت سے فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں حالانکہ یہ بات بادی النظر میں سرسری جائزہ سے ظاہری صورت سے معلوم ہوتی ہے، ورنہ حقیقت یہ نہیں ہے بلکہ صورتحال اس

کے برعکس ہے اور ملت اسلامیہ اجتماعی طور پر ان آیات بینات پر ایمان رکھتی ہے:

”واعتصموا بحبل الله جمیعاً ولا تفرقوا“ (آل عمران ۱۰۳)۔ ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ کی رسی (دین اسلام) کو مضبوطی کے ساتھ پکڑلو اور تفریق پیدا نہ کرو“۔

”ولاتکونوا کالذین تفرقوا واختلفوا“ (آل عمران ۱۰۵)۔ ترجمہ: ”اور ان لوگوں کی طرح نہ ہوجاؤ جو فرقہ بندی میں پڑ گئے اور اختلافات پیدا کر لیے“۔ میں اس دعویٰ کے ثبوت میں چند دلائل پیش کرتا ہوں۔

”وان هذه امتکم امة واحدةً“ (مومنون ۵۱)۔ ترجمہ: ”یہ تمہاری امت مسلمہ ایک امت ہے“۔

اتحاد کی برکت

(۱) حضرت قائداعظم محمد علی جناح مرحوم نے حصول پاکستان کی تحریک فرمائی چند ہی سال میں برکوچک کے تمام مسلمان پاکستان کے حامی وساعی ہوگئے۔ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس اللہ سرہ (سرپرست دارالعلوم دیوبند)، حضرت شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ سابق صدر مہتمم دارالعلوم دیوبند کراچی، حضرت استادالمحدثین مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ مفتی اعظم پاکستان سابق صدر مفتی دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ سابق شیخ التفسیر دارالعلوم دیوبند وشیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور، مولانا محمد طاہر قاسمی رحمۃ اللہ علیہ نبیرہ قاسم العلوم والخیرات، مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ بانی دارالعلوم دیوبند وغیرہ اکابر علمائے دین نے اس تحریک کی تائید وحمایت کی اور عملی جدوجہد میں پوراپورا حصہ لیا۔ دوسری طرف مشائخ میں حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت پیر مانکی شریف رحمۃ اللہ علیہ، پیر کوڑی شریف اور دیگر مشائخ کرام وغیرہ نے حمایت وتائید کی۔ مولانا آزادی سبحانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا راغب احسن (مشرقی پاکستان) نے کی۔ اکثر شیعہ حضرات بھی مسلم لیگ کے موید تھے۔

تاریخی فیصلہ

۱۹۴۶ء کے الیکشن میں متحدہ ہندوستان میں ۶۲ لاکھ ۹ ہزار ۴۰۲ مسلمانوں نے حصہ لیا۔ ان میں ۴۶ لاکھ ۹۷ ہزار مسلمانوں نے مسلم لیگ کو ووٹ دیئے ۵۲۱ نشستوں میں ۴۳۵ نشستیں مسلم لیگ نے حاصل کیں۔ (تاریخی فیصلہ از عبدالواحد قریشی)

اس انتخاب میں کام کرنے والے میری طرح سے ہزاروں افراد آج بھی موجود اور گواہ ہیں کہ تمام مسلمانوں کا متفقہ نصب العین اسلامی مملکت قائم کرنا تھا ہمارے کانوں میں وہ آوازیں آج بھی گونج رہی ہیں جو مسلم لیگ کے جلسوں میں گوش نواز ہوتی تھیں "پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الہ الا اللہ"۔

جماعت اسلامی

جماعت اسلامی اگرچہ پاکستان کی تحریک و تنظیم میں باقاعدہ شامل نہ تھی لیکن حصول پاکستان کی جدوجہد میں جماعت اسلامی کا کام ہندو نواز جماعتوں سے قطعی مختلف اور نظریہ پاکستان کی حمایت دلائل و براہین کے اعتبار سے نہایت مفید و مستحکم ہے، جماعت اسلامی کا لٹریچر موجود ہے جس میں متحدہ قومیت کی مخالفت میں بہترین مضامین موجود ہیں اور اس موضوع پر مستقل تالیف بھی ہے۔ نیز جماعت اسلامی نے کبھی بھی ہندو نواز کانگریسی فکر و نظر کی حمایت نہیں کی بلکہ ہمیشہ اس طرز فکر سے شدید اختلاف کیا اور مسلمانوں کیلئے یہ راستہ مہلک قرار دیا، متحدہ قومیت کے رد میں کتاب شائع کی، جماعت اسلامی کا یہ لٹریچر میں اور مجھ جیسے مسلم لیگی اپنی تائید میں پیش کرتے تھے۔ یہ مسلمانوں کا اتحاد و اتفاق ہی تھا جس کی برکت سے ہم کو پاکستان جیسی عظیم مملکت حاصل ہوئی اور ایک قعر مذلت میں پڑی قوم کو حکومت اور اقتدار حاصل ہو گیا۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ مصور پاکستان نے صحیح فرمایا ہے۔

چیست ملت اے کہ گولانی لا الہ
باہزاراں چشم بودن یک نگاہ

اہل حق راحجت و دعوی یکے است
خیمہ ہانے ماجداست ولہایکے است
ذرہا ازیک نگا ہے آفتاب
یک نگہ شد تاشود حق بے حجاب
یگ نگاہی رابچشم کم مبین
تجلیہانے توحید است دیں
ملتے چومی شود توحید مست
قوت و جبروت می آید بدست

(۱)علامہ سید سلیمان ندوی (۲) مفتی محمد حسن رحمۃ اللہ بانی جامعہ اشرفیہ (۳) مولانا ظفر احمد عثمانی مرحوم (۴) مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ (۵) مولانا اطہر علی رحمۃ اللہ علیہ صدر جمعیت علماء اسلام (۶) مولانا عبدالحامد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ صدر جمعیت علماء پاکستان (۷) مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ (۸) مولانا محمد داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ صدر جمعیت اہل حدیث (۹) مفتی جعفر حسین مجتہد (۱۰) مفتی کفایت حسین مجتہد ادارہ تحفظ حقوق شیعہ۔ یہ فہرست ۳۳ علماء کرام پر مشتمل ہے ہم نے مختصراً ہر مکتبہ فکر کے علماء کے نام دیے ہیں اکابر علماء امت نے متفقہ طور پر ۲۲ نکات پر مشتمل ایک فارمولا مرتب کیا۔ وزیراعظم دیگر مرکزی وزراء اور ممبران قومی اسمبلی کو پیش کیا اور ثابت کیا کہ تمام مکتبہ فکر کے مسلمان اصولی طور پر سب متفق و متحد ہیں۔

تحریک نفاذ شریعت

مسٹر بھٹو کے دور میں پاکستان قومی اتحاد کے جھنڈے کے نیچے تحریک نظام مصطفی ﷺ اور اسلامی انقلاب کیلئے تمام امت مسلمہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح متحد و متفق تھی۔ مولانا مفتی محمود، مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، میاں طفیل محمد صاحب،

مولانا شاہ احمد نورانی، علی غضنفر شیعہ عالم، خان محمد اشرف خاکسار لیڈر اور تحریک استقلال کے اصغر خان وغیرہ ایک ہی صف میں نظر آرہے تھے۔ جب لیڈران کرام جیلوں میں بند تھے اس وقت امت مسلمہ نے جس اتحاد و اتفاق کا عملی ثبوت پیش کیا ہے اور جس طرح اس تحریک کو طلباء، وکلاء، علماء، خواتین، تجارت پیشہ حضرات، کارخانہ دار، مزدورں اور عام مسلمانوں نے کامیاب کیا ہے اس کی تعریف کرنا لازم ہے، اس کے بعد اگرچہ بعض قائدین علیحدہ ہوگئے اور امت مسلمہ میں تفریق و اختلاف کی کوشش کرتے رہے لیکن الحمدللہ امت مسلمہ اب بھی متحد و متفق ہے، اختلاف ہے تو قائدین میں ہے عوام میں نہیں اور اگر عوام میں کچھ غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں تو فرقہ پرست علماء کی پیدا کردہ ہیں۔ واللہ دار القائل

جنہیں سمجھا براق راہ عرفاں　　چوں دم برداشتم لیڈر برآمد

(اکبر)

اختلاف کیا ہے

دیوبندی مسلک کے علماء فقہ حنفی کے پابند ہیں اور ائمہ اربعہ کو اہل سنت والجماعت کے اکابر میں شمار کرتے ہیں روحانی مشرب میں چاروں مشہور سلسلوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس لئے وہ اپنے دعوے اور عمل کے مطابق اہل سنت والجماعت ہیں۔ بریلوی مسلک کے علماء بھی سنی اور حنفی ہیں چاروں روحانی سلسلوں سے تعلق رکھتے ہیں لیکن قادری سلسلہ کا غلبہ ہے، بہر صورت اہل سنت والجماعت ہیں۔ مولانا ابوالحسنات رحمۃ اللہ علیہ خطیب جامع مسجد وزیر خان لاہور نے جماعت اسلامی کی تربیت گاہ اچھرہ میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

اختلاف نہیں ہے

مجھ سے کہا گیا ہے کہ میں معین طور پر بیان کروں کہ بریلویوں اور دیوبندیوں کے درمیان اساسی عقائد کے اعتبار سے کیا اختلاف ہے، میں اعلان کئے دیتا ہوں کہ

اساسی (بنیادی) عقائد کے اعتبار سے بریلی کی دینی درسگاہ اور دیوبند کی درسگاہ سے تعلیم وتربیت حاصل کرنے والوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے، دونوں سلسلہ کے علماء کے درمیان بعض علماء کی عبارتوں کے متعلق رائے اختلاف ہے، بریلوی علماء کے نزدیک دیوبندیوں کی بعض تحریروں کے ظاہری معنی صحیح سمجھنے والا گمراہ ہے، دیوبندی ان کی تاویل کرتے ہیں اور قابل گرفت نہیں سمجھتے۔ اصول اور اساس میں دیوبندی اور بریلوی سوفیصد متفق ہیں۔ (مسلک اعتدال ۱۳۹)

(نوائے وقت لاہور ۱۳ اپریل ۱۹۵۵)

تائید

حضرت شیخ المشائخ سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"نجات پانے والا فرقہ اہل سنت والجماعت ہے، ان کا نام اصحاب حدیث واہل سنت ہے"۔ (۷۲) (فرقوں کا بیان غنیۃ الطالبین اردو ص ۱۴۴)

بدعتی کون ہے

بدعتی کی پہچان یہ ہے کہ وہ اہل حدیث کی غیبت کرتا ہے اہل سنت کا دوسرا نام اہل حدیث ہے اور بدعتیوں نے جو اپنا نام اہل سنت رکھا ہے وہ ان کے نام سے ملتا ہی نہیں ہے جیسے کہ کفار نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام ساحر وشاعر رکھا تھا۔ (غنیۃ الطالبین اردو ص ۱۳۸ مطبوعہ سراج الدین اینڈ سنز لاہور)

سب ایک ہیں

مذکورہ عبارتوں سے یہ بات واضح ہوگئی کہ دیوبندی اور بریلوی دونوں اہل سنت ہیں اور اہل حدیث حضرات بھی بقول غوث اعظم اہل سنت ہیں۔

مزید وضاحت

اکابر علماء دیوبند کی جن عبارتوں سے لفظی اور معنوی تحریف کرکے فتوے دیے گئے ہیں ان عبارتوں کے مفہوم سے علماء دیوبند نے برات کا اظہار کیا ہے۔ حضرت علامہ

شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اور تمام علماء دیوبند کا ایمان وعقیدہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گستاخ نہ صرف کافر اور خارج اسلام ہے بلکہ واجب القتل بھی ہے، اسی طرح دوسرے مسائل کو سمجھنا چاہیے۔

سلفی مسلک کا مطلب

ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوسو سال بعد امت میں مقبول ومعروف ہوئے ہیں ان سے پہلے سلف صالحین صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین وتابعین رحمہم اللہ جن سے ان کو علم حاصل ہوا انکی پیروی کرتے تھے اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استناد کرتے تھے یہ امت کے بہترین زمانے کے بہترین لوگ تھے، اہل حدیث حضرات ان کے طریقے پر قائم ہیں اور خود کو سلفی مسلک کہتے ہیں، حدیث اور سنت ایک ہی چیز ہے، اہل حدیث اہل سنت اور اہل سنت اہل حدیث ہوئے، بدعتی ہی اس سے اختلاف کرسکتا ہے۔

امت محمدی ﷺ اہل سنت ہے

اہل سنت والجماعت کوئی فرقہ نہیں ہے، اہل سنت عام مسلمانوں کو کہا جاتا ہے جس میں کتاب وسنت کو ماننے والے ہر مکتبہ فکر کے مسلمان شامل ہیں امت مسلمہ سواد اعظم اہل سنت ہیں جو تمام دنیائے اسلام میں پھیلے ہوئے ہیں۔

زندہ معجزہ

پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کوئی دوسرا کارنامہ نہ بھی ہوتا تو یہی عجیب وغریب معجزانہ کامیابی کہ کسی خاص ملک وقوم، خاص نسل کے لوگ نہیں بلکہ عام بنی نوع انسان ایک ایسی عظیم الشان طویل الذیل برادری میں شامل ہوگئی کہ جس میں ساقی نسل بھی ہے، آریوں کا خون بھی ہے، تاتاری بھی، منگولی بھی، حبشی بھی، سوڈانی بھی، ایشیائی بھی اور افریقی بھی، یورپ کے باشندے بھی اس میں شریک ہوئے اور امریکہ کے لوگ بھی الغرض کالے گورے، گندمی، بادامی سب رنگ کے آدمی یک رنگی کے رشتے میں رنگے

گئے۔ آپ ﷺ کے ذریعہ اخوت اسلامی کے تعلق "انما المومنون اخوۃ" میں شامل ہیں اور یہ دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا جارہا ہے۔ "الحمد للہ علی احسانہ"

اختلاف اور اتحاد

انسان بحیثیت نوع انسان کے جس طرح دوسری مخلوق سے ممتاز ہے اسی طرح ہر انسان اپنی انفرادی حیثیت میں دوسرے انسانوں سے بالکل مختلف اور جدا ہے، ہر انسان کے انگوٹھے کی لکیریں دوسرے انسان کے انگوٹھے کی لکیروں سے جدا ہوتی ہیں، اسی طرح ہر انسان کی صورت، اعضاء کی ساخت بلکہ آواز تک جدا جدا ہوتی ہیں۔ انسان تو قدرت کا شاہکار ہے اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں پیدا کی ہیں اور ایک دوسرے سے مشابہت بھی رکھتی ہیں وہ بھی حقیقت میں مختلف ہیں گلاب کی ایک پنکھڑی یقیناً دوسری پنکھڑی سے مختلف ہوتی ہے ۔

لوح جہاں پر حرف مکرر نہیں ہوں میں

اسلام دین فطرت ہے اس میں اتحاد واتفاق کی تعلیم ہے لیکن فطری دین ہونے کی حیثیت سے ضروری ہے کہ ان اختلافات کو ایک حد تک برداشت کیا جائے یعنی فطری، قدرتی، غیر ارادی اختلافات کو ارادی اتحاد کے رشتے سے منسلک کرنا اور وحدت انسانی وملی نظریہ کو امکانی طور پر کامیاب بنانے کا طریقہ شریعت اسلام میں موجود ہے۔ چار اماموں کے فقہی مسائل میں ہزارہا اختلافات موجود ہیں لیکن اہل سنت والجماعت کے نزدیک چاروں امام برحق ہیں اور اہل سنت والجماعت کے مقتدر رہنما ہیں روحانی مشرب میں چشتی، نقشبندی، سہروردی، قادری یعنی چاروں مشہور مسالک میں بہت سے اختلافات ہیں لیکن اہل سنت کے نزدیک یہ سب سلسلے اہل حق کے ہیں۔ حضرت شیخ الاسلام امام غزالی شافعی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت پیران پیر غوث اعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت عارف مجدد الف ثانی شیخ احمد سہروردی حنفی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ اکابر علماء امت مسلمہ کے مسلم بزرگ اور قائد ہیں۔

حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

انبیاء و اولیاء رامسلکے است
لیک تاحق می بروجمد یکے است

انبیاء علیہم السلام کی شریعت اور اولیاء کرام کی طریقت میں اختلاف ہے لیکن یہ راستے حق تک پہنچاتے ہیں مرکزی نکتہ ایک ہے اس لئے ایک کے حکم میں ہیں۔

تفریق امت اور اس کے اثرات

ملت اسلامیہ میں فرقہ بندی کے افسانوں کا چرچا اور پروپیگنڈہ کرنے والے کئی قسم کے لوگ ہیں لیکن یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ اس کا فائدہ مذہب دشمن عناصر کو پہنچتا ہے۔ لادینی حلقوں کی طرف سے مسلمانوں میں افتراق و انتشار کا بار بار ذکر کیا جاتا ہے اور لوگوں کو مذہب اور اہل مذہب سے نفرت کا سبق پڑھایا جاتا ہے جو لوگ اپنی نادانی اور کم علمی کی وجہ سے فرقہ بندی کو فروغ دیتے ہیں وہ یہ نہیں سمجھتے کہ ہم درخت کی جڑ کو کاٹ رہے ہیں یا اس کی شاخ کو تروتازہ رکھنے کی کوشش میں مصروف ہیں حسب ذیل قسم کے لوگ مسلمانوں میں فرقہ بندی کا پرچار کرتے ہیں۔

(۱) عام مسلمانوں میں وہ لوگ جو کتاب وسنت کی تعلیم سے بے بہرہ ہوتے ہیں جنہوں نے چند رسومات کا نام اسلام رکھ لیا ہے۔

(۲) وہ اہل علم حضرات جو کتاب وسنت کا علم بھی رکھتے ہیں لیکن عوام الناس کی ضعیف الاعتقادی، لاعلمی اور جہالت کی وجہ سے تعصب پیدا کر کے دین کی بجائے اپنی مقصد برآری، اپنی کامیابی، ممبری وغیرہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

(۳) جعلی پیر اور نام نہاد مولانا جو محض اپنے عیش وآرام کی خاطر لاعلم مسلمانوں کو گمراہ کرتے ہیں۔

(۴) قادیانی، مرزائی یا لاہوری جو مسلمانوں میں تفریق ثابت کر کے اپنی حقانیت کا ثبوت پیش کرتے ہیں یا مسلمانوں میں مختلف فرقے ثابت کر کے خود بھی

ایک مسلمان فرقہ کی حیثیت میں رہنا پسند کرتے ہیں۔

(۵) کمیونسٹ، سوشلسٹ اور تمام لادینی تنظیموں سے تعلق رکھنے والے یا ان کیلئے کام کرنے والے لوگ مسلمانوں میں تفریق و اختلاف کا ذکر کر کے اسلام سے نفرت پیدا کرنا چاہتے ہیں۔

(٦) وہ سیاستدان جو اسلامی آئین و دستور کے نفاذ میں اپنی موت سمجھتے ہیں وہ سیاست کے بازی گر ہیں، ان میں سے اقتدار حاصل کرنے کیلئے مسلمانوں میں تفریق کا ذکر کر کے اسلامی آئین کو ناقابل عمل ثابت کرنا چاہتے ہیں۔

(۷) وہ پیش امام جنہوں نے مساجد کو فرقہ بندی کا مرکز بنا کر دنیا کمانے کا ذریعہ بنایا ہے یہ مذہبی لبادہ میں سیاست کی بازگری ہیں، ان میں سے ہر ایک کا خیال اور نیت جدا ہے لیکن غیر شعوری طور پر سب ہی مذہب کے دشمنوں کو فائدہ پہنچا رہے ہیں۔

کم از کم ان حضرات کو جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھتے ہیں اس کے دین کو اپنی صلاح و فلاح کا ذریعہ سمجھتے ہیں ان کو اپنے اعمال و اقوال کا جائزہ لینا چاہیے کہ ہم نادانستہ طور پر اپنے دین کو نقصان پہنچانے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناراضگی کا باعث تو نہیں بن رہے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی پیاری امت سے جو پیار ہے محبت ہے وہ ان آیات سے ظاہر ہے۔

"اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ وَ اَزْوَاجُہٗ اُمَّھٰتُھُمْ"۔ (احزاب ٦)

"حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ"۔ (توبہ ۱۲۸)

"نبی ﷺ کی ذات گرامی مومن کیلئے ان کی اپنی جان سے زیادہ بہتر قریب اور اہمیت رکھتی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیگمات (ازواج مطہرات) امت کی مائیں ہیں"۔ "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مومنوں کی صلاح و فلاح کیلئے بہت زیادہ خواہشمند (حریص) اور ان پر رافت و شفقت اور محبت و مہربانی کرنے والے ہیں"۔

علامہ المقدسی کا ارشاد

چوتھی صدی ہجری کے ایک سیاح بڑے ذہین، فطین اور طبع سلیم فہیم مستقیم کے مالک تھے جن کو علامہ المقدوسی کہتے ہیں۔ انہوں نے اپنا سفر نامہ مرتب کیا ہے اور تمام اسلامی ملکوں میں مسلمانوں کے اختلافات کا ذکر کیا ہے یہ کتاب یورپ میں بھی شائع ہوچکی ہے۔

موصوف نے اکثر اسلامی ممالک میں اختلافات کا ذکر کیا ہے لیکن بلخ بخارا کے متعلق تحریر کیا ہے کہ وہاں مذہبی اختلافات نہیں ہیں لیکن دوسرے قسم کے تعصّبات پائے جاتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ بنی نوعؑ انسان کے افراد میں وحدت کے ساتھ کثرتِ اختلافات کا پایا جانا ایک ناگزیر اور قدرتی وفطری امر ہے لیکن ان کے استعمال میں آپ کو اختیار ہے چاہے فتنہ وفساد بھڑکانے میں استعمال کریں یا گلہائے رنگارنگ کو زینت چمن قرار دے کر ان سے منافع حاصل کریں۔

علامہ مقدسی نے ایک قاضی صاحب کا ذکر بہت احترام وعزت سے کیا ہے اور بیان کیا ہے کہ میں اب تک جن لوگوں سے ملاقات کر چکا ہوں ان میں سے قاضی صاحب نے مجھے سب سے زیادہ متاثر کیا ہے۔

قاضی صاحب کے سامنے فروعی اور لفظی اختلافات کا ذکر ہوا تو فرمایا ہم اہل قبیلہ کی تکفیر نہیں کرتے وہ ہمارے مسلمان بھائی ہیں۔

قاضی صاحب نے ایک سائل کے جواب میں فرمایا کیا مسلمانوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت ونبوت میں اختلاف ہے؟ اس نے کہا نہیں۔

پھر فرمایا قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے کیا اس میں اختلاف ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ کعبہ مسلمانوں کا قبلہ ہے اس میں اختلاف ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا رمضان کے روزوں کی تعداد یا فرضیت میں اختلاف ہے؟ کہا نہیں۔ بیت اللہ شریف میں حج ہوتا ہے اور صاحب استطاعت پر حج فرض ہے اس

میں اختلاف ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ زکوۃ کی فرضیت میں اختلاف ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ جنابت سے غسل واجب ہے اس میں اختلاف ہے؟ کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا محکمات کو مضبوطی سے پکڑلو اور اختلافی مسائل میں زیادہ غور نہ کرو۔

آخر میں المقدسی فرماتے ہیں:

"هذاالتعصب الذی ترالماثوره الجهال المسترفون من القصاص وغيرهم واماالامة المسلمة فعلى ذالک ماذكرت"۔

یہ تنگ نظریاں ادر شورش دراصل جاہلوں کی پھیلائی ہوئی ہے اور قصہ گو واعظوں کی بے اعتدالیوں کا نتیجہ ہے۔ امت مسلمہ کو ان سے کوئی تعلق نہیں۔

حدیث افتراق امت

اب میں حدیث افتراق امت کے سلسلہ میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں حدیث افتراق امت علماء اہل تحقیق کے نزدیک صحیح اور قابل تسلیم ہے لیکن حدیث کے مطلب ومصداق میں اکثر حضرات غلطی کرتے ہیں۔

حدیث میں بہتر (۷۲) باطل فرقے اور ایک ناجی جماعت کا ذکر ہے۔ اہل حدیث اس حدیث کو بیان کریں گے تو خود کو ناجی جماعت کا مصداق قرار دیں گے اور بریلوی، دیوبندی، چشتی، نقشبندی، قادری، سہروردی اور شیعوں کو فرقہ باطلہ میں شمار کریں گے۔ اسی طرح بریلوی حضرات خود کو اہل سنت والجماعت اور ناجی قرار دیں گے اور دوسروں کو فرقہ باطلہ میں شمار کریں گے۔ دیوبندی حضرات جماعت ناجیہ کا مصداق خود کو قرار دیں گے اور دوسروں کو باطل فرقوں میں شمار کریں گے۔ حالانکہ یہ حدیث کے مطلب ومصداق کے قطعی خلاف ہے۔

حدیث میں جن ۷۲ فرقوں کا ذکر ہے وہ فرقے ہو چکے اور اپنے انجام کو پہنچ گئے۔ سب سے پہلے مسلمانوں میں شیعان علی نمودار ہوئے جن کا دعویٰ حب اہل بیت اطہار مشہور ہوا ابتداء میں شیعان علی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دوسرے صحابہ کرام رضوان اللہ

علیہم اجمعین پر ترجیح وفضیلت دیتے تھے۔ ان میں سے ایک جماعت خوارج نے فروج کیا اور خوارج نے شیعان علی کی مودت کے برعکس ان کی مخالفت کا جزو ایمان بنالیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک روز حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ارشاد فرمایا اے علی تیری مثال حضرت عیسیٰ کی مانند ہے حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہا السلام سے یہود نے عداوت کی اور غضب کے مستحق ہوئے عیسائیوں نے عقیدت میں افراط سے کام لیا اور خدا کا بیٹا بنا کر خود گمراہ ہوئے۔ اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ افراط وتفریط کا معاملہ ہوا۔ خوارج نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے عداوت کی اور یہودیوں کی مانند ہوئے شیعوں نے عقیدت میں افراط سے کام لیا کہ نصیری فرقہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خدا مان لیا اور اکثر فرقوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو انبیاء علیہم السلام پر فضیلت دی یعنی ولایت وامامت کو نبوت پر فوقیت دی اور اس طرح سے ایک فرقہ سے شیعہ اور خوارج کے سنتالیس فرقے بن گئے۔ (شیعہ بتیس فرقے خوارج پندرہ جملہ سینتالیس فرقے) ظاہر ہے کہ افراط وتفریط سے پاک مسلک اہل سنت والجماعت کا ہے جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو امام ولایت وہدایت تسلیم کرتے ہیں اور اولیاء اللہ کا سرتاج مانتے ہیں یہودی عقیدے کے مطابق ابن مریم علیہا السلام مصلوب ہوئے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ایک خارجی عبد الرحمان بن ملجم نے شہید کیا۔ خوارج اور شیعوں کی وجہ سے امت میں تفریق ہوئی۔

بہتر فرقے

حضرت پیران پیر سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

امت میں دس فرقے ہوئے۔ اہل سنت والجماعت، شیعہ، خارجی، معتزلہ، مرجیہ، مشبہ، جہیمہ، ضراریہ، بخاریہ، کلانیہ۔ اس کے بعد شیعوں کے ۳۲ خوارج کے پندرہ فرقے، معتزلہ کے چھ فرقے، مشبہ کے ۳ فرقے اور مرجیہ کے ۱۲ فرقے ابتدائی دس میں سے باقی پانچ فرقے یعنی ۳۲+۱۵+۶+۳+۱۲+۵=۷۳ فرقے۔

(غنیۃ الطالبین اردو صفحہ ۱۴۴)

یہ امت کے فرقوں کا افسانہ ہے جو پیدا بھی ہوئے اور نابود بھی ہو گئے۔

کل مومن اخوہ

اہل سنت والجماعت جو امت کا سواد اعظم ہے اور تمام عالم اسلام میں موجود ہیں، ان میں حنفی، مالکی، حنبلی، شافعی چاروں ائمہ کے ماننے والے بشمول حنفی، بریلوی، دیوبندی اور اہل حدیث جو سلفی مسلک رکھتے ہیں سب بنیادی عقائد میں اتحاد و اتفاق کی بناء پر ایک ہی جماعت کے فرد ہیں۔ چونکہ فرقہ بنیادی فرق سے بنتا ہے۔

شیعہ حضرات ایران اور عراق میں کثرت سے ہیں۔ دوسرے تمام اسلامی ملکوں میں اہل سنت والجماعت ہیں۔ دوسرے فرقے تقریباً بے نام ونشان ہو گئے ہیں۔

اس تفصیل اور وضاحت سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ ہمارے ملک میں جو مذہبی فرقے بنے ہوئے ہیں یہ دراصل مذہبی فرقے نہیں ہیں بلکہ سیاسی فرقے ہیں۔ شر پسند طبائع نے ان کے جزئی اور فروعی اختلافات کو ہوا دے کر مختلف اور متحارب گروہوں میں تقسیم کر دیا ہے لیکن جن کو دین کی سمجھ ہے کتاب وسنت کی روشنی سے مستیر ہیں وہ اتحاد ملت پر یقین رکھتے اور افتراق امت کرنا ناجائز اور حرام سمجھتے ہیں امت کے اختلافی مسائل کی حقیقت وحکمت سمجھنے کیلئے "مسلک اعتدال" (طبع دوم) کا مطالعہ فرمائیں۔

اس کتاب میں ناچیز نے پہلے اتحاد و اتفاق کا حکم قرآن وحدیث سے ثابت کیا ہے اس میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اختلاف کا ذکر اور اس کا رحمت ہونا ثابت کیا ہے، پھر اختلاف کی وجہ سے مسلمانوں کو خیر القرون میں شکست کا واقعہ پیش آیا۔

اہل کتاب کو اتفاق دعوت قرآن مجید سے ثابت کیا ہے کہ توحید پر اتحاد کرنے کا حکم ہے چاروں اماموں کے اختلاف کا مختصر ذکر، اہل حدیث اور شیعہ حضرات کا ذکر پھر مسلمانوں میں مختلف مسائل مولود، علم غیب، عرس، سماع، فاتحہ، ختم، گیارہویں وغیرہ کا دونوں جماعتوں کیلئے قابل قبول حل حضرت حکیم امت شاہ ولی اللہ قدس سرہ اور حضرت شیخ العرب والعجم حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے فرمودات کی روشنی میں تحریر کیا

ہے اور آخر میں پینہم تفسیر وتصویر علماء اہل سنت کے مختلف مسالک سے تعلق رکھنے والوں کا باہمی تعلق اور خلوص ومحبت کے واقعات اور ارشادات نقل کئے ہیں۔

آخر میں دعا ہے کہ اے رب کریم تمام دنیا کے مسلمانوں کو ایک اور نیک کردے۔ اے رب تعالیٰ مسلمانوں کو ایمان ویقین کی دولت سے مالا مال فرما۔ اتحاد واتفاق سے سرفراز فرما یا اللہ! اسلام اور مسلمانوں کی مدد فرما، یا اللہ! اسلام اور مسلمانوں کو عزت عطا فرما، ہم سب مسلمانوں کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دائم رہنے کی توفیق عطا فرما۔

”اللهم انصر الاسلام والمسلمين اللهم اعزالاسلام والمسلمين اللهم انصرمن نصر دين محمد صلى الله عليه واله وسلم اللهم الف بين قلوب المسلمين اللهم اصلح حالهم وابالهم اللهم ايد الاالسلام بالامام العادل والخير والطاعة وصلى الله تعالى على خير خلقه محمد واله واصحابه و اتباعه اجمعين وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين اللهم آمين برحمتک یاارحم الراحمین“۔ (اشاعت اول جولائی ۸۰ء)

☆……☆……☆

کتاب ”اسلام کا پیغام امن“ نفرتوں کے خاتمے کا ذریعہ

نام کتاب: ۔اسلام کا پیغام امن
تالیف: مولانا مفتی احمد الرحمٰن

حضرت مولانا عبدالستار صاحب تونسوی نور اللہ مرقدہ

ذرا سوچئے! اسلام اتنا بھائی چارگی کا مذہب ہے کہ غیر مسلم اقلیتوں کو بھی مکمل حقوق وتحفظ فراہم کرتا ہے تو اسلامی فرقوں کے ساتھ کتنی فراخ دلی کا مظاہرہ کرتا ہوگا۔ …از مرتب!

اسلام میں غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق

اسلام ان تمام حقوق میں جو کسی مذہبی فریضہ اور عبادت سے متعلق نہ ہوں، بلکہ ان کا تعلق ریاست کے نظم وضبط اور شہریوں کے بنیادی حقوق سے ہو غیر مسلم اقلیتوں اور مسلمانوں کے درمیان عدل وانصاف اور مساوات قائم کرنے کا حکم دیتا ہے۔ قرآن مجید میں ان غیر مسلموں کے ساتھ جو اسلام اور مسلمانوں سے برسرِ پیکار نہ ہوں اور نہ ان کے خلاف کسی سازشی سرگرمی میں مبتلا ہوں ان سے خیر خواہی، مروت، حسن سلوک اور رواداری کی ہدایت دی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

”لاینھکم اللہ عن الذین لم یقاتلو کم فی الدین ولم یخرجو کم من دیار کم ان تبروھم وتقسطوا الیھم“۔ (الممتحنة:۸)

ترجمہ: ”اللہ تمہیں اس بات سے منع نہیں کرتا کہ جن لوگوں نے دین کے معاملے میں تم سے جنگ نہیں کی اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا، ان کے ساتھ تم کوئی نیکی کا یا انصاف کا معاملہ کرو“۔

اسلامی ریاست میں مسلم وغیر مسلم اقلیت برابر ہیں

اسلامی ریاست میں تمام غیر مسلم اقلیتوں اور رعایا کو عقیدہ، مذہب، جان ومال اور عزت وآبرو کے تحفظ کی ضمانت حاصل ہوگی۔ وہ انسانی بنیاد پر شہری آزادی اور بنیادی حقوق میں مسلمانوں کے برابر کے شریک ہوں گے۔ قانون کی نظر میں سب کے ساتھ یکساں معاملہ کیا جائے گا، بحیثیت انسان کسی کے ساتھ کوئی امتیاز روا نہیں رکھا جائے گا۔ جزیہ قبول کرنے کے بعد ان پر وہی واجبات اور ذمہ داریاں عائد ہوں گی جو مسلمانوں پر عائد ہیں، انہیں وہی حقوق حاصل ہوں گے جو مسلمانوں کو حاصل ہیں اور ان تمام مراعات وسہولیات کے مستحق ہوں گے جن کے مسلمان ہیں۔

”فان قبلوا الذمة فاعلمتھم ان لھم ماللمسلمین وعلیھم ماعلی

المسلمین"۔ (بدائع الصنائع، ج٦۔ ص: ٦٢)

"اگر وہ ذمہ قبول کرلیں تو انہیں بتادو کہ جو حقوق و مراعات مسلمانوں کو حاصل ہیں، وہی ان کو بھی حاصل ہوں گی اور جو ذمہ داریاں مسلمانوں پر عائد ہیں وہی ان پر بھی عائد ہوں گی"۔

تحفظ جان

جان کے تحفظ میں ایک مسلم اور غیر مسلم دونوں برابر ہیں۔ دونوں کی جان کا یکساں تحفظ و احترام کیا جائے گا۔ اسلامی ریاست کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ غیر مسلم رعایا کی جان کا تحفظ کرے اور انہیں ظلم اور زیادتی سے محفوظ رکھے۔

پیغمبر ﷺ کا ارشاد ہے: "من قتل معاهدًا لم یرح رائحة الجنة، وان ریحها لیوجد من میسرة اربعین عاما"۔ (بخاری شریف کتاب الجهاد، باب اثم من قتل معاهدا بغیر جرم، ج١، ص٤٤٨)

"جو کسی معاہد کو قتل کرے گا وہ جنت کی خوشبو تک نہیں پائے گا جب کہ اس کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے بھی محسوس ہوتی ہے"۔

تحفظ مال

اسلامی ریاست مسلمانوں کی طرح ذمیوں کے مال و جائیداد کا تحفظ کرے گی۔ انہیں حق ملکیت سے بے دخل کرے گی نہ ان کی زمینوں اور جائیدادوں پر زبردستی قبضہ، حتیٰ کہ اگر وہ جزیہ نہ دیں تو اس کے عوض بھی ان کی املاک کو نیلام وغیرہ نہیں کیا جائے گا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے ایک عامل کو لکھا:

"خراج میں ان کا گدھا، ان کی گائے اور ان کے کپڑے ہرگز نہ بیچنا"۔

(اسلامی حکومت میں غیر مسلموں کے حقوق۔ ص: ٢٠)

ذمیوں کو مسلمانوں کی طرح خرید و فروخت، صنعت و حرفت اور دوسرے تمام ذرائع معاش کے حقوق حاصل ہوں گے اس کے علاوہ وہ شراب اور خنزیر کی خرید

www.urdudari.org
www.urdudari.org

فروخت بھی کر سکتے ہیں۔ نیز انہیں اپنی املاک میں مالکانہ تصرف کرنے کا حق ہوگا، وہ اپنی ملکیت وصیت و ہبہ وغیرہ کے ذریعہ دوسروں کو منتقل بھی کر سکتے ہیں۔

ان کی جائیداد انہیں کے ورثاء میں تقسیم ہوگی حتیٰ کہ اگر کسی ذمی کے حساب میں جزیہ کا بقایا واجب الادا تھا اور وہ مر گیا تو اس کے ترکہ سے وصول نہیں کیا جائے گا اور نہ اس کے ورثاء پر کوئی دباؤ ڈالا جائے گا۔ کسی جائز طریقے کے بغیر کسی ذمی کا مال لینا جائز نہیں ہے۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے: ”الا لا تحل اموال المعاهدین الا بحقها“۔

(ابو دائود شریف کتاب الاطعمه، باب ماجاء فی اکل السباع)

”خبردار معاہدین کے اموال حق کے بغیر حلال نہیں ہیں“۔

تحفظ عزت وآبرو

مسلمانوں کی طرح ذمیوں کی عزت وآبرو اور عصمت وعفت کا تحفظ کیا جائے گا، اسلامی ریاست کے کسی شہری کی توہین وتذلیل نہیں کی جائے گی۔ ایک ذمی کی عزت پر حملہ کرنا، اسکی غیبت کرنا، اسکی ذاتی وشخصی زندگی کا تجسس، اس کے راز کو ٹوہنا، اسے مارنا، پیٹنا اور گالی دینا ایسے ہی ناجائز اور حرام ہے، جس طرح ایک مسلمان کے حق میں۔

”ویجب کف الاذی عنه، وتحرم غیبته کالمسلم“۔ (حصکفی، الدر المحتار، ج: ۲۔ ص ۲۲۳) ”اس کو تکلیف دینے سے روکنا واجب ہے، اور اس کی غیبت ایسی ہی حرام ہے جیسی کسی مسلمان کی“۔

عدالتی وقانونی تحفظ

فوجداری اور دیوانی قانون ومقدمات مسلم اور ذمی دونوں کیلئے یکساں اور مساوی ہیں، جو تعزیرات اور سزائیں مسلمانوں کیلئے ہیں، وہی غیر مسلموں کیلئے بھی ہیں۔ چوری، زنا اور تہمت زنا میں دونوں کو ایک ہی سزا دی جائے گی ان کے درمیان کوئی امتیاز نہیں کیا جائے گا۔

قصاص، دیت اور ضمان میں بھی برابر ہیں اگر کوئی مسلمان کسی ذمی کو قتل کردے تو اس کو قصاص میں قتل کیا جائے گا۔ حدیث شریف میں ہے۔

"دمائوهم كدمائنا" (نصب الرایہ، ج ۲: ص ۳۸۱)

"ان کے خون ہمارے خون ہی کی طرح ہیں"۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں ایک مسلمان نے ایک ذمی کو قتل کردیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو قصاص میں قتل کرنے کا حکم دیا اور فرمایا:

"انا احق من وفی بذمته"۔ "میں ان لوگوں میں سب سے زیادہ حقدار ہوں جو ایسا وعدہ وفا کرتے ہیں"۔ (اسلامی حکومت میں غیر مسلموں کے حقوق۔ ص: ۱۱)

مذہبی آزادی

ذمیوں کو اعتقادات وعبادت اور مذہبی مراسم وشعائر میں مکمل آزادی حاصل ہوگی، ان کے اعتقاد اور مذہبی معاملات سے تعرض نہیں کیا جائے گا ان کے کنائس، گرجوں، مندروں اور عبادت گاہوں کو منہدم نہیں کیا جائے گا۔

قرآن نے صاف صاف کہہ دیا: **"لا اكراه في الدين قدتبين الرشد من الغي"** (البقرة) ترجمہ: "دین کے معاملے میں کوئی زبردستی نہیں ہے، ہدایت کا راستہ گمراہی سے ممتاز ہوکر واضح ہوچکا"۔

وہ بستیاں جو امصار المسلمین (اسلامی شہروں) میں داخل نہیں ہیں ان میں ذمیوں کو صلب نکالنے، ناقوس اور گھنٹے بجانے اور مذہبی جلوس نکالنے کی آزادی ہوگی، اگر ان کی عبادت گاہیں ٹوٹ پھوٹ جائیں تو ان کی مرمت اور ان کی جگہوں پر نئی عبادت گاہیں بھی تعمیر کرسکتے ہیں۔ البتہ امصار المسلمین یعنی ان شہروں میں جو جمعہ عیدین، اقامت حدود اور مذہبی شعائر کی ادائیگی کیلئے مخصوص ہیں۔ انہیں کھلے عام مذہبی شعائر ادا کرنے اور دینی وقومی جلوس نکالنے کی اجازت نہیں دی جائے گی اور نہ وہ ان جگہوں میں نئی عبادت گاہیں تعمیر کرسکتے ہیں۔ البتہ عبادت گاہوں کے اندر انہیں مکمل آزادی

حاصل ہوگی اور عبادت گاہوں کی مرمت بھی کر سکتے ہیں۔

وہ فسق و فجور جس کی حرمت کے اہل ذمہ خود قائل ہیں اور جو ان کے دین و دھرم میں حرام ہیں تو ان کے اعلانیہ ارتکاب سے انہیں روکا جائے گا خواہ وہ امصار المسلمین میں ہوں یا اپنے امصار میں ہوں۔

اسلامی خزانے سے غیر مسلم محتاجوں کی امداد

صدقات واجبہ (مثلاً زکوٰۃ، عشر) کے علاوہ بیت المال کے محاصل کا تعلق جس طرح مسلمانوں کی ضروریات و حاجات سے ہے، اسی طرح غیر مسلم ذمیوں کی ضروریات و حاجات سے بھی ہے، ان کے فقراء مساکین اور دوسرے ضرورت مندوں کیلئے اسلام بغیر کسی تفریق کے وظائف معاش کا سلسلہ قائم کرتا ہے، خلیفہ کی یہ ذمہ داری ہے کہ اسلامی ریاست کا کوئی شہری محروم المعیشت نہ رہے۔

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے گشت کے دوران میں ایک دروازے پر ایک ضعیف العمر نابینا آدمی کو دیکھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کی پشت پر ہاتھ رکھ کر پوچھا کہ تم اہل کتاب کے کس گروہ سے تعلق رکھتے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ میں یہودی ہوں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ گداگری کی یہ نوبت کیسے آئی۔ یہودی نے کہا ادائے جزیہ، شکم پروری اور پیری سہ گونہ مصائب کی وجہ سے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر اس کا ہاتھ پکڑا اور گھر لائے اور جو موجود تھا اس کو دیا اور بیت المال کے خازن کو لکھا:

"یہ اور اس قسم کے دوسرے حاجت مندوں کی تفتیش کرو، خدا کی قسم ہرگز یہ ہمارا انصاف نہیں ہے کہ ہم جوانی میں ان سے جزیہ وصول کریں اور بڑھاپے میں انہیں بھیک کی ذلت کیلئے چھوڑ دیں۔ قرآن کریم کی اس آیت "انما الصدقات للفقراء والمساکین" میں میرے نزدیک فقراء سے مسلمان مراد ہیں اور مساکین سے اہل کتاب کے فقراء اور غرباء۔

اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایسے تمام لوگوں سے جزیہ معاف کر کے بیت المال سے وظیفہ بھی مقرر کر دیا۔ (اسلام کا اقتصادی نظام۔ ص:۱۵۱)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اہل حیرہ کیلئے جو عہد نامہ لکھا وہ حقوق معاشرت میں مسلم و غیر مسلم کی ہمسری کی روشن مثال ہے ''اور میں یہ طے کرتا ہوں کہ اگر ذمیوں میں سے کوئی ضعیف پیری کی وجہ سے ناکارہ ہوجائے یا آفت ارضی وسماوی میں سے کسی آفت میں مبتلا ہوجائے یا ان میں سے کوئی مالدار محتاج ہوجائے اور اس کے اہل مذہب اس کو خیرات دینے لگیں تو ایسے تمام اشخاص سے جزیہ معاف ہے اور بیت المال ان کی اور ان کے اہل وعیال کی معاش کا کفیل ہے جب تک وہ دارالسلام میں مقیم رہیں''۔

(اسلام کا اقتصادی نظام۔ ص:۱۵۱)

غیر مسلم شہریوں سے جزیہ کی وصولی میں نرمی

سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے ماتحت حکام کو غیر مسلم شہریوں سے حسن سلوک کا حکم دینے کے ساتھ ساتھ ان پر ٹیکس عائد کرنے اور اس کی وصولی میں رعایت کے احکامات جاری فرمائے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت اسلم رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:

''ان عمر کتب الی امراء الاجناد: ان لایضربوا الجزیۃ علی النساء، ولا علی الصبیان''۔ (عبدالرزاق، المصنف، ۶۔ ۸۵)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سپہ سالاروں کو خط لکھا کہ وہ غیر مسلم عورتوں اور بچوں پر ٹیکس نافذ نہ کریں۔ اور یہ سالانہ ٹیکس بھی صرف ان لوگوں سے وصول کرنے کا حکم ہے، جو فوجی خدمت کے قابل ہوں۔ عورت، بوڑھے، بچے، غلام، لونڈی اور مذہبی خادم اس ٹیکس سے مستثنیٰ قرار دیے گئے ہیں۔

(ماہنامہ دارالعلوم۔ص: ۳۴، فروری ۲۰۰۷)

غیر مسلم شہریوں کے قتل کی ممانعت

اسلامی ریاست میں آباد غیر مسلم شہری کو قتل کرنا حرام ہے، کسی فرد کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ کسی غیر مسلم شہری کو ناحق قتل کرے قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"من قتل نفسا بغیر نفس او فساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعاً"۔

(المائدہ، ۵:۳۲)

جو کوئی کسی کو قتل کرے جبکہ یہ قتل نہ کسی اور جان کا بدلہ لینے کیلئے اور نہ کسی کے زمین میں فساد پھیلانے کی وجہ سے ہو تو ایسا ہے جسے اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا۔

اس آیت کریمہ میں "نفسا" کا لفظ عام ہے لہٰذا اس کا اطلاق بھی عموم پر ہوگا۔ یعنی کسی ایک انسانی جان کا قتل ناحق۔ خواہ اس کا تعلق کسی بھی مذہب سے ہو، کوئی بھی زبان بولتا ہو اور دنیا کے کسی بھی ملک یا علاقے کا رہنے والا ہو، قطعاً حرام ہے اور اس کا گناہ اتنا ہی ہے جیسے پوری انسانیت کو قتل کرنے کا ہے۔ لہٰذا مسلم ریاست میں آباد غیر مسلم شہریوں کا قتل بھی اسی زمرے میں آئے گا۔

غیر مسلم شہری کے قاتل پر جنت حرام ہے

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "من قتل معاهداً في غير كنهه حرم الله عليه الجنة"۔

(نسائی، السنن، کتاب القسامۃ، ۸:۲۴)

"جو مسلمان کسی غیر مسلم شہری (معاہد) کو ناحق قتل کرے گا اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام فرما دے گا"۔

غیر مسلم سفارتکاروں کے قتل کی ممانعت

اسلام قومی اور بین الاقوامی معاملات میں امن و رواداری کا درس دیتا ہے قرآن و حدیث کی تعلیمات کے مطابق بدترین دشمن قوم کا سفارت کار بھی اگر سفارتکاری کیلئے

آئے تو اس کا قتل حرام ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کئی مواقع پر غیر مسلموں کے نمائندے آئے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ ان سے خود بھی حسن سلوک فرمایا اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی یہی تعلیم دی۔ حتیٰ کہ نبوت کے جھوٹے دعوے دار مسیلمہ کذاب کے نمائندے آئے جنہوں نے صریحاً اعتراف ارتداو کیا تھا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے سفارت کار ہونے کے باعث ان سے حسن سلوک سے پیش آئے اور انہیں قتل نہیں کیا۔

غور کیجئے کہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مسیلمہ کذاب کے پیروکاروں کے اعلانیہ کفر وارتداو کے باوجود تحمل سے کام لیا گیا۔ کسی قسم کی سزا نہیں دی گئی، نہ ہی انہیں قید کیا گیا اور نہ ہی انہیں قتل کرنے کا حکم فرمایا گیا۔ صرف اس لئے کہ وہ سفارتکار (Diplomats) ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مندرجہ بالا ارشاد اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل مبارک سے یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ گیا کہ غیر ملکی نمائندوں اور سفارتکاروں کی جان کی حفاظت کرنا سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

مسلم اور غیر مسلم کا قصاص اور دیت برابر ہے

اسلام میں کسی بھی شخص (مسلم ہو یا غیر مسلم) کو ناحق قتل کرنے والے قاتل پر قصاص لازم ہے۔ جبکہ قتل خطاء یعنی غلطی سے قتل ہو جانے کی صورت میں دیت کی ادائیگی کو واجب قرار دیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"ولکم فی القصاص حیوۃ یاولی الالباب لعلکم تتقون"۔ (2:179)

"اے عقل رکھنے والو! تمہارے لئے قصاص میں زندگی (کا سامان ہے) امید ہے کہ تم (اس کی خلاف ورزی سے) بچو گے"۔

قتل خطاء کے بارے میں ارشاد ربانی ہے: "ومن قتل مومنا خطئاً فتحریر

رقبة مومنة و دية مسلمة الی اهله الا ان یصدقوا"۔ (النساء۔ ۴:۹۲)

"اور جو شخص کسی مسلمان کو غلطی سے قتل کر بیٹھے تو اس پر فرض ہے کہ وہ ایک مسلمان غلام آزاد کرے اور دیت (یعنی خون بہا) مقتول کے وارثوں کو پہنچائے، مگر کہ وہ معاف کردیں"۔

پہلی آیت مبارکہ میں حکم قصاص یعنی قاتل کو جرم قتل کی سزا میں قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس پر پوری امت کا اجماع ہے کہ قاتل (ناحق قتل کرنے والے) کو قصاص میں قتل کیا جائے (مقتول خواہ مسلم ہو یا غیر مسلم) سوائے اس کے کہ مقتول کے ورثاء قاتل کو معاف کردیں۔

دوسری آیت میں دیت کا ذکر ہے اگر قتل خطاء ہوجائے یعنی غیر ارادی طور پر غلطی سے کوئی شخص کسی کو قتل کردے تو قاتل پر دیت (خون بہا، Monetary compensation) لازم ہوگی۔

غیر مسلم شہریوں کے حقوق کے تحفظ کیلئے حضور ﷺ کا تحریری فرمان

غیر مسلموں کے حقوق کا تحفظ جس انداز میں عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کیا گیا، اس کی نظیر پوری انسانی تاریخ میں نہیں ملتی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مواثیق، معاہدات اور فرامین کے ذریعے اس تحفظ کو آئینی اور قانونی حیثیت عطاء فرمادی تھی۔ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اہل نجران سے ہونے والا معاہدہ مذہبی تحفظ اور آزادی کے ساتھ ساتھ جملہ حقوق کی حفاظت کی عملی وضاحت کرتا ہے اور یہ معاہدہ عہد صدیقی اور عہد فاروقی میں بھی نافذ العمل رہا جبکہ عہد عثمانی میں حالات کی تبدیلی کے پیش نظر کچھ ترامیم کی گئیں مگر غیر مسلموں کے مذکورہ بالا حقوق کی حفاظت و ذمہ داری کا وہی عمل کامل روح کے ساتھ برقرار رہا جس میں ذرہ برابر بھی تبدیلی نہیں کی گئی۔

عہد فاروقی رضی اللہ عنہ میں بھی غیر مسلم شہریوں کے تحفظ اور حقوق کے ساتھ ساتھ نفس انسانی کے احترام اور وقار میں اس قدر اضافہ ہوا کہ مفتوحہ علاقوں کے غیر مسلم

شہری اسلامی ریاست میں اپنے آپ کو زیادہ محفوظ اور آزاد سمجھتے تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ ہمیشہ اپنے ماتحت حکام کو غیر مسلم شہریوں سے حسن سلوک کا حکم فرماتے اور آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے دور حکومت میں کمزور، معذور اور بوڑھے غیر مسلم شہریوں کا نہ صرف ٹیکس معاف کر دیا بلکہ بیت المال سے ان اور ان کے اہل و عیال کی مکمل کفالت کا بھی انتظام کیا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا تاریخی جملہ

ایک دفعہ گورنر مصر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے بیٹے نے ایک غیر مسلم کو ناحق سزا دی۔ خلیفہ وقت امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس جب اس کی شکایت کی گئی تو انہوں نے سر عام گورنر مصر کے بیٹے کو اس غیر مسلم مصری سے سزا دلوائی اور ساتھ ہی یہ تاریخی جملہ ارشاد فرمایا:

”متیٰ استعبدتم الناس وقدو للتهم امهاتهم احراراً“۔؟

(حصکفی الدر المختار، ۲:۲۲۳)

”تم نے کب سے لوگوں کو اپنا غلام سمجھ لیا ہے حالانکہ ان کی ماؤں نے تو انہیں آزاد جنا تھا“۔

محترم قارئین!

ان تمام واقعات اور تفصیلات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مسلمانوں کے ہاں کس قدر وسعت ہے، ان کا مذہب غیر مسلموں کے ساتھ روابط کے سلسلے میں کس قدر لچک اور رواداری کا مظاہرہ کرتا ہے اور اپنی فکری و نظریاتی ریاست میں وہ انہیں آگے بڑھنے کیلئے کس قدر حقوق سے نوازتا ہے، پاکستان ایک اسلامی نظریاتی مملکت ہے اس میں غیر مسلم اقلیتوں کو کیا حقوق حاصل ہیں؟ اس حوالے سے مولانا قاری محمد حنیف صاحب جالندھری ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کا بہت ہی خوبصورت تقابلی جائزہ ملاحظہ فرمائیں۔

پاکستان میں غیر مسلموں کے حقوق، ایک تقابلی جائزہ

پاکستان ایک اسلامی نظریاتی مملکت ہے، جس کا قیام دوقومی نظریے کی بنیاد پر آیا۔ دوقومی نظریے سے مراد یہ ہے کہ مسلم اور غیر مسلم دوعلیحدہ قومیں ہیں ظاہر ہے کہ یہ ایک بدیہی حقیقت ہے جس سے کسی کو بھی انکار نہیں ہوسکتا۔ البتہ اس سے بعض ذہنوں میں اس نوعیت کے شبہات پیدا ہوتے ہیں کہ شاید اس سے مراد دوسری اقوام کے حقوق کی نفی ہے، قطعاً نہیں۔ اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کو جو حقوق اسلام نے عطاء کئے ہیں اس کا ایک بہت بڑا مظہر خود پاکستان ہے۔ جہاں بعض معاملات میں غیر مسلموں کو خود مسلم شہریوں سے زیادہ حقوق حاصل ہیں جیسا کہ آگے تذکرہ ہوگا۔

اس بناء پر پاکستان خود غیر مسلموں کیلئے بھی ایک آئیڈیل ریاست ہے۔ استثنائی واقعات سے کون محفوظ رہ سکتا ہے، اس لئے اس قسم کے واقعات کسی طور پر بھی دلیل نہیں بن سکتے، ذیل میں ہم ان کے نکات کا تذکرہ کرتے ہیں جو غیر مسلموں کو پاکستان میں حاصل حقوق کے مظہر ہیں:

۱۔ انتخابات کے ذریعے بلدیاتی، صوبائی اسمبلیوں، قومی اسمبلیوں اور سینٹ ہر مقام پر غیر مسلموں کو حقوق حاصل ہیں۔ وہ ووٹ بھی دے سکتے ہیں اور خود نمائندے کھڑے کر کے انہیں منتخب بھی کر سکتے ہیں بلکہ مسلمانوں کے مقابلے میں انہیں یہ بھی حق حاصل ہے کہ وہ جنرل نشستوں پر بھی کھڑے ہوسکتے ہیں اور مخصوص نشستیں تو صرف ان ہی کیلئے خاص ہیں۔ یہ سہولت ظاہر ہے کہ مسلمانوں کو حاصل نہیں، پھر مخصوص نشستیں بعض صورتوں میں ۳۳ فیصد تک موجود ہیں۔ حالانکہ آبادی میں تمام غیر مسلموں کا تناسب دس (۱۰) فیصد بھی نہیں بنتا۔ یہ سہولت پاکستان میں انہیں حاصل ہے۔ دوسرے ممالک میں مسلمانوں کو اس طرح حاصل نہیں۔

۲۔ غیر مسلموں کو مذہبی آزادی حاصل ہے، ان کی عبادت گاہیں موجود ہیں ان کے اپنے اسکول ہیں، جہاں وہ اپنی مذہبی تعلیم کا اہتمام کرتے ہیں، حالانکہ بعض ایسے ممالک

ہیں جو نظریاتی ممالک کا درجہ رکھتے ہیں وہاں مسلمانوں کو یہ آزادی قطعاً حاصل نہیں۔

۳۔ مذہبی اور تعلیمی آزادی کے ساتھ ساتھ اپنے شعائر اور رسومات کی کھلے عام بجا آوری کی بھی مکمل آزادی حاصل ہے حالانکہ مغرب کے بہت سے ممالک سے یہ اطلاعات مسلسل سامنے آرہی ہیں کہ وہاں مقیم مسلمان اس حوالے سے مشکلات کا شکار ہیں۔ حجاب تو درکنار انہیں اسکارف تک استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

۴۔ پاکستان میں غیر مسلموں کو پرسنل لاء کی پریکٹس کی بھی آزادی حاصل ہے، ان پر پبلک لاء ان کے مذہبی معاملات کے حوالے سے کوئی مداخلت نہیں کرتا۔ یہ آزادی مسلمانوں کو اکثر ممالک میں حاصل نہیں بالخصوص مغربی ممالک میں۔

۵۔ پاکستان کے تعلیمی اداروں میں اسلامیات کی تعلیم لازمی نہیں ہے، بہت سے ممالک میں خصوصاً نظریاتی مذہبی ریاستوں میں مذہبی تعلیم لازمی ہے جس سے مسلمانوں سمیت کوئی بھی مستثنیٰ نہیں ہے۔

۶۔ پاکستان میں غیر مسلموں کے خلاف کام کرنے والی اور اسے اعلانیہ اپنا منشور قرار دینے والی کوئی تنظیم موجود نہیں ہے۔ جبکہ بہت سے دوسرے ممالک میں ایسی تنظیمیں نہ صرف موجود ہیں بلکہ اعلانیہ فعال کردار ادا کر رہی ہیں۔

یہ چند نکات پاکستان میں غیر مسلموں کو حاصل حقوق اور اسلامی ریاست میں ان کے احکام کو واضح کرنے کیلئے کافی ہیں۔ بات وہی قابل اعتماد ہوتی ہے جس کی حقائق بھی تائید کریں، پروپیگنڈے کی بنیاد پر ہونے والا تاثر دائمی حقیقت کبھی نہیں بن سکتا۔

(ماہنامہ ''وفاق المدارس'' ص ۱۲۔ ربیع الثانی، ۱۴۲۸ھ، بمطابق مئی ۲۰۰۷ء)

اگر غیر مسلموں کو اسلام ایسے بہترین حقوق دیتا ہے تو کیا کسی مسلمان
کو کسی بھی فروعی یا مسلکی اختلاف کی بنیاد پر واجب القتل، کافر یا جہنمی
قرار دیا جاسکتا ہے؟ سوال دل سے اور جواب عقل سے۔ از مرتب!

☆......☆......☆

رسالہ ہفت روزہ ختم نبوت اور مخالف مسلک کا احترام

نام رسالہ: ۔ہفت روزہ ختم نبوت

جلد ۲۲۔ ۲۴ تا ۳۰ شوال ۱۴۲۴ھ مطابق ۱۹ تا ۲۵ دسمبر ۲۰۰۳ء شمارہ ۳۰

علامہ شاہ احمد نورانیؒ کا سانحہ ارتحال

علامہ شاہ احمد نورانیؒ ایک عظیم رہنما

گزشتہ دنوں متحدہ مجلس عمل اور جمعیت علماء پاکستان کے سربراہ علامہ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان کی وفات ایک قومی سانحہ ہے مرحوم نے ساری زندگی نفاذ اسلام اور فتنہ قادیانیت کی سرکوبی میں گزاری۔ ۱۹۷۴ء میں قومی اسمبلی میں مرحوم کی سعی و کوشش سے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا بل منظور ہوا جس کی وجہ سے قادیانی آئینی اور قانونی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار پائے۔ مرحوم قادیانی فتنے کے بارے میں خاصے حساس واقع ہوئے تھے۔ اس حوالے سے وہ ہر پلیٹ فارم پر نظر آتے تھے۔ ان کی کوششوں سے تمام مکاتب فکر متفقہ طور پر فتنہ قادیانیت کے خلاف عملی جدوجہد میں مصروف عمل رہے جس کے انتہائی مثبت نتائج ظاہر ہوئے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ حضرت اقدس مولانا خواجہ خان محمد دامت برکاتہم العالیہ، نائب امیر حضرت اقدس سید نفیس شاہ الحسینی دامت برکاتہم العالیہ، ناظم اعلیٰ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری دامت برکاتہم، مولانا اللہ وسایا صاحب، مولانا محمد اکرم طوفانی صاحب، مولانا بشیر احمد صاحب، مولانا اسماعیل شجاع آبادی صاحب، مفتی محمد جمیل خان صاحب، مولانا نذیر احمد تونسوی صاحب، مولانا سعید احمد جلال پوری صاحب سمیت تمام مبلغین نے ممتاز عالم دین اور متحدہ مجلس عمل کے سربراہ علامہ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ کے انتقال پر تعزیت کرتے ہوئے کہا کہ علامہ

شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ کی رحلت سے پاکستانی قوم ایک عظیم رہنما سے محروم ہوگئی، ان کے قائدانہ کردار کی بدولت ۱۹۷۴ء میں قومی اسمبلی میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا بل منظور ہوا اور ملک میں نفاذ اسلام کیلئے انہوں نے مثالی جدوجہد کی۔ انہوں نے ملک میں نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ اور قادیانیوں کی سرگرمیوں کے سدباب کیلئے مرحوم کی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا اور مرحوم کیلئے دعائے مغفرت اور ان کے پسماندگان کیلئے صبر جمیل کی دعا کی۔ (ہفت روزہ ختم نبوت)

اسلامی قوتوں کا اتحاد واتفاق وقت کی اہم ضرورت

مسلمانوں کو اس بات پر شکر کرنا چاہیے اور قدر ہونی چاہیے کہ وہ باہم محبت وتعاون کے سلسلہ میں دوسری تمام قوموں کے مقابلہ میں امتیازی شان رکھتے ہیں اور کوشش کرنی چاہیے کہ ان کی یہ صفت ان میں پوری طرح عمل پیرا ہو، اللہ تعالیٰ نے ان کو جس اخوت و بھائی چارہ کا حکم دیا ہے اس کا یہ تقاضا ہے کہ وہ اپنے ہر اجتماعی معاملہ میں متحد اور سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جایا کریں، خواہ ان کے افراد ایک دوسرے سے فاصلہ پر اور دور دراز علاقوں میں ہی کیوں نہ رہتے ہوں، مسلمانوں کی اپنی اس خصوصیت پر کچھ نہ کچھ عمل کرنے کا ہی نتیجہ ہے کہ چاہے مشرق کے کسی حصہ میں کوئی حادثہ ہو یا مغرب میں، عالم اسلام کے کونے کونے سے اس کے سلسلہ میں آواز سنی جاسکتی ہے اور ساری دنیا کے مسلمانوں کے دلوں پر اس کا اثر ظاہر ہوتا ہے اور وہ صرف اپنے تاثر کا اظہار کر کے ہی خاموش نہیں ہوجاتے بلکہ جس حد تک ان سے ہو پاتا ہے تعاون و ہمدردی اور محبت وغمخواری کا رویہ برتتے ہیں، اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد نظر آنے والی حقیقت بن جاتا ہے:

مسلمان آپس میں ایک عمارت کی مانند

مسلمان آپس میں ایک عمارت کی طرح ہیں جس کی ایک ایک اینٹ ایک

دوسرے کو مضبوطی عطا کرتی ہے اور وہ ایک جسم کی مانند ہیں کہ اس کے کسی حصہ میں کوئی تکلیف ہوتی ہے تو پورا بدن اس کا اثر محسوس کرتا ہے۔

لیکن مسلمان اس جذبہ کو عمل میں لانے میں غفلت سے کام لینے لگے ہیں، ماضی میں بھی انہوں نے اس میں کمی کی تھی، اگر ان سے یہ غفلت نہ ہوئی ہوتی تو اندلس میں جو کچھ پیش آیا وہ نہ ہوتا جبکہ اس وقت دیگر کئی ملکوں میں ان کی حکمرانی تھی اور دنیا کے کئی حصوں میں ان کا جاہ وجلال اور شان وشکوہ تھا۔

دنیائے اسلام کے مختلف علاقوں میں مسلمانوں کی حالت ان کے دور غلامی سے بھی بہتر نہیں ہے، دشمنان اسلام آج بھی اپنی فکری اور ثقافتی یلغار کے ذریعہ مسلمانوں کو نشانہ بنائے ہوئے ہیں اور وہ مسلمانوں کے ملی تشخص اور ان کی شناخت کو مٹانے پر تلے ہوئے ہیں، معاندین اسلام مسلمانوں سے یہ چاہتے ہیں کہ وہ ثقافت ادب اور مذہبی اقدار میں اسلامی زندگی سے منہ موڑ لیں اور اپنے علاقوں کو غیروں کے رحم وکرم پر چھوڑ دیں، وہ اگر اس تبدیلی کیلئے تیار نہیں تو ان کو سختی اور زبردستی کا مقابلہ کرنا پڑے گا اور انکار کی قیمت ظلم وتشدد کو برداشت کرنے کی صورت میں دینا ہوگی۔

دشمنوں کی یہ کوشش سامراجی اقتدار کے وقت ہی سے چل رہی ہے لیکن یہ محض اسلام کا اعجاز ہے جو ایک عالمگیر اور پائیدار مذہب ہے کہ ہر طوفان وحادثہ کے سامنے اسلامی جذبہ پہاڑ کی طرح ان کے دلوں میں پائیدار ثابت ہوا ہے اور انہوں نے ہر مصیبت کے وقت صبر سے کام لیا اور خدا ہی سے لو لگائی اور جوں ہی ظلم کے بادل چھٹے، اسلامی روح جلوہ گر ہوگئی جیسا کہ سودیت یونین کی مسلم ریاستوں میں ایک طویل ظالمانہ وجابرانہ سلسلہ کے باوجود اسلامی روح آشکار ہو کر رہی، مسلمان ہمیشہ قابل قدر حد تک اپنے مذہب پر قائم رہنے والے اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام کے سامنے سر جھکا دینے والے رہے ہیں اور ہمیشہ ہی انہوں نے ثابت قدمی اور مذہب سے وابستگی کا ثبوت دیا ہے خواہ وہ بہت نمایاں طریقہ سے یہ نہ

کرسکے ہوں لیکن جب بھی ناسازگار صورتحال پیش آئی، مسلمانوں نے اپنے حوصلہ و ہمت کا اظہار کیا۔ اس کی تازہ مثال بوسنیا، چیچنیا اور کوسوو میں سامنے آئی۔ دشمنوں کے سامنے انہوں نے اپنی عزیمت کو ثابت کیا اور دوسرے ملکوں کے ان کے ہم مذہب لوگوں نے ان کے ساتھ قابل تعریف ہمدردی کی، ان کے دکھ درد کو محسوس کیا اور جس حد تک ہوسکا ان کی مالی امداد کی، اس اخوت کے جذبہ نے ان کو کمک پہنچائی اور ان کے عزم و حوصلہ کی مہمیز دی، جس سے ان کے حوصلے بلند ہوتے گئے اور وہ دشمن کے فتنوں اور مشکلات سے نبرد آزما ہوتے گئے اور اس طرح اپنے کارناموں کے ذریعہ وہ اسلام اور مسلمانوں کیلئے ایک ڈھال ثابت ہوئے۔

ہم کو صاف طریقہ سے یہ نظر آتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے جن لوگوں کو مادی وسائل سے نوازا ہے وہ دعوت کے جذبہ کی خاطر ان سرگرمیوں میں حصہ لیتے ہیں اور یورپی ملکوں سے اسلام مخالف کوششوں کا مقابلہ کرتے ہیں اور افریقہ و ایشیا میں اپنے نادار مسلمان بھائیوں کے فقر و جہالت کو دور کرنے اور سامراجی استبداد کو ختم کرنے کی سعی کرتے ہیں، چنانچہ اسلامی بیداری کو فروغ دینے میں ان سرگرمیوں کا بڑا اہم کردار ہے۔

مسلمانوں کا اتحاد و جذبہ اخوت

مسلمانوں نے اپنی اس ذمہ داری کو بڑی حد تک انجام دیا اور اس طرح دنیا میں پھیلی ہوئی امت مسلمہ متحد ہوئی، اسی کے ساتھ سارے جہاں کے مسلمانوں کے مسائل و مشکلات کو حل کرنے میں بھی اس سے مدد ملی۔ الحمدللہ! فلسطین، افغانستان، ایریٹریا، صومالیہ، فلپائن وغیرہ میں مسلمانوں کا اتحاد و جذبہ اخوت ان کیلئے طاقت و قوت کی فراہمی اور مسائل و مشکلات کے سامنے سینہ سپر ہونے کا سبب بنا۔

اس اخوت اسلامی کے جذبہ کی بناء پر تعاون و امداد دینے میں عرب اور خاص طور سے خلیج کے مسلمانوں کا بڑا حصہ رہا ہے، انہوں نے اپنی اس ذمہ داری کو بڑی خوبی کے ساتھ نبھایا اور اس کے ذریعہ انہوں نے ایک بہترین مثال پیش کی، ان کے اس

تعاون کے ذریعہ بہت سے مظلوم مسلمانوں نے اپنے حقوق کی بازیابی اور اپنے تشخص کی حفاظت کا سامان بہم پہنچایا، خاص کر اس وقت جب دشمن پوری طاقت وقوت کے ساتھ سرگرم تھا۔

اسلامی تقاضوں کو محسوس کرنے کے یہ اثرات مسلمانوں کے اندر جگہ جگہ دیکھے جاسکتے ہیں، خاص طور سے ان ایمان وعزیمت کے حامل نوجوانوں اور تعلیم یافتہ طبقہ کے اندر جو اپنے تمام امور کیلئے خدا تعالیٰ کی طرف رخ کرتے ہیں اور اسی سے ہدایت ورہنمائی طلب کرتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش قدم کو اپنے لئے اصل اسوہ سمجھتے ہیں اور اسی کے نور سے روشنی حاصل کرتے ہیں، اسی طرح وہ فکر اسلامی کی حامل عظیم ہستیوں کی زندگیوں سے بھی رشد وہدایت کی روشنی حاصل کرتے ہیں اور اپنے اسلامی جذبہ کو فروغ دینے اور دینی غذا کو حاصل کرنے کیلئے ان سے کسب فیض کرتے ہیں۔۔۔

اتحاد واتفاق بڑی تبدیلی کا ذریعہ

اگر مسلمانوں کا باہم اتحاد واتفاق بڑھ جائے تو یہ عالم اسلام میں بڑی تبدیلی اور خیر وفلاح کا پیش خیمہ ثابت ہوسکتا ہے اور یہ بات کسی سے مخفی نہیں ہے کہ بہت سے مسلمان بعض سامراجی اور ظالمانہ اقتدار کی وجہ سے سخت زبوں حالی کا شکار ہیں اور ان کے دشمن ان کی جانوں کو نہیں بلکہ ان کی مذہبی روح کو ہدف بنارہے ہیں، یہ ان ملکوں میں اسلامی تشخص کو ختم کردینا چاہتے ہیں، یہ ایک بہت بڑا خطرہ ہے جس کا مقابلہ کرنا اشد ضروری ہے۔ مسلمانوں کے سامنے اس کے مقابلے کیلئے دو محاذ ہیں، ایک ادبی اور علمی وسائل کے ذریعہ ذہنی انحراف اور فکری بے راہ روی کا مقابلہ کرنا، اس طرح اسلامی فکر تہذیب کے ورثہ وتاریخ کے ذریعے مسلمانوں کے اندر فخر واعتماد پیدا کرنا ہوگا تاکہ اس طرح تعلیم یافتہ نوجوانوں کیلئے اسلامی وابستگی کو فروغ دیا جاسکے اور دشمنوں کی جانب سے ادبی اور فکری یلغار کا مقابلہ کیا جاسکے۔

حالات حاضرہ کو دیکھتے ہوئے یہ بات صاف محسوس ہوتی ہے کہ اسلامی دفاعی طاقت دشمن کے مقابلہ میں بہت کم ہے، لہٰذا جب تک تمام اسلامی طاقتیں ”متحد وہم آہنگ“ نہ ہوں گی، اس وقت تک مسلمان اپنے خلاف خطرات و مشکلات پر صحیح طور پر قابو نہ پاسکیں گے اس لئے ضروری ہے کہ وہ ایک ہو جائیں۔

☆......☆......☆

کتاب ”سوانح شیخ العرب والعجم“ میں محبتوں کی مہکتی خوشبو

نام کتاب :۔ شیخ العرب والعجم حضرت مدنی کے خطبات وسوانح کا مجموعہ
مولانا سید حضرت حسین احمد مدنی سوانح وافکار
ترتیب وتبویب مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی۔ القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ۔ ضلع نوشہرہ

گولڑہ شریف میں سلسلہ صابریہ کا پھول

شیخ الاسلام حضرت حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے راستہ میں کسی بھی اسٹیشن پر کچھ دریافت نہ فرمایا تھا لیکن یہاں پہنچتے ہی فرمایا کون سا اسٹیشن ہے؟ میں نے عرض کیا کہ ”گولڑہ“ ہے یہ سن کر فرمایا گولڑہ شریف! (جہاں تک خیال ہے چونکہ) حاجی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے گلشن صابری کا ایک سدا بہار پھول یہاں بھی عطر بیز ہے۔ اسی لئے اس مقام کی جانب خصوصی طور پر متوجہ ہوئے۔ ”انتھی بلفظه بتغبیر ایسرا“

(انوار مدینہ لاہور صفر المظفر ۱۴۲۴ھ مضمون حضرت مولانا سید حامد میاںؒ)

اپنے پرائے سب کو معاف کر دینا

بنگال کے سفر میں ایک جگہ لوگ حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ سخت گستاخی سے پیش آئے اور بارات میں اس کا چرچا ہوا تو چوہدری مقبول الرحمن خان

سیوہاروی نے ان کی ہجو میں ایک نظم لکھی ان کیلئے کچھ بددعائیں بھی دیں۔ اس نظم میں انہوں نے مجھ سے بھی مشورہ لیا۔ غرض اس کو میں نے مولانا مجید حسن مالک صاحب کو بطور شکایت خط لکھا۔ مولانا صاحب نے جواب دیا کہ وہ نظم آن پہنچی تو حضرت یہاں دفتر میں تشریف فرما تھے۔ انکو علم ہوگیا اور انہوں نے سختی سے شائع کرنے سے روک دیا۔ اگلے مہینے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سیوہارہ تشریف لائے تو میں نے کہا آپ نے ہماری نظم کو شائع ہونے سے کیوں روک دیا۔ فرمایا کہ ”میرے بھائی! میرے ساتھ جس کسی نے جو کچھ کیا ہے یا کوئی آئندہ کرے گا میں سب کو معاف کر چکا ہوں۔ آپ میری وجہ سے کسی کو برا بھلا نہ کہیں اور نہ کسی کیلئے بددعا کریں“۔

میرے والدین کے نکاح کے گواہ زندہ ہیں

مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ مولانا حبیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ جوکہ برسوں تک مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں درس حدیث دیتے رہے دورہ حدیث میں شریک تھے۔ کسی گستاخ نے ایک رقعہ بھیجا جس کا جواب حضرت نے دوسری نشست میں نہایت نرم وشائستگی سے دیا اور فرمایا کہ کسی دوست نے مجھ کو یہ رقعہ لکھا ہے کہ تو اپنے باپ سے نہیں ہے۔ تمام مجلس میں ہیجان برپا ہوگیا اور ہر طالب علم غیظ وغضب میں بھر گیا۔ آپ نے فرمایا: خبردار! کسی کو غصہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے میرا حق ہے کہ میں اس کی تسلی کر دوں۔

فرمایا: میں ضلع فیض آباد قصبہ ٹانڈہ محلہ الہدیٰ کا رہنے والا ہوں۔ اس وقت میرے والدین کے نکاح کے گواہ زندہ ہیں۔ خط بھیج کر یا جا کر سمجھ لیا جائے“۔ العظمۃ للہ۔ (بحوالہ: سوانح وافکار حضرت مولانا حسین احمد مدنی“۔ ص ۱۱۳۔ ۱۱۴)

اختلاف میں اعتدال کی راہ

حضرت مولانا محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ بانی جامعہ اشرفیہ لاہور نے فرمایا کہ حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری رحمۃ اللہ علیہ (بانی مدرسہ خیر المدارس ملتان)

اس بات کے راوی ہیں کہ جب وہ علامہ شبیر احمد عثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مرض الموت میں بیمار پرسی کیلئے گئے اور وہاں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ عثانی رحمۃ اللہ علیہ کے سیاسی اختلافات کا تذکرہ ہوا تو مولانا نے فرمایا کہ اس بارے میں مجھے اپنے اخلاص میں تو شک ہوسکتا ہے لیکن مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاص میں مجھے کوئی شبہ نہیں ہے۔ (بحوالہ: سوانح وافکار حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ ۔ص ۱۲۹)

مولانا سید محمد داؤد غزنوی اور مولانا حسین احمد مدنی رحمہما اللہ

صدر جمعیت اہل حدیث پاکستان نے کہا کہ حضرت مولانا حسین احمد مدنی کے انتقال پر ملال کی خبر پڑھی تو میں فرط غم سے کانپ اٹھا اور ہاتھوں میں رعشہ کی کیفیت طاری ہوگئی۔ انہوں نے کہا کہ مولانا حسین احمد مدنی علم وفضل میں تو ایک امتیازی درجہ رکھتے ہی تھے وہ ورع وتقویٰ اور اخلاص میں بھی بہت اُونچے مقام پر فائز تھے۔ وہ بہت مصروف تھے مگر نماز تہجد التزام کے ساتھ پڑھتے تھے۔ شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم وتربیت نے ان کو کندن بنادیا تھا۔ مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی موت علم کی موت ہے۔ ان کی موت سے نہ صرف ہندوستان کو نقصان پہنچا ہے بلکہ یہ پوری دنیا کا علمی وتحقیقی نقصان ہے۔ ''الصدیق'' ملتان جمادی الاولیٰ ۱۳۷۷ء۔

(بحوالہ: سوانح وافکار حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ ۔ص ۱۱۳۔ ۱۳۳)

☆......☆......☆

''ماہنامہ البلاغ'' سارے عالم اسلام میں جوڑ کا ذریعہ

نام رسالہ: ۔ ماہنامہ البلاغ۔ شوال ۱۴۱۴ھ۔ اپریل ۱۹۹۴

فنائیت باہمی رواداری کیلئے انتہائی ضروری

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی صاحب کے سلسلہ کی علامت فنا ہے

ہمارے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت حاجی امداد اللہ

مہاجر مکی صاحب قدس اللہ سرہ کے متعلقین اور ان کے مریدین کو اللہ تعالیٰ نے خصوصیت سے یہ چیز عطا فرمائی ہے۔ یعنی فنا اس لئے ان کے اندر حب جاہ نہیں ہوتا اور جس میں یہ چیز نہیں تو سمجھ لو کہ اس کا اس سلسلے سے تعلق یا تو صحیح نہیں ہے یا وہ تعلق بہت کمزور ہے اور جو اس سلسلے سے صحیح طور پر وابستہ ہے اس کی سب سے پہلی علامت یہ ہے کہ اس میں تکبر نہیں ہوگا، تعلیٰ نہیں ہوگی، دعویٰ نہیں ہوگا، اپنے کو اُونچا سمجھنے کا کہیں کوئی شائبہ نہیں ہوگا۔

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی فنائیت

واقعہ یاد آیا دیوبند میں ایک شادی کی تقریب تھی اور وہ ایسی تقریب تھی جو علماء کی شان کے خلاف سمجھی جاتی تھی حضرت شیخ الہند قدس اللہ سرہ اس تقریب میں تشریف فرما تھے کچھ لوگوں نے آ کر حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ جو کچھ ہو رہا ہے آپ اس کو روکتے نہیں؟ اس تقریب میں دوسرے بہت سے علماء بھی تھے جو سب کے سب حضرت شیخ الہند کے شاگرد تھے۔ چنانچہ آپ نے جواب میں فرمایا کہ اتنے بڑے بڑے علماء بیٹھے ہیں جب یہ بولتے نہیں تو میں کیا بولوں۔ گویا کہ آپ اپنے آپ کو یہ سمجھتے تھے کہ میں کچھ نہیں ہوں حالانکہ مسلم طور پر سب کے بڑے آپ ہی تھے۔

فنائیت کا دوسرا عجیب واقعہ

مدینہ منورہ کے مہاجر اور میرے ایک ہم سبق دوست مولانا مغیث الدین یوپی کے رہنے والے تھے اور پھر وہ یہاں سے عراق چلے گئے۔ ایک زمانہ دراز تک عراق میں رہے اور پھر وہاں سے مدینہ طیبہ ہجرت کر کے وہاں گمنامی کے ساتھ پڑ گئے۔ تیس پینتیس سال سے مدینہ طیبہ میں ہیں جب میں آخری مرتبہ مدینہ طیبہ حاضر ہوا تھا اس وقت وہ حیات تھے اور ان سے ملاقات ہوئی تھی۔ خدا کرے کہ اب بھی حیات ہوں ان کی عمر میری جیسی تھی۔ انہوں نے مجھے دیوبند میں ایک واقعہ سنایا تھا لیکن وہ ایسا عجیب وغریب واقعہ تھا کہ مجھے یہ خیال ہوا کہ کہیں اس میں کوئی مبالغہ تو نہیں ہے میری

یاد میں تو کوئی غلطی نہیں ہوگئی۔ چنانچہ اب کی مرتبہ جب مدینہ طیبہ میری حاضری ہوئی تو ان سے ملاقات کے وقت میں نے ان سے کہا کہ بھائی تمہاری روایت سے میں نے یہ واقعہ سنا تھا، میں آگے اس کو بیان کرتے ہوئے ڈرتا ہوں، اس لئے مجھے اس میں شبہ ہوا ہے کہ کہیں غلطی تو نہیں ہوگئی، یا کوئی مبالغہ تو نہیں ہوگیا اس لئے وہ پورا واقعہ دوبارہ سنادو، چنانچہ انہوں نے پھر وہ واقعہ سنایا۔

یہ مولانا معین الدین صاحب اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے جو اجمیر کے بہت بڑے عالم ہیں جن کا مدرسہ بھی مدرسہ معینیہ کے نام سے قائم ہے۔ اجمیر ہی کے رہنے والے تھے، بڑے علماء میں ان کا شمار ہوتا تھا مگر دیوبند کے بزرگوں سے ان کا کوئی تعلق نہیں رہا تھا اور ان کا تعلیم کا سلسلہ دوسرا تھا۔ ایک مرتبہ ان کو خیال آیا کہ یہ دیوبند کے اسٹیشن پر پہنچ گئے، اب کسی کو خبر نہیں کہ یہ آرہے ہیں اور نہ انہوں نے کبھی دیوبند دیکھا تھا۔ چنانچہ اپنا سامان اٹھا کر اسٹیشن سے باہر آگئے اور ایک تانگے والے سے کہا کہ بھائی یہاں کا جو سب سے بڑا عالم ہو مجھے وہاں لے جاؤ۔ تانگے والے نے کہا کہ ایک صاحب دیوبند میں جو بڑے مولانا صاحب کہلاتے ہیں اسی نام سے مشہور ہیں ان کا مکان بھی اسی نام سے مشہور ہے، یعنی بڑے مولانا صاحب کا مکان۔ انہوں نے فرمایا کہ بس مجھے انہی کے گھر پہنچادو۔ وہ بڑے مولانا صاحب حضرت شیخ الہند قدس اللہ سرہ تھے۔

مجھے یاد ہے کہ بچپن میں ہم سب انہیں "بڑے مولانا صاحب" کہا کرتے تھے۔ اس سے زیادہ لمبا چوڑا کوئی لقب نہیں تھا۔ دیوبند کے تانگے والے سب ان کو اسی نام سے جانتے تھے جس کو جانا ہوتا بس وہ کہہ دیتا کہ بڑے مولانا صاحب کے گھر پہنچادو اور مدرسے میں اسی نام سے جانے جاتے تھے۔ نہ مولانا نہ شیخ وغیرہ کوئی دوسرا لقب نہیں تھا۔ آج کل کے القاب کی حقیقت یہ ہے کہ جب ہمارے اندر کچھ نہ رہا تو ہمارے القاب لمبے چوڑے ہوگئے۔

بہر حال! تانگے والے نے ان کو ’’بڑے مولانا صاحب‘‘ کے گھر پہنچا دیا، یہ وہاں اتر گئے، وہاں انہوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ گرمی کی وجہ سے تہبند باندھے ہوئے کھڑا ہے اور کرتا اتارے ہوئے ہے، ننگا بدن ہے وہ یہ سمجھے کہ یہ بڑے مولانا صاحب کا کوئی نوکر ہے۔ چنانچہ انہوں نے ان سے کہا کہ میرا یہ سامان رکھو اور بڑے مولانا صاحب کو میرے آنے کی اطلاع کردو کہ میں ملنے کیلئے آیا ہوں۔ وہ خود حضرت شیخ الہند تھے، سمجھ گئے۔ چنانچہ انہوں نے کہا کہ بہت اچھا آپ تشریف لائیے، چنانچہ ان کو اندر بٹھایا، گرمی کا زمانہ تھا، اس لئے پنکھا جھلنے کیلئے کھڑے ہو گئے اور ٹھنڈا پانی پلایا، انہوں نے پھر کہا کہ میں بڑے مولانا صاحب سے ملنے کیلئے آیا ہوں ان کو اطلاع کردو۔ جواب میں فرمایا کہ گرمی کا موسم ہے آپ تھوڑا سا آرام فرمالیں میں ابھی اطلاع کردیتا ہوں۔ اب حضرت والا گھر کے اندر سے ٹھنڈا پانی اور شربت لے کر آئے اور آکر فرمایا کہ ہاں بڑے مولانا صاحب کو اطلاع ہوگئی ہے ان شاء اللہ آپ کی ان سے ملاقات ہوجائے گی۔ پھر جب کھانے کا وقت آیا تو خود لاکر کھلا دیا، جب کھانا بھی کھالیا تو پھر پوچھا کہ بڑے مولانا صاحب کہاں ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ آپ فکر نہ کریں ملاقات ہوجائے گی۔ گرمی کا موسم تھا، اس لئے کھانا کھلا کر بستر پر لٹایا اور خود پنکھا جھلنا شروع کردیا، وہ بیچارے تھکے ماندے تھے انہیں نیند آگئی، حضرت والا دوپہر بھر پنکھا جھلتے رہے، جب ظہر کی اذان ہوئی تو اس وقت ان کی آنکھ کھلی تو اب وہ بہت پریشان ہوئے اس لئے کہ ان کا ارادہ یہ تھا کہ بڑے مولانا صاحب سے ملاقات کرکے ظہر کے بعد کی گاڑی سے واپس ہوجائیں گے، اب وہ ناراض ہوگئے کہ تمہیں اتنی دیر سے کہہ رہے ہیں کہ بڑے مولانا صاحب کو خبر کردو تم نے ان کو اب تک اطلاع نہیں کی، مجھے تو اب واپس جانا ہے اب حضرت نے فرمایا کہ یہاں کوئی مولانا صاحب تو رہتے نہیں ہیں البتہ ’’بندہ محمود‘‘ تو میرا ہی نام ہے تب حقیقت کھلی

اور وہ پیروں میں پڑ گئے، فرمایا کہ آپ نے غضب کر دیا، پہلے سے نہیں بتایا۔

بہر حال! پہلے پہل دیوبند کا ایک ہی مولانا دیکھا جو اس شان کا دیکھا۔ چنانچہ پھر عمر بھر یہ کہتے تھے کہ علماء دیوبند تو واقعی علماء دیوبند ہیں۔

(بحوالہ: ماہنامہ البلاغ۔ شوال ۱۴۱۴ھ۔ اپریل ۱۹۹۴۔ ص: ۳۴ تا ۳۷)

☆......☆......☆

پاکستان کے ابتدائی دور میں یہاں فرقہ واریت نہیں تھی

نام رسالہ: ۔ ماہنامہ البلاغ

شعبان المعظم ۱۴۳۴ھ۔ جون ۲۰۱۳ء

(مولانا فضل الرحمٰن)

دشمن عناصر کی سازشوں کا بڑا حصہ یہ بھی ہے کہ ہمیں آپس میں لڑوایا جا رہا ہے، اپنے لوگوں کا سادہ لوح ہونا بھی ہے اور دشمنوں کی سازشیں بھی، ورنہ جب پاکستان بنا تھا اس وقت یہاں فرقہ واریت کا نام و نشان نہیں تھا۔ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ پاکستان کے بانیوں میں شامل تھے، قائد اعظم محمد علی جناح مرحوم ان کو اپنا باپ کہا کرتے تھے، میرے والد ماجد مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کے رفیق خاص تھے۔ مولانا ظفر احمد عثمانی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ جن کے علم حدیث کا لوہا عالم عرب بھی مانتا ہے قائد اعظم مرحوم کے کہنے پر ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو انہوں نے ڈھاکہ میں اور شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے قائد اعظم مرحوم ہی کی خواہش پر دار الحکومت کراچی میں پاکستان کا جھنڈا لہرایا تھا۔ ان بزرگوں اور دیگر مسالک کے علماء کے درمیان باہمی اتحاد و اتفاق تھا۔ میرے سامنے کے مناظر ہیں کہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جلسہ ہوتا تھا، ایک ہی گاڑی مولانا احتشام الحق تھانوی صاحب، ابن الحسن جارچوی صاحب، حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا

عبدالحامد بدایوانی صاحب کو جلسہ گاہ لے جاتی تھی اور ان مختلف المسالک حضرات کی ایک ہی سٹیج پر سیرت طیبہ پر تقریریں ہوتی تھیں۔ یہ میرے سامنے کے واقعات ہیں، اب تو ان واقعات کو دیکھنے والے بھی بہت کم رہ گئے ہیں، اس لئے میں اپنی ذمہ داری سمجھتا ہوں کہ آنے والی نسلوں کے سامنے یہ تاریخ رکھی جاتی رہے۔

مسلمانوں میں پھوٹ...... ہماری بدنصیبی

اسلام نے مسلمانوں کی پھوٹ کو کبھی برداشت نہیں کیا مگر بہت افسوسناک بات یہ ہے کہ اہل پاکستان آج دیوبندی، بریلوی، مقلد، غیر مقلد، شیعہ اور سنی کے جھگڑوں اور فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ آج مساجد بھی انہی فرقوں کے نام سے پہچانی جاتی ہیں۔ ہر مسجد کا ماحول مختلف ہے، مساجد میں ایک دوسرے کے خلاف باتیں کی جاتی ہیں۔ یہ ہماری بدنصیبی ہے کہ ہم اسلام کے نام پر اسلام کی بنیادیں کھود رہے ہیں۔ درحقیقت یہ اسلام کی تعمیر نہیں بلکہ اسلام کی تخریب ہے۔ اسلام نے مسلمانوں کے افتراق اور ان کی پھوٹ کو کسی حال میں برداشت نہیں کیا۔

پھوٹ سے بچنے کا اہتمام

اسلام نے مسلمانوں کو آپس کی پھوٹ سے بچانے کا کتنا اہتمام کیا ہے اور اس کی خاطر کتنی دور اندیشی سے کام لیا ہے اس کی چند مثالیں میں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں:

(۱) حطیم کو بیت اللہ میں شامل نہ کرنا

بیت اللہ شریف حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے تعمیر کیا تھا اور موجودہ حطیم کا کچھ حصہ بیت اللہ شریف میں شامل تھا۔ عرب لوگ اس کی پوری تعظیم کرتے تھے، قریش مکہ کو یہ اعزاز حاصل تھا کہ کعبہ شریف کے یہ پاسبان تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نوجوانی کے دور میں قریش مکہ نے بیت اللہ شریف کی تعمیر جدید کی اور یہ طے کیا کہ اس میں حلال پیسہ ہی لگائیں گے مگر جب تعمیر

کرنے لگے تو پیسے کم پڑے گئے اس لئے انہوں نے کعبہ شریف کی لمبائی اور چوڑائی میں کمی کردی اور دو دروازوں کے بجائے ایک دروازہ رکھ دیا۔

جب مکہ مکرمہ فتح ہوا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اقتدار پورے جزیرہ نمائے عرب پر چھا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اگر تیری قوم نئی مسلمان ”حدیث العہد بالاسلام“ نہ ہوتی (یعنی اگر وہ تازہ تازہ اسلام لائے ہوئے نہ ہوتے) تو میں اس بیت اللہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں کے مطابق تعمیر کرتا (لیکن چونکہ لوگ نئے نئے مسلمان ہوئے ہیں اس لئے خطرہ ہے کہ اگر میں اسے منہدم کر کے حطیم والا وہ حصہ شامل کروں گا تو نئے مسلمانوں میں کچھ لوگ بے چینی کا شکار ہوں گے جس سے مسلمانوں میں پھوٹ کا اندیشہ ہے)۔

(بخاری، باب من ترک بعض الاختیار مخافة ان یقصر فھم بعض الناس، الخ رقم الحدیث ۱۲۶، مسلم رقم الحدیث ۱۳۳۳)

آپ ذرا غور فرمائیں کہ کعبہ شریف قیامت تک کے مسلمانوں کا قبلہ ہے اور ہم پانچوں وقت اسی کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے ہیں، حج کا مرکز بھی وہی ہے اس کو نامکمل چھوڑ دیا اور آج تک بیت اللہ شریف کی تعمیر اسی طرح نامکمل چلی آ رہی ہے۔ اس کو صرف اس لئے برداشت کیا گیا کہ مسلمانوں میں پھوٹ نہ پڑ جائے۔ مسلمانوں کی پھوٹ کو کسی حالت میں برداشت نہیں کیا گیا۔ آج بیت اللہ شریف سے بڑھ کر عظمت والی کوئی دوسری مسجد نہیں ہو سکتی لیکن آج مسجد مسجد میں جھگڑے ہیں اور شرمناک بات یہ ہے کہ یہ جھگڑے دین کے نام پر ہو رہے ہیں، لوگ مرنے مارنے کیلئے تیار ہو جاتے ہیں قتل و قتال پر بھی تیار ہو جاتے ہیں۔

(۲) عید کی نماز میں سجدہ سہو معاف ہونا

اس سلسلے کی ایک اور مثال یہ ہے کہ آپ حضرات کو معلوم ہے کہ نماز میں اگر کوئی واجب چھوٹ جائے تو سجدہ سہو واجب ہوتا ہے لیکن عیدین کی نماز کے بارے میں

فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ اگر ایسا ہو جائے تو سجدہ سہو نہ کیا جائے۔ وجہ یہ بتاتے ہیں کہ نماز عید میں اجتماع بہت بڑا ہوتا ہے اور عید کی نماز کا طریقہ عام نمازوں سے کچھ مختلف بھی ہے اس میں اگر سجدہ سہو کیا جائے گا تو بہت سے وہ لوگ جو پوری طرح مسائل سے واقف نہیں ہوتے وہ الجھن کا شکار ہو جائیں گے کوئی سجدہ کرے گا، کوئی سلام پھیرے گا، کوئی کھڑا ہو جائے گا، پھر آپس میں جھگڑا ہوگا، کچھ لوگ امام کے سر ہو جائیں گے کہ تم نے ہماری نماز خراب کر دی۔ تو شریعت نے امت کو جھگڑے سے بچانے کیلئے یہ حکم دیا کہ یہاں سرے سے سجدہ سہو کرو ہی نہیں۔

(۳) بعض حالات میں نماز جنازہ مسجد میں پڑھنے کی اجازت

تیسری مثال یہ ہے کہ نماز جنازہ مسجد میں پڑھنے کی عام حالات میں اجازت نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں بھی مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بجائے باہر ایک جگہ نماز جنازہ ہوتی تھی۔ مسئلہ اب بھی یہی ہے کہ نماز جنازہ مسجد میں نہ پڑھی جائے لیکن فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ اگر نماز جنازہ کیلئے جگہ ایسی ہو کہ لوگوں کا راستہ رکتا ہو تو پھر مسجد میں ہی پڑھ لی جائے۔ اگرچہ نماز جنازہ میں صرف چند منٹ ہی لگتے ہیں لیکن ایسی جگہ نماز جنازہ پڑھنے سے اس لئے منع کیا گیا کہ راستہ بند ہونے کی وجہ سے کہیں لوگوں میں لڑائی جھگڑا نہ ہو جائے تو اسلام میں مسلمانوں کی پھوٹ کو کسی حالت میں بھی برداشت نہیں کیا گیا۔

آج ہم پھوٹ اور افتراق کا شکار ہیں

آج ہم پھوٹ اور افتراق کا شکار ہیں اور یہ پھوٹ صرف فرقوں کے نام پر ہی نہیں ہے بلکہ لسانیت کی بنیاد پر بھی ہے، پختون، پنجابی، سندھی، بلوچی اور مہاجر کے نام پر قوم کو تقسیم کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔ سیاسی بنیادوں پر پھوٹ کی تو کوئی انتہاء نہیں ہے کتنی سیاسی جماعتیں ہیں ہر جماعت یہ کہتی ہے کہ میں پاکستان کی علمبردار ہوں اور قوم کی ہمدرد ہوں اور دوسرے سب نا اہل اور بد دیانت ہیں،

اسلام نے اس طرح کے کاموں کی کبھی اجازت نہیں دی اور یہ اسلام اور پاکستان کی خدمت نہیں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس میں اسلام دشمن اور ملک دشمن عناصر کی سازشوں کا بڑا حصہ ہے۔ آج دشمن عناصر پہلے ایک فرقہ کے لوگوں کو نشانہ بناتے ہیں اور پھر دوسرے وقت میں وہی دوسرے فرقے کے لوگوں کو نشانہ بناتے ہیں تا کہ ان کے درمیان فتنہ فساد پیدا ہو۔ ہمارے ملک میں غیر ملکی سازشیں کارفرما ہیں اور اپنوں کی سادہ لوحی بھی رنگ دکھا رہی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان سازشوں کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ کاش ہماری حکومت اس سلسلے میں کوئی مثبت کام کر سکے اور صحیح معنوں میں لوگوں کو نظریہ پاکستان پر مجتمع کر سکے اور اللہ تعالیٰ نے پاکستان کو جو ایٹمی طاقت دی ہے اس کو مزید ترقی دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ ''وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العلمین''۔

(بحوالہ: نام رسالہ:۔ ماہنامہ البلاغ شعبان المعظم ۱۴۳۴ھ۔ جون ۲۰۱۳ء۔ ص: ۲۲ تا ۲۵)

☆......☆......☆

عصبیت کی خوفناک بیماری

نام رسالہ:۔ ماہنامہ البلاغ

شعبان المعظم ۱۴۳۴ھ۔ جون ۲۰۱۳ء۔ ص: ۳۱ تا ۳۶

گزشتہ تفصیل سے یہ معلوم ہوا کہ اپنی قوم، اپنی نسل، اپنے علاقہ یا اپنے افراد و اشخاص کی نمائندگی کرنے میں بذات خود کوئی قباحت نہیں، خرابی یہاں سے آتی ہے کہ وہ نمائندہ بدکردار، خودغرض اور خائن ہو۔ یا اپنی نسل، اپنی قوم کیلئے عصبیت کا راستہ اختیار کرے یعنی حق اور ناحق دیکھے بغیر ہر حال میں اپنی نسل کے افراد اور اپنی قوم کے لوگوں کا ہی ساتھ دے۔ اسے ''عصبیت'' (عصبہ: کسی شخص کے قریب ترین نسبی رشتہ داروں کو کہا جاتا ہے اسی لئے علم میراث میں عصبہ بنفسہ، عصبہ بغیرہ، عصبہ مع غیرہ

کی تفصیلات ملتی ہیں اور حق ناحق دیکھے بغیر اپنے قریبی نسبی یا نسلی یا ایک زبان بولنے والے افراد کا ہر حال میں ساتھ دینا ''عصبیت'' کہلاتا ہے۔ جس کے حرام ہونے پر سب علماء کا اتفاق ہے) کہا جاتا ہے کہ یہ حرام ہے، گناہ کبیرہ ہے، عصبیت میں مبتلا شخص فاسق ہے اور احادیث میں اس کی سخت مذمت بیان کی گئی ہے۔

اگر کوئی شخص اپنے خاندان، اپنی نسل، اپنے علاقہ اور اپنی زبان بولنے والے افراد سے طبعی محبت رکھتا ہو تو اس محبت میں کوئی گناہ نہیں لیکن اگر یہی شخص اس طبعی محبت میں نہ حق دیکھتا ہو نہ ناحق، اسے ظالم کی پہچان ہو نہ مظلوم کی۔ بلکہ ہر حال میں اپنی زبان، اپنی نسل، اپنے قبیلہ کا ساتھ دے تو وہ سخت گنہگار ہے ایسے شخص کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث بہت سخت ہیں جن میں سے کچھ یہاں تحریر ہیں:

عصبیت حرام اور گناہ کبیرہ ہے

> ۱۔ صحیح مسلم کی ایک روایت کا حصہ ہے اور جس نے اندھے جھنڈے کے نیچے لڑائی لڑی (یعنی جس میں حق اور ناحق کا کچھ پتہ نہ تھا) وہ عصبیت کیلئے غضبناک ہوا، عصبیت کی طرف اس نے دعوت دی یا اس نے عصبیت کی مدد کی پھر وہ قتل کر دیا گیا تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہے۔

(صحیح مسلم، بحوالہ مشکوۃ، کتاب الامارۃ، مرقاہ، ص: ۲۰۲۔ ج ۷)

۲۔ حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عصبیت کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ یہ کہ تم ظلم میں اپنی قوم کی مدد کرو۔ (مشکوۃ، باب المفاخرۃ والعصبیۃ، مرقاۃ ص ۱۸۵، ج ۹)

۳۔ ابوداؤد ہی کی روایت ہے: ''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ شخص ہم (مسلمانوں) میں سے نہیں جو عصبیت کی طرف لوگوں کو بلائے وہ شخص ہم میں سے

نہیں جو عصبیت پر لڑائی کرے اور وہ شخص بھی ہم میں سے نہیں جس کی موت عصبیت پر آئے"۔ (مشکوۃ، مرقاۃ۔ص:۱۸۸، ج۹)

۴۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے اپنی قوم کی ناحق مدد کی اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو اس اونٹ کو جو کنویں میں گر گیا ہو دم سے کھینچ کر باہر نکالنا چاہے۔
(مشکوۃ۔ مرقاۃ، ص:۱۸۷ ج۹)

تشریح

جو اونٹ کنویں میں گر گیا ہو اسے دم سے کھینچ کر باہر نکالنے کی کوشش نہ اونٹ کیلئے فائدہ مند ہے نہ کھینچنے والوں کو اس کا کوئی فائدہ ہے بلکہ دونوں کیلئے نقصان دہ ہے۔ اس میں وقت اور محنت کا ضیاع ہے۔ اسی طرح جو شخص عصبیت کے معاملہ میں اپنی قوم کی ناحق مدد کرے وہ قوم کو تو کیا عصبیت کے گڑھے سے نکال سکے گا؟ امکان یہ ہے کہ خود بھی کنویں میں گر کر ان کے ساتھ ہلاک ہوگا۔

۵۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو لوگ اپنے مرے ہوئے آباء و اجداد پر فخر کرتے ہیں وہ باز آجائیں، ان کے (کافر) آباؤ و اجداد جہنم کا کوئلہ ہیں ورنہ یہ فخر کرنے والے لوگ اللہ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ ذلیل ہیں جتنا وہ پاخانہ کا کیڑا جو گندگی کو اپنی ناک سے دھکیلتا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے تم سے دور جاہلیت کی نخوت (وتکبر) اور اپنے آباء و اجداد پر فخر کو ختم کر دیا ہے۔ اب یا تو متقی مؤمن ہے یا بدبخت فاجر آدمی۔ سب حضرت آدم (علیہ السلام) کے بیٹے ہیں اور حضرت آدم کو مٹی سے پیدا کیا گیا تھا۔ (مشکوۃ مرقاۃ۔ص:۱۸۳، ج۹)

تشریح

حدیث شریف میں جو مثال بیان کی گئی وہ بڑی عجیب ہے۔ جس طرح پاخانہ کا کیڑا گندگی میں رہتا ہے اور اپنی ناک سے گندگی کو دھکیل کر زندگی گزارتا ہے اسی

طرح عصبیت کی فضا میں رہنے والا، عصبیت کی حمایت کرنے والا، عصبیت کیلئے لڑنے والا، عصبیت کی گندگی میں خوش رہتا ہے، کاش اسے اندازہ ہوتا کہ گندگی سے دور تقویٰ کی فضا کتنی پر مسرت اور انسانیت کیلئے کتنی روح پرور ہے۔

اس حدیث شریف کے آخر میں ایک حقیقت یہ ارشاد فرمائی گئی ہے کہ سب انسان چاہے وہ گورے ہوں یا کالے، لمبے ہوں یا پستہ قد، افریقن ہوں یا امریکن، ایشیا کے لوگ ہوں یا یورپ کے، بلوچی ہوں یا سندھی، پٹھان ہوں یا پنجابی، ایک زبان بولتے ہوں یا دوسری اور تیسری سب ایک ہی باپ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا گیا تھا (اب بھی انسان کی بنیادی غذا مٹی سے حاصل ہونے والی پیداوار ہے، اسی کو کھاتا ہے اور پھر اس کا جسم بالآخر مٹی ہی میں مل جاتا ہے) حدیث شریف میں بیان کردہ یہ حقیقت قرآن مجید سے لی گئی ہے۔ سورۃ الحجرات میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"یاایھا الناس انا خلقنکم من ذکروانثی وجعلنکم شعوباً و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم ان اللہ علیم خبیر"

"اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت (حضرت آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام) سے پیدا کیا ہے اور ہم نے تمہیں قوموں اور خاندانوں میں تقسیم کیا تاکہ ایک دوسرے کو پہچان سکو، بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے معزز وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے"۔ (سورۃ الحجرات آیت ۱۳)

لہٰذا ہر نمائندہ، ہر مسلمان بلکہ ہر انسان کیلئے لازم اور ضروری ہے کہ وہ نسل، علاقہ، قبیلہ، زبان اور رنگ کی بناء پر فیصلہ نہ کرے بلکہ حق اور باطل کی بناء پر انسانوں میں عدل و انصاف قائم کرنے کی پوری کوشش کرے۔

اگر کہیں جھگڑا ہو رہا ہو اور حق و باطل دیکھے بغیر پنجابی، پنجابی کا ساتھ دے، پٹھان

پٹھان کی مدد کرے، بلوچ بلوچی کیلئے کھڑا ہو، سندھی سندھی کیلئے، سرائیکی سرائیکی کیلئے، مہاجر مہاجر کیلئے تو یہ عصبیت ہے اور حرام ہے ایسی صورت حال میں ہر مسلمان بلکہ ہر انسان کیلئے ضروری ہے کہ وہ جھگڑے کو رد کرے اور تحقیق کی جائے کہ کس نے کس کا کتنا حق مارا ہے پھر ظالم سے لے کر مظلوم کو اس کا حق دلوایا جائے تا کہ اللہ تعالیٰ کی اس زمین پر انصاف قائم ہو اور عدل و انصاف کی حکمرانی ہو کیونکہ زمین پر عدل و انصاف قائم کرنا فرض کفایہ ہے جو امت مسلمہ کی شرعی ذمہ داری ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو عصبیت سے محفوظ رکھیں اور عدل و انصاف کے قیام کیلئے شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے اپنی ہی پوری کوشش کی توفیق عطا فرمائیں۔ "و آخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین "۔

(بحوالہ: ماہنامہ البلاغ شعبان المعظم ۱۴۳۴ھ۔ جون ۲۰۱۳ء۔ ص: ۳۱ تا ۳۶)

☆......☆......☆

نشتر پارک میں بے گناہ افراد کی شہادت

نام رسالہ :۔ ماہنامہ البلاغ

شعبان المعظم ۱۴۲۷ھ۔ مئی ۲۰۰۶ء

حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب (استاذ الحدیث جامعہ دار العلوم کراچی)

حمد و ستائش اس ذات کیلئے ہے جس نے اس کارخانہ عالم کو وجود بخشا اور درود و سلام اسکے آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جنہوں نے دنیا میں حق کا بول بالا کیا پچھلے کئی سال سے نادیدہ عناصر کی طرف سے مقتدر دینی شخصیات، مساجد و مدارس اور مذہبی اجتماعات کے خلاف دہشت گردی کے واقعات کا ایک تسلسل قائم ہے اور آئے دن اس کی ہولناکی میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے، یوں تو ملک کے ہر حصے میں امن و امان کی حالت ناقابل اطمینان ہے لیکن دیگر علاقوں کے نسبت کراچی کے در و بام اور شب و روز سب سے زیادہ ابتری کا شکار ہیں اور یہ شہر جو کبھی امن و امان کا گہوارہ تھا،

اب بدامنی، قتل و غارت، اغوا اور ڈاکہ زنی کے لگاتار واقعات اور دہشت گردی کے خوفناک اور تسلسل کے ساتھ ہونے والی وارداتوں کی وجہ سے عجیب بے کیفی کا شکار ہے اور ان بدتر حالات کو دیکھتے ہوئے یہ محسوس نہیں ہوتا کہ یہاں پولیس اور امن و امان قائم کرنے والے اداروں کا کوئی وجود بھی ہے پھر حیرت اور فکرمندی کے ساتھ مجرمانہ ذہنیت کی کارگزاری ہے اور اس کیلئے پیشگی طور پر بھرپور تیاری کی گئی ہے۔

۱۲ ربیع الاول ۱۴۲۷ھ مطابق ۱۱ اپریل ۲۰۰۶ء کا سانحہ بھی اس طرح کی مجرمانہ اور منظم منصوبہ بندی کا شاخسانہ معلوم ہوتا ہے اور یہ نہایت تشویش کی بات ہے کہ جس طرح حکومت کی کوئی ایجنسی اس سے پہلے ان سنگین قاتلانہ حملوں کا ابھی تک سراغ نہیں لگا سکی ہے جن میں مولانا محمد یوسف لدھیانوی، مولانا نظام الدین شامزئی جیسی بلند پایہ شخصیات اور جامعہ فاروقیہ، جامعہ بنوریہ، نیز مختلف مساجد و مدارس سے وابستہ بہت سے مقتدر علماء و مشائخ شہید کئے گئے یہ سب حضرات ملک و ملت کا قیمتی اثاثہ تھے لیکن ان کے قاتل اب تک دریافت نہیں ہو سکے، نشتر پارک کی حالیہ ہولناک اور تباہ کن واردات کا بھی جبکہ دو عشرے پورے ہونے کو ہیں اور بقول سرکاری ترجمان کے، صوبائی اور وفاقی ایجنسیاں سرگرمی سے مجرموں تک پہنچنے کی کوششوں میں مصروف ہیں لیکن اطلاعات کے مطابق ابھی تک صرف خیالی مفروضوں پر کام ہو رہا ہے اور حقائق تک رسائی کیلئے کوئی مستحکم بنیادیں یا ایسے سنگ میل دستیاب نہیں ہو سکے ہیں جن سے واضح طور پر دہشتگردوں کی نشاندہی ہوتی ہو، نشتر پارک کا سانحہ بلاشبہ مجرمانہ منصوبہ بندی کا ہولناک واقعہ ہے جس میں پچاس سے زیادہ بے گناہ حضرات جن میں بہت سے علماء بھی تھے خوفناک بم حملے میں شہید کئے گئے جبکہ سو سے زیادہ زخمی ہوئے جن کی ایک بڑی تعداد اب بھی ہسپتالوں میں ہے۔

۱۲ ربیع الاول کو میلاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مناسبت سے ملک کے بڑے بڑے شہروں میں مختلف تنظیموں کی طرف سے جلسے جلوسوں کا معمول ہے اس سال ناموس رسالت کے خلاف یورپی ذرائع ابلاغ کی طرف سے حالیہ توہین آمیز مہم جوئی

کے ردعمل میں مسلمانان پاکستان کی طرف سے زیادہ جوش وخروش اور بھرپور ردعمل کا اظہار تھا۔ چنانچہ ۱۲ ربیع الاول کے دن کراچی میں خاص طور پر عقیدت ومحبت کے اظہار کیلئے جگہ جگہ سے جلوس نشتر پارک گئے تھے جہاں ایک بڑے جلسے کے انعقاد کا اعلان کیا گیا تھا جلسے کے دوران مغرب کی نماز کا وقت ہوگیا تھا کہ اسٹیج پر خوفناک دھماکہ ہوا اور حاضرین جو نماز مغرب کی ادائیگی میں مشغول تھے ان کی ایک بڑی تعداد لقمہ اجل بن گئی، ان میں بطور خاص سنی تحریک کے صف اول کے قائدین بھی تھے اور جماعت اہل سنت کے ذمہ داران بھی جبکہ سماجی کارکنان میں سے بھی بعض معروف حضرات اس دھماکہ کا شکار ہوئے۔ ”انا للہ وانا الیہ راجعون“

اس طرح کے واقعات میں بالعموم قرب وجوار کے بے گناہ لوگوں کی شامت آجاتی ہے اور جوابی دہشت گردی میں قومی اور شخصی املاک نذر آتش کردی جاتی ہیں نشتر پارک کی اس واردات کے بعد بھی یہ تکلیف دہ صورتحال پیدا ہوگئی کہ آس پاس کی دکانوں، گاڑیوں اور پیٹرول پمپوں کو آگ لگادی گئی اور شہر کی فضاء میں ایک طرف غم وصدمے کی جبکہ دوسری طرف خوف اور دہشت کی دھند چھا گئی احتجاجی ہڑتال اور سوگ کی وجہ سے تین دن تک شہری زندگی معطل رہی، اس کا اندازہ نہیں ہوسکا کہ قومی اور شخصی املاک کو نقصان پہنچانے والے اور انہیں نذر آتش کرنے والے جلسہ کے شرکاء تھے یا خود دہشت گردوں نے اس آتش زنی کی بھی منصوبہ بندی کرلی تھی تاکہ شہر میں افراتفری کی فضاء پیدا کرکے قانون نافذ کرنے والے اداروں کو الجھادیا جائے اور واردات کے سرغنوں کا کوئی نشان دریافت نہ ہوسکے، جلسہ سیرت کے شرکاء کے بارے میں تو یہ بدگمانی نہیں ہوسکتی کہ مسلمانوں کی جان ومال اور عزت وآبرو کی حرمت سے ہر وہ شخص اچھی طرح آگاہ ہے جو اپنے دل میں ایمان اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کی ذرا سی بھی رمق رکھتا ہو، اس طرح کے واقعات میں یہ مجرمانہ طرز عمل اپنی نوعیت کا پہلا واقعہ نہیں ہے۔ جس کے جانے پہچانے چہرے حکومت کے نوٹس میں نہ

ہوں لیکن ملک کے طول وعرض میں پیش آنے والی ان گنت وارداتوں کے بعد قومی اور ذاتی املاک کی تباہی و بربادی میں پیش پیش انتہا پسند اور جرائم پیشہ افراد کا مؤثر تعاقب کبھی بھی نہیں ہوا کہ ان کو عبرتناک سزا ہوتی اور آئندہ کیلئے اس طرح کے سرغنوں کو گرفتار کرنے اور ان کے خلاف مؤثر کارروائی کی بجائے پولیس کی طرف سے صرف بے گناہ راہ گیروں کو دھر لیا جاتا ہے تاکہ ”فرض شناسی“ کا کچھ بھرم رہ جائے۔

۱۲ ربیع الاول کے اس سانحے کے بعد حسب معمول بالاترین سطح سے لے کر نچلی سطح تک کے حکومتی اور ریاستی ذمہ داروں نے اس سنگین واردات کے سرغنوں کو پکڑنے اور انہیں کیفر کردار تک پہنچانے کے زور وشور سے اعلانات کئے، کمیٹیاں بنائیں، واردات کے امکانی محرکات پر غور کیا، اخباری رپورٹوں کے مطابق بعض علاقوں سے شبہ کی بناء پر کچھ گرفتاریاں بھی کی گئیں لیکن حالات سے ایسا نظر آتا ہے کہ اس معاملے میں کوئی خاص اطمینان بخش پیش رفت نہیں ہوسکی ہے اور سابقہ دیگر سنگین وارداتوں کی طرح وقت گزرنے کیساتھ ساتھ شاید یہ سانحہ بھی بھولا بسرا ہوکر رہ جائے گا اور شہر کے چپے چپے میں قیمتی جانوں کا لہو ایوان حکومت کے شب و روز اور حکومت و ریاست کی کرسیوں پر رونق افروز شاہان وقت کے معمولات زندگی میں کوئی بھنگ نہیں ڈال سکے گا ـــ

کیا زمانہ میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

مفتی اعظم کی مرحومین کیلئے دعائے مغفرت

صدر دارالعلوم کراچی حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب نے اپنے جمعہ کے خطاب میں اس سانحہ پر اپنے شدید صدمہ اور دکھ کا اظہار کیا۔ آپ تعزیت کیلئے دارالعلوم امجدیہ اور حافظ تقی صاحب مرحوم کے گھر بھی تشریف لے گئے۔ پسماندگان و متاثرین سے اس ہولناک سانحہ پر ہمدردی کا اظہار فرمایا مرحومین کیلئے دعائے مغفرت اور پسماندگان کیلئے صبر جمیل کی دعا فرمائی۔

حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم کے تعزیتی خطاب کا لب لباب اس شمارے میں شامل اشاعت ہے، اپنے اس خطاب میں صدر جامعہ دارالعلوم نے جہاں اس ہولناک سانحے کی سنگینی اور اس سے ہونے والے نقصانات کی طرف توجہ دلائی ہے، وہاں اس بنیادی محرک کی بھی نشاندہی فرمائی ہے، جو اس طرح کے ہولناک اور پے درپے واقع ہونے والے دہشت گردانہ واقعات کے پیچھے کارفرما ہے، دہشتگردی کی یہ خوفناک وارداتیں اور المناک قومی سانحات جس طرح پیش آرہے ہیں اور حیرت انگیز طور پر جن کا کوئی سراغ بھی نہیں ملتا، یہ سنگین واردات طے شدہ اہداف کیلئے باقاعدہ منصوبہ بندی پر مبنی بڑی معنی خیز بات ہے جس کو فرقہ وارانہ منافرت قرار دینا اپنی ذمہ داری سے فرار اور بنیادی حقیقت کو غیر ذمہ دارانہ بیانات کی دھول میں اڑانے کا غیر معقول طرز فکر ہے۔ کاش بالائی طبقہ کا کوئی بندہ مومن عالمی جبر کے سامنے زیر ہونے کے بجائے، ملی غیرت وحمیت کا چراغ لئے منحوس سائے کا موثر تعاقب کرے تو اس طرح کے سانحات کا سد باب ہوسکے گا اور یہ اس کا ملک وملت پر بڑا احسان ہوگا۔

مولائے کریم وطن عزیز اور ابنائے وطن پر رحم فرمائے اور ملک وبیرون ملک سازشوں سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین! (۲۸ ربیع الاول ۱۴۲۷ھ)

(نام رسالہ: ماہنامہ البلاغ۔ شعبان المعظم ۱۴۲۷ھ۔ مئی ۲۰۰۶ء۔ ص: ۳ تا ۶)

☆……☆……☆

نشتر پارک شہدا……مفتی اعظم کی دعائے مغفرت

(نام رسالہ: ۔ ماہنامہ البلاغ۔ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ۔ مئی ۲۰۰۶ء۔ ص: ۲۳ تا ۲۷)

۱۲ ربیع الاول کے دن نشتر پارک کا سانحہ المناک قوی سانحات میں سے ایک ہے، جس پر صدر دارالعلوم حضرت مولانا

> مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب نے سانحے کے بعد جمعہ کے خطاب میں اظہار خیال فرمایا اس خطاب میں شہید اور زخمی ہونے والوں کیلئے دعائے مغفرت اور اظہار رنج والم کے علاوہ ان چشم کشا حالات کی بھی نشاندہی کی ہے جن کا عالم کفر کی طرف سے مسلمانوں کو سامنا ہے۔ اس معرکہ میں مسلمانوں کی کامیابی ان ہدایات پر عمل کرنے میں ہے جن کی تعلیم ان جیسے حالات میں قرآن کریم نے دی ہے۔ مولائے کریم ہم سب کو ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! (ادارہ)

اس وقت پوری امت اور عالم اسلام پر جو وقت آیا ہوا ہے وہ انتہائی صبر آزما بھی ہے اور تشویشناک بھی، عالم کفر عالم اسلام پر حملہ آور ہے اور دو تہذیبوں کی جنگ شروع ہو چکی ہے، مغربی ممالک کے بے رحم حکمران لاکھ مرتبہ کہیں کہ یہ دو تہذیبوں کی جنگ نہیں ہے لیکن ان کا اپنا عمل بتلا رہا ہے کہ یہ دو تہذیبوں کی جنگ ہے ادیان کی جنگ ہے اور عالم کفر عالم اسلام کو شکست دینے اور اسے تباہ و برباد کرنے کیلئے بہت سارے محاذوں پر کام کر رہا ہے۔ ایک محاذ عسکری اور فوجی ہے جو افغانستان، کشمیر، فلسطین اور عراق میں مسلمانوں کے خلاف کھلا ہوا ہے۔

دوسرا محاذ میڈیا اور ذرائع ابلاغ کا ہے جو کہ اسلام کے خلاف زہر اگل رہا ہے۔ تاجدار دو عالم سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس میں بدترین گستاخی کی گئی، عالم کفر نے اس پر وہ ردعمل بھی ظاہر نہیں کیا جو کسی مہذب انسان اور مہذب قوم کو اختیار کرنا چاہیے تھا۔ اس معاملے میں مسلمانوں کو کسی قوم سے کوئی مدد نہیں ملی۔

تیسرا محاذ معیشت کا ہے، یورپ کے یہودیوں نے ایسا سرمایہ دارانہ نظام بنایا ہے کہ سارے عالم اسلام کا سرمایہ بھی ان کے بینکوں میں جاتا ہے، ہمارے عرب ممالک کی ساری دولت بھی ان مغربی ممالک کے بینکوں میں جمع ہے، اس رقم میں سے کچھ رقم

یعنی کچھ ارب ڈالر پاکستان جیسے غریب مسلم ممالک کو امداد کے نام پر قرضہ دیتے ہیں مگر درحقیقت یہ امداد نہیں ہوتی بلکہ سودی قرضہ ہوتا ہے۔ سود بھی لیتے ہیں اور اپنے سیاسی مقاصد کیلئے مخصوص قسم کی شرائط بھی عائد کرتے ہیں اور قوموں کو اپنا محکوم بنا کر مغلوب کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

چوتھا محاذ ان خباثتوں کا محاذ ہے کہ انہوں نے مسلم ممالک کے اندر گھس کر اور طرح طرح کی سازشیں کرکے مسلمانوں میں طرح طرح کے تعصبات ابھارے اور ان کو آپس میں لڑا دیا ہے۔

اجتماع نشتر پارک اظہار محبت رسول ﷺ کا اک ذریعہ

نشتر پارک کا حالیہ واقعہ اسی عالمی تناظر کا ایک حصہ ہے، یہ اس عالمی سیاست سے الگ نہیں درحقیقت یہ عالم کفر کا حملہ ہے۔ سیرت طیبہ کا جلسہ ہورہا تھا، مسلمان اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کے اظہار کیلئے جمع ہوئے تھے، اظہار محبت کے طریقوں میں رائے کا اختلاف ہوسکتا ہے مگر تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت تو ہمارے ایمان کا حصہ ہے، اس محبت کے اظہار کیلئے کچھ لوگ ایک طریقہ اختیار کرتے ہیں اور کچھ لوگ دوسرا طریقہ لیکن یہ سب اظہار محبت کے مختلف طریقے ہیں۔

بدترین دشمن اور بدبخت

یہ مذہبی اجتماع تھا، ایسا سفاکانہ حملہ تو کافروں کے کسی اجتماع پر بھی کرنا جائز نہیں بلکہ حرام ہے، یہ مسلمان کا کام نہیں ہوسکتا جو شخص لا الہ الا اللہ کا قائل ہو وہ شخص یہ جرأت نہیں کرسکتا۔ یہ وہی بدبخت کرے گا جو اسلام کا بدترین دشمن، امت مسلمہ کا دشمن ہو اور ان عالمی دشمنوں کا آلہ کار ہو جو اس وقت عالم اسلام اور امت مسلمہ کو برباد کرنا چاہتے ہیں۔ اس قسم کے حملوں سے ان کے دو مقاصد ہوتے ہیں:

پہلا مقصد مذہبی حلقوں کو کمزور کرنا ہے تاکہ ان کے علماء کم سے کم ہوں۔ یہ سلسلہ آج سے تقریباً ۲۵ سال پہلے سے جاری

> ہے۔ کراچی کے اندر علمائے کرام کے خون کی ندیاں بہہ چکی ہیں، دیندار مسلمانوں اور نمازیوں اور عبادت کرنے والوں کے خون سے کراچی سرخ ہو چکا ہے لیکن آج تک کوئی قاتل پکڑا نہیں گیا کوئی مجرم کیفرکردار تک نہیں پہنچایا گیا۔
>
> دوسرا مقصد جو اس سے بھی زیادہ خطرناک ہے وہ یہ ہے کہ دشمنان اسلام یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ مسلمان آپس میں لڑ رہے ہیں اور ایک فرقہ دوسرے کو مار رہا ہے اس طرح فرقہ واریت پورے ملک میں پھیلانا چاہتے ہیں تاکہ مسجد مسجد، محلہ محلہ، گلی گلی مسلمانوں کا قتل وخون ہو، ان کو آپس میں لڑوا کر ان کی طاقت فنا کر دیں۔ اگر اس ملک میں ان کی یہ سازش کامیاب ہوگئی تو ملک تباہ وبرباد ہو جائے گا۔

تمام علماء کیلئے اتحاد کی ضرورت

خوش آئند بات یہ ہے کہ تمام مکاتب فکر کے علماء نے اپنی عوام کو سنبھال رکھا ہے تاکہ دشمنان اسلام کی یہ سازش کامیاب نہ ہو۔ نشتر پارک کے واقعہ کے بعد ٹی وی والوں نے ایک مذاکرے میں مجھ سے پوچھا کہ آپ کے نزدیک اس کے اسباب کیا ہیں اور یہ کارروائی کس کی ہے؟ میں نے کہا یہ کارروائی اس بدبخت کی ہے جو مسلمانوں کا، عالم اسلام اور امت مسلمہ کا دشمن ہے۔ کلمہ پڑھنے والے انسان یہ کام نہیں کر سکتے، اس وقت ایک وفاقی وزیر بھی اسی چینل پر یہ بات سن رہے تھے اور وہ کہہ رہے تھے کہ مسلمانوں میں افتراق پھیلا ہوا ہے مسجدوں میں ایک دوسرے کے خلاف شرانگیز تقاریر ہوتی ہیں، ان میں بھی آپس میں اتحاد ہونا چاہیے، تمام مکاتب فکر کے علماء آپس میں ہاتھ ڈال کر جلوس کی شکل میں مظاہرہ کریں کہ ہم متحد ہیں۔

دوسرے کو کافر کہنے والوں کے خلاف قانونی کاروائی کی جائے

میں نے ان سے کہا کہ ان میٹنگوں میں کیا آپ شریک نہیں تھے جو صدر کے ساتھ ہوتی رہی ہیں۔ ایک نہیں کتنی ہوئیں، آپ ہر میٹنگ میں موجود ہوتے ہیں، وہاں تمام مکاتب فکر کے علماء ایک ساتھ ہوتے ہیں علمائے بریلی، علمائے دیوبند، علمائے اہل حدیث، شیعہ علماء اور جماعت اسلامی کے علماء اس دوران اتحاد تنظیمات مدارس اسلامیہ کے ساتھ کتنی میٹنگیں ہوئی ہیں کوئی اختلاف ہمارے اندر آپ نے پایا۔ الحمدللہ قومی مسائل اور معاملات میں تمام مکاتب فکر متحد ہیں، تمام مسلکوں والے متحد ہیں اور اس بات پر متحد ہیں کہ پاکستان کو اسلامی جمہوریہ پاکستان بنایا جائے، اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت پر سب متفق ہیں، بنیادی معاملات میں تمام متحد ہیں، ہر دینی جماعت نے اس بات کا مظاہرہ کیا، سرحد کے اندر بھاری اکثریت حاصل کی، بلوچستان کے اندر کامیابی حاصل کی، یہ سارے دینی مکاتب فکر سیاسی محاذ پر بھی متفق ہیں۔ تمام مکاتب فکر قومی مسائل میں بھی متفق ہیں آپ اس کو فرقہ وارانہ جھگڑا قرار دینے کی کوشش نہ کریں۔ آپ یہ صحیح نہیں کر رہے ہیں کہ اس سے ملک وملت کو نقصان پہنچے گا۔ کہنے لگے کہ حضرت آپ تو کھلے ذہن کے ہیں، آپ اس طرح کی باتیں نہیں کرتے ہوں گے لیکن ہمارے یہاں مساجد میں فرقہ وارانہ تقریریں ہوتی ہیں، ایک دوسرے کے خلاف باتیں ہوتی ہیں۔ میں نے کہا کہ یہ قانون تعزیرات پاکستان کے اندر موجود ہے کہ منافرت پھیلانا قانونی جرم ہے، آپ کیوں نہیں پکڑتے ایسے خطیبوں کو، ایسے اماموں کو جو کہ مسلمانوں کو لڑواتے ہیں، منافرت پھیلاتے ہیں ایک دوسرے کو کافر کہتے ہیں، لڑائی جھگڑا کرواتے ہیں، دیکھیے تعزیرات پاکستان میں لاؤڈ اسپیکر کے غلط استعمال کا قانون موجود ہے اور ہمارے نزدیک بالکل ٹھیک ہے، اس قانون کی آپ پابندی کروائیں، کوئی مسجد، کوئی مدرسہ لاؤڈ اسپیکر کے اس قانون کی خلاف ورزی کرے اس کے خلاف قانونی

کارروائی کی جائے لیکن چونکہ سیاسی مقاصد ان کے آڑے آجاتے ہیں۔ شاید اس وجہ سے کہ یہ ایک دوسرے کو برا بھلا کہتے ہیں۔ لڑائیاں کرتے رہیں اور ہم کھِل کھِلاتے رہیں جیسا کہ انگریزوں نے کیا تھا کہ لڑاؤ اور حکومت کرو، حکومت بھی اور پولیس بھی اسی راستے پر چل رہی ہے۔

سانحہ نشتر پارک میں بے گناہ بھائیوں کی شہادت

ابھی یہ نشتر پارک کا جو واقعہ ہوا، اتنا المناک واقعہ ہوا، اس پر جتنا بھی روئیں کم ہے، ہمارے بے گناہ بھائی اس کے اندر شہید کئے گئے، کتنے گھروں کے اندر قیامت صغریٰ ٹوٹ پڑی ہے، کل حافظ تقی صاحب کی تعزیت کیلئے ان کے گھر پر گیا ان کا نوجوان بیٹا جس کی عمر ۱۵ یا ۱۶ سال ہوگی، مجھ سے چمٹ کر رو پڑا کہ میرے ابو جان کہاں گئے، وہ اکلوتا بیٹا ہے، باقی ساری بہنیں ہیں۔ حافظ تقی صاحب بہت سارے دینی کاموں میں ہمارے ساتھ مل جل کر کام کرتے رہے ہیں۔ بعض تنظیموں کے اندر مل جل کر کام کیا ہے۔ تعزیت کیلئے ہم دار العلوم امجدیہ بھی گئے اس لئے کہ تمام مکاتب فکر کے علماء اس غم میں برابر کے شریک ہیں۔

سانحہ نشتر پارک ہمارا اجتماعی نقصان

یہ مسئلہ کسی ایک فرقے کا نہیں، کسی حکومت کا نہیں پوری امت مسلمہ کا مسئلہ ہے، یہ ہم سب کا اجتماعی نقصان ہوا ہے، کسی ایک جانب کا نقصان نہیں، قوم کا نقصان ہے، دینی نقصان ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر صبر جمیل بھی دے اور صحیح فہم بھی عطا فرمائے، عالم کفر جہاد کے خلاف بھی مسلسل پروپیگنڈا کر رہا ہے جہاد کا نام اس نے دہشت گردی رکھا ہوا ہے، مجاہدین کا نام انہوں نے دہشت گرد رکھ دیا ہے۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ جہاد کے ذریعے لوگوں کو زبردستی مسلمان بنایا جاتا ہے، حالانکہ جہاد کا یہ مقصد نہیں ہے جہاد کا مقصد اعلاء کلمۃ اللہ ہے۔

مسلمانوں میں اتحاد کی کمزوری

ایک پروپیگنڈا یہ ہے کہ عورتوں پر اسلام میں اور مسلمانوں کے ہاں مظالم ہوتے ہیں، عورتوں کے حقوق مارے گئے ہیں، میڈیا پر زبردست پروپیگنڈا پھیلایا جارہا ہے لیکن وہی عورتیں ان کو جواب دے رہی ہیں، عیسائی عورتیں جواب دے رہی ہیں، غیر مسلم عورتیں جواب دے رہی ہیں اس طرح کہ وہ مشرف بہ اسلام ہورہی ہیں، فرانس اور یورپ کے دیگر ممالک میں یومیہ متعدد آدمی مشرف بہ اسلام ہوتے ہیں جن میں مرد بھی ہیں عورتیں بھی ہیں اور سرکاری عہدیدار بھی مگر وہ اپنے آپ کو خفیہ رکھتے ہیں۔ ہماری اطلاع کے مطابق اسلام قبول کرنے والوں میں زیادہ تعداد عورتوں کی ہے، اسی طرح امریکہ میں بھی 9/11 کے واقعہ کے بعد تیزی سے اسلام پھیل رہا ہے اور مسلمان ہونے والوں میں عورتوں کی تعداد زیادہ ہے۔ درحقیقت اسلامی انقلاب شروع ہوچکا ہے، نمازیوں کی تعداد بڑھ رہی ہے، دینی مدارس میں طلبہ کی تعداد بڑھ رہی ہے، یورپ کے اندر حجاب بڑھ رہا ہے، جو عورتیں یہاں پردہ نہیں کرتی تھیں وہ وہاں جاکر پردہ کررہی ہیں، اسی طرح اسلامی انقلاب آرہا ہے، اس انقلاب کو کوئی طاقت روک نہیں سکتی، لیکن افسوس یہ ہے کہ انقلاب قیادت سے محروم ہے اور مسلمانوں میں اتحاد کا فقدان ہے۔

نزاع نہ کرو..... متحد رہو

ہمیں اللہ رب العزت نے ایسی کتاب الٰہی دی ہے کہ اس میں ہر زمانے کی تمام مشکلات کا حل ہے۔ کلام الٰہی ہے جس کا ترجمہ اور مختصر تشریح آپ کے سامنے عرض ہے جو ہمارے مسائل کا حل ہے۔ فرمایا:

> ”اے ایمان والو جب تمہارا مقابلہ کسی کافر دشمن جماعت کے ساتھ ہو تو اس وقت ثابت قدم رہو ڈٹ جاؤ، گھبراہٹ میں مبتلا نہ ہوجاؤ اور اللہ کا ذکر زیادہ سے زیادہ کرو“۔

آج سے اس عمل کو شروع کرو، سب سے پہلے اپنے آپ کو سنبھالو کہ کوئی کام شریعت کے خلاف نہ ہو اور اللہ کو کثرت سے یاد رکھو اللہ کا ذکر مسلمانوں کیلئے ایک ڈھال ہے کائنات کی ساری طاقتیں اسی کے پاس ہیں اسی کو یاد کرو اس سے اپنا رشتہ جوڑو، زبان سے یاد بھی کرو۔ ''تا کہ تم فلاح پاؤ''۔ اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرو۔ جذبات میں اشتعال میں آکر اللہ تعالیٰ کے احکام کو پس پشت نہ ڈالو یہ ضرور دیکھو کہ جو کچھ تم کر رہے ہو یہ صحیح دائرے میں ہے یا نہیں، یہ جو اپنے گھروں اور پیٹرول پمپوں کو آگ لگا رہے ہیں اور گاڑیوں کی توڑ پھوڑ ہو رہی ہے، یہ شریعت کا طریقہ نہیں، اپنے بھائیوں کو نقصان پہنچانا یہ کہاں کی عقلمندی ہے۔ بلکہ ہمارا خیال یہ ہے کہ جن بدبختوں نے یہ کارروائی نشتر پارک میں کی وہی بدبخت یہ کام بھی کر رہے ہیں، ہمارے آدمیوں کو بھی وہی مار تے ہیں اور املاک کو بھی نقصان پہنچاتے ہیں، تو کوئی کام ایسا نہ کرو جو اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کے خلاف ہو، آپس میں نزاع نہ کرو، متحد رہو، تم کمزور ہو جاؤ گے، اگر تم جھگڑا کر د گے تو تمہارا رعب جاتا رہے گا اور صبر کرو تو نتیجہ یہ ہوگا، انعام یہ ملے گا کہ اللہ کی معیت نصیب ہو جائے گی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس نسخے پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(نام رسالہ:۔ ماہنامہ البلاغ۔ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ۔ مئی ۲۰۰۶ء۔ ص: ۲۳ تا ۲۷)

☆......☆......☆

اپنے آپ کو تفرقہ سے بچائیے

نام رسالہ: ماہنامہ البلاغ
شوال المکرم ۱۴۳۲ھ۔ ستمبر ۲۰۱۱ء

مسلک دیوبند کا جب نام آتا ہے تو لوگ سمجھتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ

بریلویوں سے لڑائی کرو، جو بریلویوں سے لڑتا ہو وہ مسلک دیوبند پر ہے۔ خلاصہ یہ نکال رکھا ہے کہ مسلک دیوبند بریلویوں سے لڑائی کا نام ہے۔ ہم نے اپنے آپ کو تفرقہ میں ڈالا ہوا ہے، ہمارا کوئی الگ مسلک نہیں ہے ہم الگ کوئی فرقہ نہیں ہیں۔

مولانا عبدالشکور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

حضرت مولانا عبدالشکور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے والد صاحب کے خلیفہ تھے، ساہیوال/سرگودھا میں ان کا بڑا مدرسہ ہے، ان کی وفات کے بعد بھی الحمدللہ! مدرسہ قائم ہے۔ مولانا عبدالکریم صاحب گمتھلوی رحمۃ اللہ علیہ بڑے بزرگ تھے، مولانا عبدالشکور صاحب ان کے صاحبزادے تھے، المہند علی المفند اہل حق اور بزرگان دین دیوبند کے عقائد پر مشتمل ایک کتاب ہے۔ اس میں جو عقائد بیان کئے گئے ہیں، مولانا عبدالشکور صاحب ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو خاص انداز میں مرتب کیا اور موجودہ بزرگوں اور علماء کی آراء لے کر اس کو چھاپنے کا ارادہ کیا۔ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھیجا کہ حضرت اس پر تقریظ لکھ دیجئے، نام رکھا تھا ''عقائد علمائے دیوبند'' والد صاحب نے فرمایا کہ آپ نے کتاب بہت اچھی لکھی ہے لیکن اس پر میں تقریظ نہیں لکھوں گا، اس کا نام بدلو اس کا نام ''عقائد علمائے دیوبند'' نہ رکھو، ہمارے عقائد الگ تھوڑے ہی ہیں، ہمارے تو وہی عقائد ہیں جو علمائے اہل سنت والجماعت کے ہیں، اپنے آپ کو ہم الگ فرقہ کیوں کہیں، ہم تو علماء اہل سنت والجماعت ہیں، کتاب کا نام رکھو ''عقائد اہل سنت والجماعت'' چنانچہ انہوں نے نام تبدیل کیا اور وہ کتاب اسی نام سے چھپی۔

فرقہ واریت کی بو سے بھی بچنا

میں بھی شروع میں اپنے نام کے ساتھ ''دیوبندی'' لکھا کرتا تھا اور دیوبندی لکھنے کا مجھے حق تھا، کیونکہ میں دیوبند کا رہنے والا تھا، میری ولادت دیوبند میں ہوئی تھی، میں نے پندرہ پارے دارالعلوم دیوبند ہی میں حفظ کئے تھے۔ میں نے دارالعلوم دیوبند

کے دارالافتاء کے اندر حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے قاعدہ بغدادی پڑھا تھا۔ جب ہم ہجرت کر کے یہاں آئے تھے اس وقت میری عمر بارہ سال تھی، وہاں کے سارے حالات مجھے یاد تھے، کتنے بزرگوں کی الحمدللہ! میں نے بار بار زیارت کی تھی۔ شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا میاں اصغر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی (رحمۃ اللہ علیہ)۔ تو مجھے حق تھا کہ میں اپنے آپ کو دیوبندی لکھتا۔ اس لئے پاکستان آنے کے بعد بھی ”محمد رفیع دیوبندی“ لکھا کرتا تھا اور طالب علمی اور نوجوانی کے زمانے میں شوق ہوا تو ”محمد رفیع دیوبندی“ کے نام کا لیٹر بھی چھپوالیا تھا۔ والد صاحب نے منع نہیں کیا یہاں تک کہ جب میں فارغ ہوگیا اور والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تدریس کی ذمہ داری سونپی تو فرمایا کہ اپنے نام کے ساتھ ”دیوبندی“ مت لکھا کرو، اس سے فرقہ واریت کی بو آتی ہے۔

یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا تھا، جب ایک انصاری اور مہاجر کے درمیان جھگڑا ہوگیا تو انصاری نے یہ کہہ کر پکارا ”یاللانصار“ تو مہاجر نے یہ کہہ کر پکارا ”یاللمہاجرین“ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ جملے سنے تو فرمایا: ”دعوا ھا فانھا منتنۃ“ یہ جملے چھوڑ دو انصار اور مہاجرین کے نعرے چھوڑ دو یہ بدبودار ہیں اس میں شرک، کفر اور زمانہ جاہلیت کی بو آتی ہے۔ تو حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فرمایا کہ اس کے اندر فرقہ داریت کی بو آتی ہے، اس واسطے تم اپنے نام کے ساتھ دیوبندی مت لکھا کرو۔ دیوبندی ہر وہ شخص ہے جو سنت کو تھامے ہوئے ہے، دیوبندی وہی ہے جو متقی ہے اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کا متبع ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

دارالعلوم کراچی ایثار کرنے کا انعام

اس وقت آپ جس جگہ تشریف رکھتے ہیں دارالعلوم کراچی کورنگی، اللہ تعالیٰ نے کتنی

بڑی جگہ عطا فرمائی، ہم شکر نہیں ادا کر سکتے، شہر کی آلودگیوں سے دور پر سکون وسیع جگہ اللہ نے عطا فرمادی اللہ اکبر۔ حضرت ڈاکٹر عبدالحئی عارفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ زمین اللہ نے حضرت مفتی محمد شفیع صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کو ان کے ایک بڑے ایثار کے انعام میں دلوائی ہے، ایثار کا واقعہ بھی سناؤں، اللہ اکبر! یہ بزرگان دیوبند کی زندگیوں کی مثالیں ہیں جب دارالعلوم کراچی میں قائم ہوا اس وقت پورے ملک میں گنے چنے تین چار مدرسے تھے، ایک خیر المدارس ملتان میں الحمد للہ پہلے سے موجود تھا۔ جامعہ اشرفیہ لاہور میں موجود تھا۔ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں موجود تھا۔ یہ تین بڑے بڑے مدرسے موجودؔ تھے، یہ میں ۱۹۴۸ء/ ۱۹۴۹ء کی بات کر رہا ہوں۔ کراچی میں بھی ایک مدرسہ تھا وہ بھی قیام پاکستان سے پہلے کا تھا مگر وہ غیر معروف سا ہوگیا تھا، جب دارالعلوم قائم ہوا تو کراچی میں سب سے پہلا درس نظامی کا مدرسہ یہی تھا۔ نانکواڑہ کی ایک چھوٹی سی عمارت میں کام شروع ہوا کیونکہ مدرسے تھے ہی نہیں، اس وقت مشرقی پاکستان بھی پاکستان کا حصہ تھا وہاں کے طلبہ بھی آئے اور پورے ملک سے بھی طلبہ آئے تو وہ عمارت تھوڑے ہی دنوں کے اندر بہت چھوٹی پڑگئی، مدرسے کے کمروں میں ہم رہتے بھی تھے، پڑھتے بھی تھے۔

علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ بانیان پاکستان میں سے بھی تھے، قائداعظم ان کو اپنا باپ کہتے تھے، ایک شخص نے ان کو اپنے گھر میں رکھا ہوا تھا۔ انہوں نے پاکستان میں آکر ایک انچ زمین حاصل نہیں کی۔ ایک صاحب تھے جو اپنے مکان کے اوپر کے حصے میں خود رہتے تھے، نچلے حصے میں حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو رکھا ہوا تھا، دو تین کمروں کا مکان تھا، ہم حضرت کی خدمت میں جایا کرتے تھے، ۱۹۴۸ء میں ہم نے سب سے پہلی عید پاکستان میں کی۔ والد صاحب کے ساتھ میں بھی گیا تو حضرت علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس زمانے میں مجھے دس روپے عیدی عطا فرمائی تھی۔ اس مکان کے قریب ایک بہت بڑا

میدان تھا جہاں آج اسلامیہ کالج کے نام سے ایک بڑا کالج بنا ہوا ہے، وہ خالی پڑا ہوا تھا اس میں بچے کھیلا کرتے تھے۔ علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی تمنا تھی کہ دارالعلوم قائم ہوجائے، زمین دیکھنے کیلئے بار بار جایا کرتے تھے، ہم بھی دیکھا کرتے تھے، حضرت کی وفات کے بعد والد صاحب نے کوشش کی کہ یہ میدان مل جائے اور حضرت عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی یادگار کے طور پر یہیں دارالعلوم قائم ہوجائے۔ چنانچہ یہ میدان مل گیا، کئی ایکڑ کا بہت بڑا پلاٹ تھا، الاٹ بھی ہوگیا ماسٹر پلان بھی بن گیا، نقشہ بھی منظور ہوگیا، تعمیرات شروع کرنے کیلئے والد صاحب نے تین روزہ کانفرنس بلائی اس میں مشرقی پاکستان، مغربی پاکستان اور ہندوستان کے اکابر علماء کو مدعو کیا گیا تھا۔ ہم اس زمانے میں پڑھتے تھے، دن رات ہم اس کی تیاری میں لگے ہوئے تھے، اساتذہ اور طلبہ نے وہاں کیمپ ڈالا ہوا تھا، دن رات کی محنت تھی۔ سب علماء آگئے اور کانفرنس شروع ہوگئی، بنیادی کھودی گئیں اور بزرگوں نے اس پر مصالحہ بھی ڈال دیا۔

مسلمانوں کو پھوٹ سے بچانا فرض عین ہے

جس آدمی نے حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے گھر میں رکھا ہوا تھا وہ تجارت پیشہ آدمی تھا، سیاسی آدمی تھا، اس نے شرارت کی دراصل وہ یہاں کالج بنانا چاہتا تھا، ہم نہ سمجھ سکے کہ اس کا مقصد کیا ہے، وہ ایسی دو اہم شخصیات کو لے کر آگیا جن کی والد صاحب عزت کرتے تھے اس نے علامہ عثمانی کی اہلیہ محترمہ سے اخباری نمائندوں کے سامنے کچھ کہلوا دیا اور اگلے دن اخبارات میں چھپوا دیا کہ علامہ عثمانی کی بیگم صاحبہ نے مفتی صاحب کے اقدام کی مذمت کی ہے، والد صاحب کے تو پاؤں تلے سے زمین نکل گئی کیونکہ علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ ہماری دادی کو خالہ کہتے تھے، آپس میں رشتہ داری تھی، والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ مولانا عثمانی کی بیگم صاحبہ کے پاس تشریف لے گئے، میں بھی ساتھ تھا، وہاں جا کر ان کے قدموں میں اپنی ٹوپی

ڈال دی اور کہا کہ آپ میری ماں ہیں، آپ کی مرضی کے بغیر میں کچھ نہیں کر سکتا، میں تو سمجھ رہا تھا کہ یہ کام آپ کی مرضی کے عین مطابق ہو رہا ہے۔ علامہ عثمانی کی یادگار قائم ہو رہی ہے، اس رقبہ میں چھ سو گز کا پلاٹ میں نے آپ کیلئے منظور کروا رکھا ہے، وہ آپ کی ذاتی ملکیت ہوگا، علامہ عثمانی کے دو بھائی تھے ان کیلئے بھی دو پلاٹ اسی کے اندر چھ سو گز کے منظور کروا رکھے تھے، آپ کو کسی نے بہکایا ہے، آپ پریشان نہ ہوں، اگر آپ کا حکم ہوگا تو میں چھوڑ دوں گا۔ جس پر انہوں نے کہا کہ ٹھیک ہے، والد صاحب مطمئن ہو گئے جلسہ جاری تھا اگلے دن وہ شخص پھر علامہ عثمانی کی اہلیہ صاحبہ کو لے کر آ گیا، ضعیف خاتون تھیں بہکاوے میں آ گئیں ایک اور صاحب تھے ان کا والد صاحب سے حسد کا مزاج تھا، وہ بھی ان کی تائید میں لگ گئے۔

تو تیسرے دن جو کانفرنس کا آخری دن تھا والد صاحب نے سب کو جمع کیا اور فرمایا کہ ”میں یہاں دار العلوم نہیں بناؤں گا“ ہم دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے۔ دار العلوم یہاں نہیں بنے گا، ہمارے بہنوئی مولانا نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ناظم تھے، وہ رونے لگے دیگر طلبہ اور مدرسین بھی رونے لگے۔ والد صاحب نے کہا کہ دیکھو اگر یہاں جھگڑا ہوگا کچھ لوگ اس شخص کا ساتھ دیں گے اور اس نے حضرت کی اہلیہ محترمہ کو آگے کیا ہوا ہے جو میری ماں کے درجہ میں ہیں مجھے یقین ہے کہ اکثریت میرا ساتھ دے گی۔ تھوڑے ہی لوگ اس کے دھوکے میں آئیں گے لیکن مسلمانوں میں پھوٹ تو پڑے گی اور (یہ جملہ یاد رکھنے کا ہے) دار العلوم بنانا فرض عین نہیں مسلمانوں کو پھوٹ سے بچانا فرض عین ہے۔ میں دار العلوم نہیں بناؤں گا، تمہارا دل چاہے تو بناؤ، میں نہیں بناؤں گا، وہاں سے اٹھ کر چلے آئے۔ اس زمانے میں کراچی کا ایک چیف کمشنر ہوتا تھا اس کو پتہ چلا تو اس نے والد صاحب کو خط لکھا وہ خط میرے پاس محفوظ تھا تلاش کروں گا تو مل جائے گا کہ مجھے پتہ چلا ہے کہ بعض شر پسندوں نے آپ کے ساتھ یہ معاملہ کیا ہے میں آپ کو اطمینان دلاتا ہوں کہ قانون اور حکومت کی پوری طاقت

آپ کے ساتھ ہے، آپ دارالعلوم بنائیں، کوئی آپ کو نہیں روک سکتا۔ والد صاحب نے کہا نہیں میں نہیں بناؤں گا۔

(ماہنامہ البلاغ۔ شوال المکرم ۱۴۳۲ھ۔ ستمبر ۲۰۱۱ء۔ ص: ۱۴ تا ۱۸)

☆......☆......☆

زبان اور رنگ ونسل کی بنیاد پر کسی کو نقصان پہنچانا جائز نہیں

نام رسالہ:۔ ماہنامہ البلاغ

ذیقعدہ ۱۴۳۲ھ۔ اکتوبر ۲۰۱۱ء

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم عالم اسلام کی ایک جانی پہچانی شخصیت ہیں، اللہ کی توفیق سے دینی خدمات میں آپ نے بہت سے کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں۔ آپ کی زیر ارادت ایک ماہنامہ جریدہ البلاغ بھی نکلتا ہے، آپ کا دارالعلوم کراچی، پاکستان کے مشہور مدراس میں شمار ہوتا ہے، آپ خاندان عثمانی کے عظیم سپوت ہیں اور مرنجان مرنج طبیعت کے حامل ہیں۔ ازمرتب!

حمد وستائش اس ذات کیلئے ہے جس نے اس کارخانہ عالم کو وجود بخشا اور درود وسلام اس کے آخری پیغمبر ﷺ پر جنہوں نے دنیا میں حق کا بول بالا کیا ناظم آباد کراچی کی وسیع وعریض عید گاہ میں طویل عرصے سے نماز عید کی ذمہ داری حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم سے متعلق ہے جہاں بہت بڑی تعداد میں لوگ نماز عید ادا کرتے ہیں۔ اس دفعہ عید الفطر کے اس عظیم اجتماع سے آپ نے جو خطاب فرمایا اس میں آپ نے رمضان المبارک میں پیش آنے والے قتل وغارت گری کے المناک واقعات کے تناظر میں بڑی دل سوزی کے ساتھ مسلمانوں کو باہمی منافرت سے بچنے

اور الفت و محبت کے ساتھ رہنے کی مؤثر تلقین فرمائی اور قرآن و سنت کی روشنی میں جان، مال اور عزت و آبرو کی حرمت و حفاظت کی اہمیت کی طرف توجہ دلائی۔ حضرت والا دامت برکاتہم کا حکمت و بصیرت اور سوز درد سے معمور یہ خطاب ہر کلمہ گو مسلمان تک پہنچنا چاہیے۔

قارئین البلاغ کے استفادہ کیلئے یہ خطاب بطور اداریہ شامل اشاعت ہے۔ (ادارہ)

(بحوالہ: ماہنامہ البلاغ، ذیقعدہ ۱۴۳۲ھ۔ اکتوبر ۲۰۱۱ء، ص: ۳)

ooo

امت مسلمہ سازشوں کے جال میں پھنسی ہوئی ہے

نام رسالہ:۔ ماہنامہ البلاغ

(ذیقعدہ ۱۴۳۲ھ۔ اکتوبر ۲۰۱۱ء، ص: ۷ تا ۱۳)

دوسری بات جو عید کے ماحول میں بہت ہی زیادہ اہمیت کی حامل ہے وہ بڑی دردمندی کے ساتھ میں آپ حضرات کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ اس نے رمضان کا مبارک مہینہ عطا فرمایا اور عید کی نماز کیلئے عید گاہ کے میدان میں مغفرت کرنے کیلئے دعائیں قبول کرنے کیلئے جمع فرمایا۔ یہ اس کا فضل و کرم ہے لیکن افسوس ہے کہ ہمارا یہ رمضان اس حالت میں گزرا ہے اور صرف ہمارا ہی نہیں بلکہ پوری امت مسلمہ کا رمضان اور عید ایک ایسی حالت میں آ رہی ہے کہ جب ہمارا شہر، ہمارا ملک اور پورا عالم اسلام مسائل کے جال میں پھنسا ہوا ہے، مشکلات کے جال میں پھنسا ہوا ہے، دشمنوں نے ہمارے لئے طرح طرح کی سازشوں کے جو جال تیار کئے ہیں ان میں خود ہم اپنی بد اعمالیوں کی وجہ سے، اپنی نادانیوں کی وجہ سے، اپنی بے وقوفیوں کی وجہ سے، اپنی حماقتوں کی وجہ سے، اپنی ہوس پرستیوں کی

وجہ سے، اپنی مفاد پرستیوں کی وجہ سے پھنسے ہوئے ہیں اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ رمضان جیسے مقدس مہینے کے اندر بھی وحشت اور بربریت اور درندگی کے ایسے مناظر سامنے آئے ہیں جن کا کبھی تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا، مسلمان نے مسلمان کو ذبح کیا ہے، اس کے ہاتھ پاؤں، ناک کان کاٹے ہیں۔

کافروں کا مثلہ بھی حرام ہے

نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جہاد کیلئے جب کوئی لشکر بھیجتے تو مستقل طور پر یہ ہدایت فرماتے تھے کہ ''لاتقتلوا ولیدا ولا امراۃ ولا شیخا فانیا ولا تمثلوا ولا تغدروا'' خبردار کسی بچے کو نہ مارنا، کسی عورت کو قتل مت کرنا، کافر عورت کو، دشمنوں کی عورت کو، دشمنوں کے بچے کو، کسی بوڑھے کو قتل نہ کرنا اور اگر کوئی جوان تمہارے مقابلے پر آیا ہوا ہے اور اس کو قتل کرنے کی نوبت آئے تو کبھی مثلہ نہ کرنا، یعنی اس کے ہاتھ پاؤں، ناک، کان کو کاٹنا تمہارے لئے حرام ہے، کافر جو کہ دشمن ہیں اور تلوار لے کر مسلمانوں پر ظلم وستم ڈھانے کیلئے میدان جنگ میں اترے ہوئے ہیں ان کے بارے میں بھی حکم یہ تھا کہ ان کا مثلہ نہ کرنا ان کے ہاتھوں پاؤں نہ کاٹنا، ان کے ناک کان کو نہ کاٹنا، وہ کافر جو مسلمانوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑ رہے تھے ان کے خلاف جہاد کے دوران بھی نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ہدایت بیان فرمائی تھی۔

مسلمان کو قتل کرنا بہت بڑا گناہ ہے

کافروں کے خلاف جہاد کے دوران تو یہ حکم تھا مگر رمضان کے اس مقدس مہینے میں مسلمان نے مسلمان کا مثلہ کیا، مسلمان نے مسلمان کو ذبح کیا، مسلمان نے مسلمان کو گولیوں سے چھلنی کیا اور اس کا مثلہ کر کے بوریوں میں بند کر کے، اس کی لاشیں پھینکیں، اس پر اگر ہم شرم سے ڈوب مریں تو بھی کم ہے۔ یہ دشمنوں کی سازش ہے جس کا ہم اس قدر شکار ہو گئے ہیں کہ اس کی برائی بھی دل سے مٹ رہی ہے، انسانی

جان کو کبھی مچھر سے زیادہ بے حقیقت قرار دے دیا گیا ہے، کبھی مچھر کو مارتے ہوئے بھی انسان کو کبھی خیال آجاتا ہے کہ یہ اللہ کی مخلوق ہے لیکن انسانوں کو قتل کرتے ہوئے انسانوں کے بچوں کو مارتے ہوئے، ان کی عورتوں کو قتل کرتے ہوئے، مریضوں اور بیماروں کو قتل کرتے ہوئے، بوڑھوں پر حملہ کرتے ہوئے ہماری کوئی رگ حمیت نہیں پھڑکتی، کوئی غیرت نہیں جاگتی، انسانیت کا کوئی خیال دل میں پیدا نہیں ہوتا، اس حالت میں ہم نے یہ رمضان گزارا ہے اور نہ جانے ہمارے کتنے بھائیوں اور بہنوں کے خاندان اجڑے ہیں۔ ان کے گھروں میں صف ماتم بچھی ہوئی ہے یہ اس لئے کہ ہم نے ایک دوسرے کے ساتھ ایسا معاملہ کیا ہے جو جنگجو کافر حربی کے ساتھ بھی جائز نہیں ہے۔ یہ بہت بڑا اجتماعی گناہ اور بہت بڑا اجتماعی جرم ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے توبہ کی توفیق دے۔

متعصبانہ خیالات کا سیلاب

ہم لوگ نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات کو پس پشت ڈال کر ذاتی، سیاسی، متعصبانہ، رنگ ونسل پر مبنی خیالات اور جذبات کے اندر بہے جارہے ہیں۔ نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر عرفات کے میدان میں ایک عظیم الشان خطبہ ارشاد فرمایا تھا، انسانیت کا منشور اعظم نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیش کیا تھا اور اس میں یہ اعلان فرمایا تھا کہ آج جاہلیت کی تمام رسمیں میں نے اپنے پاؤں تلے روند دی ہیں، ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا مجمع ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس میں فرما رہے ہیں کہ اے مسلمانو! میری بات غور سے سنو، مجھے تمہارے بارے میں اس بات کا اندیشہ نہیں ہے کہ تم دوبارہ بت پرستی میں مبتلا ہو جاؤ گے، اللہ نے تمہیں بت پرستی سے نجات دی، توحید کی نعمت عطا فرمائی، اسلام کی دولت بخشی، مجھے اس بات کا اندیشہ نہیں ہے کہ تم میرے جانے کے بعد دوبارہ بت پرستی میں مبتلا ہو جاؤ گے، بتوں

کے آگے جھکنا شروع کردو گے لیکن مجھے تمہارے بارے میں اس بات کا اندیشہ ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ خود تمہارے درمیان تلوار چل جائے اور ایسا نہ ہو کہ تم ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو، جو لوگ موجود ہیں وہ میری یہ بات سن کر ان تمام مسلمانوں تک پہنچادیں جو اس وقت موجود نہیں ہیں کہ آج سے اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کے تمام نعروں کو میرے پاؤں تلے روند دیا ہے اور میں تم کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرب کے اعلیٰ ترین خاندان سے تعلق رکھتے تھے مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آج میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں ہے، کسی گورے کو کسی کالے پر کوئی فضیلت نہیں ہے، تم سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہو اور آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا ہوئے تھے، تم سب بھائی بھائی ہو، ہاں اگر کسی کو کسی پر فضیلت حاصل ہے تو وہ تقویٰ کی وجہ سے ہے، تم میں سے جو شخص زیادہ تقویٰ رکھنے والا ہوگا، اللہ سے زیادہ ڈرنے والا ہوگا، اللہ کے حکموں پر زیادہ چلنے والا ہوگا وہ تم میں زیادہ فضیلت والا ہوگا، لیکن کوئی عربی کسی عجمی پر کوئی فوقیت نہیں رکھتا، کوئی رنگ ونسل والا دوسرے رنگ ونسل والے پر کوئی فضیلت نہیں رکھتا۔ یہ فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آسمان کی طرف نگاہ مبارک اٹھائی اور فرمایا ''**اللّٰھم ھل بلغت**'' اے اللہ! کیا میں نے پیغام پہنچادیا' میرا فرض تھا کہ میں ان لوگوں کو آگاہ کردوں تو اے اللہ! کیا میں نے پہنچادیا''۔ ''**الھم ھل بلغت**'' اے اللہ! کیا میں نے پیغام پہنچادیا''۔ ''**اللّٰھم ھل بلغت**'' اے اللہ! کیا میں نے پیغام پہنچادیا''۔ تین مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی۔

عیدالاضحیٰ کا خطبہ

حجۃ الوداع کے موقع پر عرفہ کے دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بات ارشاد فرما چکے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسرا خطبہ اس سے اگلے دن دس ذی

الحجہ کو منیٰ میں دیا اور عید کا دن تھا، عید کے دن یعنی یوم النحر کو عید کا خطبہ تو ہوتا ہے لیکن کوئی خطبہ الگ سے حج کا نہیں ہوتا، حج کا خطبہ صرف عرفات کے دن ہوتا ہے لیکن سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دن رات اپنی امت کی جو فکر سوار تھی اس کی وجہ سے عید کے دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوبارہ لوگوں کو جمع کیا اور دوبارہ جمع کر کے لوگوں سے پوچھا کہ ذرا مجھے بتاؤ! آج کون سا دن ہے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے فرمایا "اللہ ورسولہ اعلم"۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا آج عید کا دن نہیں ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے فرمایا ہاں آج عید کا دن ہی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اچھا یہ جگہ کون سی ہے؟ یہ شہر کون سا ہے؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بتایا کہ یہ حدودِ حرم کا علاقہ ہے (منیٰ حدودِ حرم میں ہے) فرمایا کہ یہ مہینہ کون سا ہے؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کہا ذوالحجہ کا مہینہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ذوالحجہ کا مہینہ حرمت والے مہینوں میں داخل ہے تو آج یہ دن بھی حرمت والا، یہ جگہ بھی حرمت والی، یہ مہینہ بھی حرمت والا آج میں تم سے کھلم کھلا یہ بات کہتا ہوں کہ مسلمانوں میں سے ہر ایک کی جان، اس کا مال اس کی آبرو اتنی ہی حرمت رکھتی ہے جتنی حرمت آج کے دن کی ہے، جتنی حرمت آج اس جگہ "حدودِ حرم" کی ہے، جتنی حرمت ذوالحجہ کے اس مہینہ کی ہے۔ لہٰذا خدا کیلئے اس حرمت کو پامال نہ کرنا، کسی کی جان پر، کسی کے مال پر، کسی کی آبرو پر حملہ آور نہ ہونا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "الا فلیبلغ الشاہد الغائب" جو لوگ میری یہ بات سن رہے ہیں وہ میری یہ بات دوسروں تک پہنچا دیں، آخری حج کے موقع پر اتنی تاکید کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی۔

رنگ ونسل کے فتنے سے بچیں

خطرہ بت پرستی کا نہیں، خطرہ اس بات کا ہے کہ شیطان تمہارے دلوں میں رنگ و

نسل کے فتنے پیدا کرے گا، بھائی کو بھائی سے لڑائے گا اور کہے گا کہ تم فلاں قوم سے تعلق رکھتے ہو تم فلاں قوم سے تعلق رکھتے ہو اور ان کے درمیان آپس میں جنگ و جدال پیدا کرے گا، فرمایا کہ جزیرہ عرب میں شیطان اپنی پرستش سے مایوس ہو چکا، اب شیطان کی عبادت یہاں پر نہیں کی جائے گی لیکن شیطان تمہارے اندر یہ فتنے پیدا کرے گا کہ تم اردو بولنے والے ہو، تم پشتو بولنے والے ہو، تم سندھی بولنے والے ہو، تم بلوچی بولنے والے ہو، لہٰذا ان کے درمیان آپس میں رنجشیں پیدا کر کے شیطان آپس میں لڑائی پیدا کرے گا۔

مسلمان کی حرمت بیت اللہ سے زیادہ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا۔ اسی دوران سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیت اللہ سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے اللہ کے گھر! اے بیت اللہ! ''مااکرمک مااعظم حرمتک او کما قال صلی اللہ علیہ والہ وسلم'' اے بیت اللہ! تو کتنا مقدس ہے، اے بیت اللہ تیری عزت اور عظمت بہت بڑی ہے لیکن ساتھ یہ پھر فرمایا: ایک چیز ایسی ہے جس کی حرمت، جس کا تقدس، جس کی عزت، اے بیت اللہ! تجھ سے بھی زیادہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حیران ہوا کہ اس کائنات میں کون سی چیز ایسی ہوگی جس کی حرمت اور تقدس بیت اللہ سے بھی زیادہ ہے اور وہ ایک مسلمان کی جان، اس کا مال، اس کی آبرو ہے یعنی اگر کوئی شخص کسی مسلمان کی جان پر، اس کے مال پر، اس کی آبرو پر ناحق حملہ کرتا ہے تو وہ اس شخص سے زیادہ بد بخت ہے، زیادہ گناہگار اور زیادہ مجرم ہے، جو معاذ اللہ بیت اللہ کو ڈھانے کی کوشش کرتا ہے۔

ہر مسلمان بیت اللہ کا محافظ

ذرا سوچیں تو سہی آج اگر کسی مسلمان کے سامنے خدانہ کرے یہ بات آئے کہ کوئی

بدبخت بیت اللہ کی طرف بری نگاہ سے دیکھ رہا ہے اور اس کو خدانہ کرے منہدم کرنے کی فکر میں ہے تو کیا کوئی مسلمان خواہ وہ کتنا ہی گیا گزرا کیوں نہ ہو، اسے برداشت کرے گا؟ وہ اپنی جان قربان کردے گا، اپنی اولاد کو قربان کردے گا لیکن بیت اللہ کی حرمت پر حرف نہیں آنے دے گا۔

دردمندانہ نصیحت

میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا واسطہ دے کر جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ومن یقتل مؤمنا متعمدا فجزاءہ جھنم خالدا فیھا'' (النساء ۹۳) ''اور جو شخص کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا'' اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات کا واسطہ دے کر آپ سے انتہائی دردمندی کے ساتھ انتہائی دل سوزی کے ساتھ یہ اپیل کرتا ہوں کہ خدا کیلئے دشمنوں کی سازشوں سے باخبر رہیں، اپنے دوستوں اور دشمنوں کو پہچانیں۔

ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے

جو لوگ مسلمانوں کے درمیان نسلی اور لسانی تعصبات کو ہوا دے رہے ہیں ان کی بات پر کسی وقت کان نہ دھریں اور ان سے اپنی برات کا اظہار کریں، ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے خواہ وہ کوئی بھی زبان بولنے والا ہو، کسی بھی جگہ کا رہنے والا ہو، کوئی بھی رنگ ونسل رکھتا ہو، جو غیر مسلم امن کے ساتھ رہتے ہیں اسلام نے ان کی جان کو بھی حرمت عطا کی ہے، ان کو مارنا اور ان کو قتل کرنا بھی حرام قرار دیا ہے، مسلمانوں کا معاملہ تو اور زیادہ سخت ہے۔

ایک نئی زندگی کا آغاز کیجئے

خدا کیلئے ہوش میں آیئے! اس سے سوائے دشمن طاقتوں کے اور کسی کو فائدہ نہیں پہنچے گا، رمضان گزارنے کے بعد ہم عید کے دن اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہونے کیلئے جمع ہوئے ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرنے کیلئے جمع

ہوئے ہیں۔ اپنے گناہوں سے مغفرت مانگنے کیلئے جمع ہوئے ہیں، یوں سمجھیں کہ آج ہماری ایک نئی زندگی کا آغاز ہو رہا ہے، آج ہم ایک نئے دور میں داخل ہو رہے ہیں، آج یہاں جتنے لوگ موجود ہیں ان میں بہت سے لوگ ایسے ہوں گے جن کا تعلق مختلف گروہوں سے، مختلف جماعتوں سے اور مختلف انجمنوں سے ہوگا، ان کا اپنا اپنا حلقہ اثر و رسوخ ہوگا، میں آپ سے اپیل کرتا ہوں کہ میدان عیدگاہ سے یہ عہد کر کے اٹھیں کہ جو دشمن مسلمانوں کو مسلمانوں سے لڑا رہے ہیں ہم ان کی سازشوں کا ڈٹ کر مقابلہ کریں گے اور جس دن مسلمانوں نے یہ عزم کر لیا کہ ہم ان دشمنوں کی سازشوں کا حصہ نہیں بنیں گے یقین رکھئے اللہ تبارک وتعالیٰ کی مدد آئے گی۔ ''ان تنصروا اللہ ینصرکم ویثبت اقدامکم'' (محمد: ۷) ''اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جما دے گا''۔ تمام لوگوں کی جانیں بے مقصد جا رہی ہیں، محض دشمنیوں میں جا رہی ہیں لیکن اگر کوئی جان اللہ کے حکم کو نافذ کرنے میں چلی جائے تو وہ جان درحقیقت بڑی قیمتی جان ہے۔

امن وامان کی فضا پیدا کیجئے

میرے بھائیو اور دوستو! آج میں آپ سے یہ اپیل کرتا ہوں کہ اللہ کے نام پر یہ عہد کر لیں کہ ان باہمی نفرتوں کو ختم کریں گے۔ ان کے اسباب کا ازالہ کریں گے اور امن وامان کی فضا پیدا کرنے کی کوشش کریں گے اور جو لوگ اس امن وامان کی فضاء کو خراب کرنا چاہتے ہیں ان کے ساتھ کسی طرح کا تعاون نہیں کریں گے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اپنی رحمت سے ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

(بحوالہ: ماہنامہ البلاغ، ذیقعدہ ۱۴۳۲ھ۔ اکتوبر ۲۰۱۱ء، ص: ۷ تا ۱۳)

☆……☆……☆

تمام مکاتب فکر کے علماء کا اجتماع

نام رسالہ:۔ ماہنامہ البلاغ، ذیقعدہ ۱۴۳۲ھ۔ اکتوبر ۲۰۱۱ء، ص: ۳۵

(9/11 کے بعد ایوان صدر میں ہونیوالی ایک تاریخی میٹنگ
کی روئیداد کی جھلکیاں)

تمام مکاتب فکر کے علمائے کرام کو بلایا گیا، الحمد للہ اس مجلس میں تمام مکاتب فکر کے علماء نے متفقہ بات کی، یہ بات سب نے کہی کہ دہشتگردی شریعت میں جائز نہیں کہ بے گناہوں کو دھوکے سے مار دیا جائے، ہم اس کی مذمت کرتے ہیں چاہے کرنے والا کوئی بھی ہو۔ (بحوالہ: ماہنامہ البلاغ، ذیقعدہ ۱۴۳۲ھ۔ اکتوبر ۲۰۱۱ء، ص: ۱۹)

خطباء کیلئے اعتدال، قول لین اور حکمت کی ضرورت

مولانا مفتی محمود اشرف عثمانی صاحب دامت برکاتہم مساجد کے منتظمین
اور جماعتوں کے ذمہ دار حضرات سے گزارش کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

مساجد، اداروں یا جماعتوں کے زیر انتظام جو علماء دینی خدمات انجام دے رہے ہوتے ہیں وہاں انہیں بکثرت یہ مسئلہ پیش آتا ہے کہ انتظامی طور پر ان کے ذمہ دار حضرات یہ چاہتے ہیں کہ یہ علماء صرف وہ بات بیان کریں جو ان منتظمین کی خواہش کے مطابق ہو۔ یہ ٹھیک ہے کہ دینی خدمت کے دوران فتنہ انگیزی اور فساد برپا کرنے سے بچنا بہت ضروری ہے اور صحیح عالم کبھی فتنوں کو ہوا نہیں دیتا بلکہ ہمیشہ امت کو فتنوں سے بچانے والا بلکہ فتنہ کو ختم کرنے والا ہوتا ہے۔

لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ عالم کبھی حق بات بیان نہ کرے اور جو بات کہے وہ ان منتظمین اور امراء کی آنکھ کے اشاروں کو دیکھ کر ہی بیان کرے۔ کوئی صحیح عالم اس طرح کا ہمیشہ کا کتمان حق کیسے کرسکتا ہے؟ صحیح عالم نہ فتنہ انگیز ہوتا ہے نہ کتمان حق کا عادی مجرم۔ وہ ہمیشہ اعتدال، قول لین، حکمت اور موعظہ حسنہ کے ساتھ حق آگے منتقل

کرتا ہے۔ ہاں نرمی اور حکمت اس کا شعار ہوتی ہے۔

(بحوالہ: ماہنامہ البلاغ، ذیقعدہ ۱۴۳۲ھ۔ اکتوبر ۲۰۱۱ء، ص: ۳۵)

☆……☆……☆

زاہدان میں اہل تشیع علماء کا استقبال

نام رسالہ: ماہنامہ البلاغ

رمضان المبارک ۱۴۲۶ھ/ اکتوبر ۲۰۰۵ء

حضرت مولانا محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم ایک جہاں دیدہ شخصیت ہیں، عالمی سطح پر آپ نہایت ہی معروف ہیں۔ اس دور میں اللہ پاک نے آپ سے دینی خدمات کا بہت ہی نمایاں کام لیا ہے، علمی و دینی حلقوں میں آپ کی طبیعت نہایت ہی معتدل واقع ہوئی ہے، فرقہ واریت کو آپ ایک بہت بڑی لعنت سمجھتے ہیں اور اس سے بچنے کی بار بار اپنے حلقۂ احباب میں تلقین کرتے ہیں اس پر آپ کے خطبات، تصنیفات، اور مختلف رسائل میں لکھے جانے والے مضامین شاہد ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہر مکتبہ فکر میں آپ کا احترام کیا جاتا ہے۔ آپ ایک سفر میں ایران تشریف لے گئے تو وہاں پر اہل تشیع حضرات نے آپ کا استقبال کیا۔ اللہ کریم آپ کی کوششوں کو قبول فرمائے اور مزید ترقی عطا فرمائے۔ از مرتب!

چابہار سے تقریباً پچاس منٹ کی پرواز کے بعد ہم ایرانی بلوچستان کے دارالحکومت زاہدان کے ہوائی اڈے پر اترے۔ یہاں دارالعلوم زاہدان کے مہتمم مولانا عبدالحمید صاحب اور ان کے ساتھ متعدد علمائے اہل سنت و اہل تشیع نے ہوائی

اڈے کے اندر استقبال کیا اور باہر نکلے تو ایک جم غفیر استقبال کیلئے موجود تھا۔ یہ حضرات جس محبت کی بناء پر دور دور سے آئے تھے، اس کا تقاضا تھا کہ ان سب سے کم از کم مصافحہ کیا جائے، چنانچہ کچھ دیر قطاروں سے مصافحہ کا سلسلہ رہا۔

(بحوالہ: نام رسالہ: ماہنامہ البلاغ۔ رمضان المبارک ۱۴۲۶ھ/ اکتوبر ۲۰۰۵ء ص: ۱۱)

☆......☆......☆

اختلاف رحمت ہے، فرقہ بندی حرام

نام رسالہ: ماہنامہ البلاغ

جمادی الاولیٰ ۱۴۲۶ھ/ جولائی ۲۰۰۵ء

خطاب: حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا شفیع صاحب کے بیٹے اور مولانا تقی عثمانی صاحب کے بھائی، دارالعلوم کراچی کے صدر ہیں آپ کی طبیعت بھی فرقہ واریت سے سخت بیزار ہے، فرقہ واریت کو آپ اس امت کیلئے ایک ناسور سمجھتے ہیں اس وقت مفتی اعظم پاکستان کے لقب سے مشہور ہیں گزشتہ سال آپ دامت برکاتہم عمرے کی غرض سے سعودی عرب تشریف لے گئے تھے اسی سفر کے دوران ۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۵ھ مطابق یکم جولائی ۲۰۰۴ء کو جدہ میں جناب بہجت ایوب زنجانی صاحب کے مکان پر آپ نے ایک وقیع خطاب کیا تھا جو افادہ عام کی غرض سے ہدیہ قارئین ہے ضبط و ترتیب مولانا اعجاز احمد صمدانی صاحب حفظہ اللہ استاد دارالعلوم کی ہے۔ اللہ کریم آپ کی تمام کوششوں کو قبول فرمائے اور امت کیلئے نافع بنائے۔ آمین! از مرتب

نحمده، ونصلی علی رسوله الکریم۔ امابعد: فاعوذ بالله من الشیطان الرجیم۔ بسم الله الرحمن الرحیم۔ یایها الذین امنوا اتقوا الله حق تقته ولا تموتن الا وانتم مسلمون، واعتصموا بحبل الله جمیعاً ولا تفرقوا واذکروا نعمت الله علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بعنمته اخواناً وکنتم علٰی شفاء حفرةٍ من النار فانقذکم منها، کذلک یبین الله لکم ایته لعلکم تهتدون"۔ (آل عمران ۱۰۳، ۱۰۲)

مختلف مسالک کے لوگوں سے خطاب

میں سب سے پہلے برادر عزیز جناب بہجت صاحب کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے یہ موقع فراہم کیا اور آپ حضرات کا ممنون ہوں کہ آپ نے اپنا قیمتی وقت نکال کر اس ناچیز کو یہ سعادت بخشی کہ یہاں میں آپ حضرات کے سامنے اپنی معروضات پیش کر سکوں۔ اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو اس محبت کی جزائے خیر دے۔ (آمین)

محترم بہجت صاحب نے مجھ سے یہ فرمایا تھا کہ اگرچہ یہ اجتماع بہت مختصر ہوگا لیکن اس میں مختلف تنظیموں اور مسالک سے تعلق رکھنے والے احباب موجود ہوں گے تو کوئی ایسی بات ہونی چاہیے جو ہم سب کے کام کی ہو۔ اسی وجہ سے میں نے قرآن مجید کی ان آیات کا انتخاب کیا جو آپ کے سامنے میں نے پڑھی ہیں۔ ان کا ترجمہ یہ ہے: ''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں موت نہ آئے مگر اس حالت میں کہ تم مسلمان ہو اور تم مضبوطی سے پکڑے رکھو اللہ کی رسی کو اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو اور یاد کرو اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو کہ جب تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کی اور تم ہو گئے اس کے فضل سے بھائی بھائی''۔

یہودی سازشوں کے مقابلے کا طریقہ

''اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم'' کے اندر اشارہ ہے اوس وخزرج کے

اختلافات کی طرف۔ یہ دونوں مدینہ طیبہ کے مشہور قبیلے تھے۔ برسہابرس سے ان کے درمیان قتل وغارت گری کا سلسلہ جاری تھا اور یہودی جو مدینہ طیبہ کے گردونواح میں مقیم تھے وہ ان دشمنیوں کو ہوا دیتے تھے اور ان اختلافات اور لڑائی جھگڑوں سے ہی ان کی چاندی ہوتی تھی کیونکہ اس سے ان کا اسلحہ فروخت ہوتا تھا جس سے وہ خوب مال کماتے تھے۔

یہودی لڑائیوں کو ہوا دینے کیلئے کیا کیا سازشیں کرتے تھے وہ ایک طویل داستان ہے اور وہ داستان تقریباً ایسی ہی ہے جیسی آج کل مسلمانوں کو لڑانے کیلئے دہرائی جارہی ہے۔ ان آیات میں ان سازشوں کا مقابلہ کرنے کا ایک طریقہ بتلایا گیا ہے اور وہ ہے تقویٰ کا اختیار کرنا اور آپس میں اتحاد واتفاق سے رہنا۔

چنانچہ سب سے پہلے یہ حکم دیا گیا کہ ''یایھا الذین امنوا اتقوا اللہ'' تقویٰ اختیار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے آپ کو ہر قسم کے گناہوں سے بچاؤ، چھوٹے گناہوں سے بھی بچاؤ اور بڑے گناہوں سے بھی، کھلے ہوئے گناہوں سے بھی بچاؤ اور چھپے ہوئے گناہوں سے بھی، حقوق اللہ سے متعلق گناہوں سے بھی بچاؤ اور حقوق العباد سے متعلق گناہوں سے بھی۔

قرآن مجید کا ایک خاص اسلوب

قرآن مجید کا ایک اسلوب ہے کہ جب وہ کوئی حکم دیتا ہے اور اس میں بظاہر بندوں کیلئے کچھ مشکل ہوتی ہے تو اس مشکل کو حل کرنے کا طریقہ بھی بتلاتا ہے۔ چنانچہ یہاں ''تقویٰ'' کا حکم دیا گیا جو اتنا آسان کام نہیں، زبان، کان، دل، ہاتھ اور پاؤں کو ہر قسم کے گناہوں سے بچانا ایک مشکل کام ہے۔ اس مشکل کو آسان کرنے کا ایک طریقہ تو سورہ توبہ میں اس طرح ارشاد فرمایا گیا: ''یایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین''

''الصادقین'' سے مراد وہ لوگ ہیں کہ جو زبان کے بھی سچے ہیں اور دل کے بھی،

عقیدے کے بھی سچے ہیں اور عمل کے بھی یعنی اللہ والے۔

گویا یہ بتلادیا کہ جب اللہ والوں کے ساتھ رہو گے تو تقویٰ حاصل کرنا آسان ہوجائے گا اور ہمارا تجربہ بھی یہی ہے کہ اللہ والوں کے ساتھ رہنے سے گناہوں سے بچنا آسان ہوجاتا ہے مثلاً اگر ہم سفر میں جائیں، دس پندرہ آدمی ہوں اگر سارے کے سارے نمازی ہیں، گناہوں سے بچنے والے ہیں، متقی اور پرہیزگار ہیں تو گناہوں سے بچنا کچھ مشکل نہیں ہوتا بلکہ گناہ کرنا مشکل ہوجاتا ہے اور اگر فاسق فاجر لوگوں کے ساتھ ہمارا سفر ہو رہا ہو کہ جنہیں نہ نماز کی پرواہ ہے نہ حلال وحرام کی اور نہ پاکی وناپاکی کی تو وہاں وضو کرنا مشکل، نماز پڑھنا مشکل اور گناہوں سے بچنا بھی مشکل۔

قرآن معیارِ حق ہے

اور یہاں پر تقویٰ پر عمل کرنے کا ایک اور آسان راستہ بتایا وہ یہ کہ ”اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو“ یعنی یہ بتلایا کہ اگر قرآن کو مضبوطی سے تھام لوگے تو تقویٰ میں مدد ملے گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن معیارِ حق ہے اور پھر قرآن نے جس چیز کو معیارِ حق بتایا ہے وہ معیارِ حق ہے۔ قرآن نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معیارِ حق بتایا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو معیارِ حق بتایا ہے، اللہ والوں کو معیارِ حق بتایا ہے۔

گویا پہلی بات یہ ہوگئی کہ قرآن مجید کو اپنا رہبر ورہنما بنایا جائے لیکن قرآن مجید ہی کو رہبر بنا کر ہم پوری طرح اس سے استفادہ نہیں کرسکتے کیونکہ انسان کا معلم کتاب نہیں ہوتی بلکہ انسان ہوتا ہے۔ دنیا کا کوئی علم وفن صرف کتاب کے مطالعے سے حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ اللہ رب العزت نے ہر کتاب اور صحیفے کے ساتھ ایک نبی بھیجا جسے اس کتاب یا صحیفے کا معلم بنایا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے قرآن مجید بھیجا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلم قرآن کا خطاب دیا گیا **”ویعلمہم الکتاب والحکمۃ“** آپ کے فرائض منصبی میں یہ بات شامل کی گئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن مجید کے الفاظ بھی سکھائیں اور معانی بھی سکھائیں۔

کوئی کتاب کسی معلم کے بغیر نہیں آئی البتہ ایسا ضرور ہوا ہے کہ نبی آیا ہے، کتاب نہیں آئی، معلوم ہوا کہ کتاب اللہ کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کیلئے معلم کا ہونا ناگزیر ہے۔ وہ معلم تاجدار کونین سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور پھر ان کے شاگرد جنہوں نے ان سے یہ کتاب سیکھی یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پھر ان کے شاگرد، پھر ان کے شاگرد...... الحمدللہ یہ سلسلہ آج تک تواتر کے ساتھ چلا آرہا ہے۔

اختلاف حدود کے اندر ہو تو مذموم نہیں

آگے حکم ہے کہ ”تم اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو“۔ یہاں خاص طور پر اس اعتبار سے توجہ کی ضرورت ہے کہ قرآن مجید نے اس جگہ ”ولاتفرقو“ کا لفظ استعمال کیا ہے ” ولا تختلفوا“ کا لفظ استعمال نہیں کیا کیونکہ اختلاف یعنی اختلاف رائے اگر قرآن وسنت کی بنیاد پر ہو، اخلاص اور للّٰہیت کے ساتھ ہو، اپنی بڑائی جتانے اور دوسروں کو ذلیل کرنے کی نیت سے نہ ہو اور ایسے مسائل میں اختلاف ہو جن میں واقعی اختلاف رائے ہو سکتا ہے (جنہیں اصطلاح میں ”مجتہد فیہ“ مسائل کہا جاتا ہے) تو وہ اختلاف کوئی مذموم نہیں بلکہ محمود ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان بھی یہ اختلاف رائے رہا اور یہ اختلاف بھی ان معاملات میں ہوا جن کے بارے میں قرآن وحدیث کا کوئی واضح حکم موجود نہیں تھا۔

اختلاف رائے کے نتیجے میں ایک جماعت نے ایک رائے پر عمل کیا اور دوسری نے دوسری رائے پر۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی پر نکیر نہیں فرمائی۔ اس کی مثال یہ ہے کہ غزوہ احزاب سے فارغ ہونے کے بعد جبرائیل امین علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ نے زرہیں اتار دیں، ہم نے تو ابھی تک نہیں اتاریں۔ آپ کو اسی لمحے بنو قریظہ پر چڑھائی کرنی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فوراً صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بنو قریظہ کی طرف جانے کا حکم دیا اور

فرمایا: ''لایصلین احدکم الافی بنی قریظه'' تم میں سے کوئی آدمی (عصر کی) نماز نہ پڑھے مگر بنی قریظہ میں۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین روانہ ہوگئے لیکن راستہ میں عصر کی نماز کا وقت تنگ ہوگیا۔ اب سوال یہ تھا کہ اگر عصر کی نماز بنوقریظہ میں پڑھیں تو نماز قضاء ہوجائے گی یا اس کا وقت مکروہ ہوجائے گا اور اگر یہاں پڑھیں تو بظاہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی ہوگی۔ اب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی دو آراء ہوگئیں۔ کچھ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا کہنا یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقصود یہ تھا کہ ہمیں جلدی بنوقریظہ پہنچنا چاہیے یہاں تک کہ عصر وہیں پڑھیں گویا نماز کو قضا کرنا مقصود نہیں بلکہ جلدی پہنچنا مقصود ہے لیکن چونکہ اب عصر کے وقت کے اندر اندر وہاں پہنچنا مشکل ہے اس لئے ہمیں نماز یہیں پڑھ لینی چاہیے۔

دوسرے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی رائے تھی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم یہ تھا کہ عصر بنوقریظہ میں پڑھنی ہے تو قضا ہو یا ادا، ہرحال میں نماز وہیں پڑھنی چاہیے۔ چنانچہ کچھ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے راستے میں نماز پڑھ لی اور کچھ نے وہاں پہنچ کر نماز ادا کی۔ بعد میں یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بیان کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی فریق پر نکیر نہیں فرمائی۔

اسی سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اگر قرآن وسنت کے کسی ارشاد میں دو معنوں کا احتمال ہو اور ان میں سے کسی احتمال کو اہل علم اجتہاد کر کے اختیار کرلیں اور بعض دوسرے اہل علم دوسرے احتمال کو اختیار کرلیں تو ان میں سے کوئی جہت منکر نہیں ہوتی اور اس پر کوئی نکیر بھی جائز نہیں۔ اختلاف فقہاء کی حقیقت بھی یہی ہے۔

بلاشبہ اسلام ایک ہے لیکن......

آج اختلاف فقہاء کو بہت اچھالا جاتا ہے کہ اسلام تو ایک ہے پھر یہ حنفی، مالکی،

شافعی اور حنبلی ہونے کا کیا مطلب؟ بلاشبہ اسلام ایک ہے، اللہ ایک ہے، قرآن ایک ہے، قبلہ ایک ہے، نبی ایک ہے لیکن اسی ایک دین کے اندر اللہ تعالیٰ نے یہ لچک رکھی ہے کہ کچھ احکامات کے اندر مختلف امکانات اور احتمالات رکھے تا کہ ہر زمانے کے فقہاء اور مجتہدین قرآن وسنت کے دلائل پر غور کر کے مسائل کا استنباط کر سکیں اور ایسی صورت میں مجتہدین کی آراء کے درمیان اختلاف ہونا ایک ظاہری بات ہے لیکن اس اختلاف کا حق انہی کو ہے جن کے اندر اجتہاد کی صلاحیت موجود ہو، قرآن وسنت کے ماہر ہوں اور ایک مضمون سے متعلق تمام احادیث ان کے علم میں ہوں۔

اختلاف رحمت کیسے بنتا ہے؟

ایسے لوگ جب کسی مسئلے میں اختلاف رائے کرتے ہیں تو یہ اختلاف رائے امت کیلئے رحمت بن جاتا ہے وہ کیسے؟ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ ایک مسئلے سے متعلق دو مختلف اقوال ہیں اور دونوں اقوال دلائل پر مبنی ہیں لیکن قطعی دلائل کسی فقیہ کے پاس بھی نہیں۔ اب کوئی شخص مجبور کن حالات کا شکار ہو گیا تو اس زمانے کے مفتی کیلئے یہ گنجائش ہوتی ہے کہ وہ دوسرے مذہب کے قول پر فتویٰ دیدے۔ اس کے برعکس کسی دوسرے ملک میں اس کے برعکس قول پر فتویٰ دینے کی شدید ضرورت پیش آئی تو وہاں کے مفتی کیلئے اس کی گنجائش ہے کہ وہ اپنے مذہب کو چھوڑ کر اس مخالف قول پر فتویٰ دیدے۔ گویا ایک ملک میں ایک قول پر فتویٰ دیا گیا اور دوسرے ملک میں اس کے برعکس قول کو اختیار کیا گیا۔ اس طرح شریعت کے اندر لچک پیدا ہوئی اور امت کیلئے رحمت بنی۔ اسی کو فرمایا گیا کہ :"اختلاف امتی رحمة" (کشف الخفاء، ج ا ص ۶۶ رقم الحدیث: ۱۵۳)

اختلاف کے باوجود تعظیم وتکریم

لیکن یہ اختلاف ہے "تفرق" نہیں ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان بھی اختلاف ہوا ہے، "تفرق" نہیں ہوا۔ فقہاء کرام کے درمیان بھی اختلاف ہوا، "تفرق" نہیں ہوا۔ چنانچہ باہمی اختلافات کے باوجود ائمہ مجتہدین ایک

دوسرے کے تعظیم وتکریم کرتے تھے اور آج بھی ان مسالک کے پیروکار ایک دوسرے سے بڑی تعظیم وتکریم سے ملتے ہیں۔ میں ابھی اُردن سے آرہا ہوں، میرے سارے میزبان شافعی تھے، شام گیا تو وہاں کچھ شافعی، کچھ حنبلی اور کچھ حنفی تھے لیکن ہماری ان سب کے ساتھ دوستیاں تھیں۔ بعض دفعہ سفر میں ایسا ہوتا کہ ظہر کے وقت ہمارے بعض ساتھی کہتے کہ ہم تو عصر کی نماز بھی ابھی پڑھ رہے ہیں (کیونکہ انکے مسلک میں اس کی گنجائش ہے کہ حالت سفر میں عصر کو ظہر کے وقت پڑھا جائے) ہم کہتے کہ ٹھیک ہے تم پڑھنا چاہو تو پڑھ لو۔ ہم تو اپنے وقت پر عصر پڑھیں گے لیکن محبتیں اور تعظیم وتکریم برقرار رہی۔

اب دیکھئے! امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور بعض دیگر فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ جب جماعت ہو رہی ہو تو مقتدی کیلئے بھی سورۂ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے جبکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مقتدی کیلئے ایسی صورت میں سورۂ فاتحہ پڑھنا جائز ہی نہیں۔ یہ بہت بڑا اختلاف ہے، نماز کے متعلق جتنے اور اختلافات ہیں وہ افضل، غیر افضل کے ہیں لیکن یہ اختلاف وجوب اور عدم جواز کا ہے اور دلائل دونوں کے پاس قوی درجے کے ہیں۔ قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے ہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ شاگرد ہیں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ شاگرد ہیں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہوئے، وہیں نماز کا وقت ہو گیا، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی عام عادت یہ تھی کہ وہ امامت کیلئے آگے نہیں بڑھتے تھے لیکن یہاں جب جماعت کا وقت ہوا تو خود ہی امامت کیلئے آگے بڑھ گئے۔ نماز پڑھائی اور اس میں رفع یدین نہیں کیا۔ (رفع یدین کا اختلاف افضل اور غیر افضل کا ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک رفع یدین کرنا افضل ہے جبکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نہ کرنا افضل ہے)۔

جب نماز سے فارغ ہوئے تو کسی شاگرد نے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے؟ آپ کی عادت تو امامت کرانے کی نہ تھی یہاں آپ خود ہی آگے بڑھ گئے اور پھر رفع یدین بھی نہیں کیا۔ فرمایا کہ رفع یدین تو اس لئے نہیں کیا کہ یہ میرے نزدیک افضل ہی تو ہے، واجب تو نہیں۔ مجھے یہاں نماز پڑھتے ہوئے شرم آئی کہ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے کے خلاف عمل کروں اور امامت کیلئے اس لئے آگے بڑھا کہ اگر میں کسی کے پیچھے نماز پڑھتا تو مجھے سورۃ فاتحہ پڑھنا پڑتی کیونکہ میرے مسلک کے مطابق اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی مگر یہاں امام صاحب کے مسلک کے خلاف عمل کرتے ہوئے شرم آئی لہٰذا میں امام بن گیا کیونکہ امام کو دونوں مذاہب کے مطابق سورۂ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے۔

یہ تھا ان لوگوں کا آپس میں اکرام اور تعظیم، جو لوگ ان اختلافات کو طعنہ زنی کا ذریعہ بناتے ہیں وہ پرلے درجے کی بددیانتی سے کام لیتے ہیں یا پرلے درجے کی ناواقفیت کی بنیاد پر کہتے ہیں۔ جو حضرات ان اختلافات کی حقیقت کو جانتے ہیں، انہیں معلوم ہے کہ یہ اختلاف محض اللہ کیلئے تھا، اس میں نفسانیت کا کوئی دخل نہیں تھا بلکہ جو اختلافات فقہاء کرام کے درمیان بعد میں ہوئے ہیں، یہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے درمیان بھی موجود تھے۔ چنانچہ بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ”قرأت فاتحہ خلف الامام“ کرتے تھے، بعض نہیں کرتے تھے۔ ”نماز قصر“ کے بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا مسلک حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے مختلف تھا۔ یہ سب باتیں تھیں لیکن اس کے باوجود قرآن مجید ان کے بارے میں فرماتا ہے کہ: ”اشدآء علی الکفار رحماء بینھم “(الفتح، ۲۹)”(صحابہ کرام) کافروں کے مقابلے میں سخت اور آپس میں نرم دل ہیں“۔

قرآن مجید نے یہ تمغہ امتیاز تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو دیا ہے کہ وہ آپس میں رحیم و کریم ہیں۔ معلوم ہوا کہ ان کا یہ اختلاف خالص للّٰہیت پر مبنی تھا۔

(بحوالہ: ماہنامہ البلاغ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۶ھ/ جولائی ۲۰۰۵ء۔ ص: ۳۷ تا ۴۳)

امت مسلمہ کا مختلف ٹکڑوں میں بٹ جانا......لمحہ فکریہ

نام رسالہ: ماہنامہ البلاغ

شعبان المعظم ۱۴۲۱ھ۔ نومبر ۲۰۰۰ء
شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی حفظہ اللہ

مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالحسن ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا دوسرا اہم نکتہ اور عبرت آموز بات، جس سے ہمیں سبق حاصل کرنا چاہیے یہ ہے کہ آج کی دنیا میں بھی علماء اور محققین کی کوئی کمی نہیں، داعی بھی بہت ہیں، دعوت کا کام کرنے والی جماعتیں بھی بے شمار ہیں، سب اپنی اپنی جگہ کام کر رہے ہیں لیکن قابل غور بات یہ ہے کہ یہ سارے کام اپنے خاص حلقوں میں تو بارآور ہو رہے ہیں، ان کاموں سے نئے نئے حلقے وجود میں آرہے ہیں، ہر کام اپنا ایک نیا حلقہ پیدا کر رہا ہے لیکن مجموعی طور سے پوری اُمت پر ان کاموں کا اثر ظاہر نہیں ہو رہا، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ مختلف طریقوں اور انداز میں جاری یہ کام، بعض اوقات امت مسلمہ کے مختلف ٹکڑوں میں بٹ جانے کا ذریعہ بن رہے ہیں۔

چنانچہ ایک طرف جہاں مختلف زاویوں سے دعوت وتبلیغ کے کام ہو رہے ہیں، وہاں اشتراک واتحاد کے بجائے باہمی تفریق وتقسیم کا یہ حال ہے کہ یہ جملے بھی زبان زد عام ہیں کہ یہ فلاں جماعت کا آدمی ہے، یہ فلاں گروہ کا آدمی ہے، یہ فلاں مسلک سے تعلق رکھتا ہے، اس طرح مختلف گروہوں میں بٹ کر اور منتشر ہو کر یہ کام ہو رہے ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ان گروہ بندیوں نے امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو باوجود اس کے کہ سب کی منزل ایک ہے، مختلف ٹکڑیوں میں منقسم کر دیا ہے۔

راستوں کو منزل قرار دینے کا نتیجہ

اس تفریق کی وجہ میرے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ

علیہ نے اپنے ملفوظ میں بیان فرمایا ہے میرے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقاتیں بہت کم ہوئیں لیکن جب کبھی حضرت مولانا کا ذکر آتا تو والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ ضرور یہ لفظ ارشاد فرماتے کہ وہ ''موفق من اللہ'' ہیں تو والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑے کام کی بات یہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ جب بہت سے لوگ کسی مشترکہ منزل کی جانب رواں دواں ہوتے ہیں، سب کی منزل ایک ہوتی ہے لیکن اس منزل تک پہنچنے کے راستے مختلف ہوتے ہیں، کوئی ایک راستے سے جانب منزل رواں دواں ہے، کوئی دوسرا راستہ اختیار کئے ہوئے ہے، کسی نے گھوم کر جانے والا تیسرا راستہ اپنایا ہے، تو ایسے میں ہر شخص کو چاہیے کہ وہ بیشک اپنا راستہ نہ چھوڑے لیکن دوسرے شخص کو صرف اس کا راستہ مختلف ہونے کی بناء پر مطعون بھی نہ کرے کہ تم نے فلاں راستہ کیوں اختیار کیا؟ کیونکہ سبھی کی منزل چونکہ ایک ہے، اس لئے محض راستے کے مختلف ہونے سے کسی کو برا بھلا کہنا درست طرز عمل نہیں ہے، آج ہم لوگوں نے راستے مختلف اختیار کئے لیکن ہر شخص نے اپنے راستے کو راستہ سمجھنے کے بجائے اسے منزل قرار دے دیا، چنانچہ اس کا نتیجہ ہے کہ کوئی شخص اگر دوسرا راستہ اختیار کر کے منزل کی سمت آگے بڑھ رہا ہے تو اسے اپنا نہیں غیر اور پرایا سمجھا جاتا ہے اسے مطعون کیا جاتا ہے، اس پر ملامت کی جاتی ہے، اس پر بعض اوقات برملا اعتراضات بھی کئے جاتے ہیں، کم از کم اتنا تو ہوتا ہی ہے کہ اس کیلئے اپنائیت اور ہمدردی کے جذبات دل میں نہیں رہتے، یہ وہ طرز عمل ہے، جس نے ہمیں مختلف گروہوں، پارٹیوں اور جماعتوں میں بانٹ دیا ہے۔

مولانا ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا گروہ بندیوں سے اجتناب

اللہ جل جلالہ، نے جن سعید روحوں کو اس حقیقت کا اعتراف اور سمجھ عطاء فرمائی ہے ان میں حضرت مولانا (ندوی) رحمۃ اللہ علیہ کا نام سرفہرست ہے کوئی گروہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ صرف ہمارے تھے اور ہر گروہ یہ کہتا ہے کہ وہ ہم میں سے تھے، یہ اس لئے کہ

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ اس حقیقت سے آشنا تھے کہ سب کی منزل اللہ جل جلالہ کی رضا ہے، اس رضا کے حصول کے راستے مختلف ہوسکتے ہیں، اگر کسی نے ایک راستہ اختیار کیا تو وہ میرا ہی ہے، کسی نے دوسرا راستہ اختیار کیا تو وہ بھی میرا ہی ہے، محض اس وجہ سے کہ کسی نے دوسرا راستہ اختیار کرلیا، میں اسے پرایا نہیں کہہ سکتا، یہی وجہ ہے کہ ان کی ہمدردی، محبت اور تعاون ہر ایک سے تھا اور کسی ایک گروہ سے باضابطہ تعلق ایسا نہیں تھا کہ دوسروں کو وہ غیر سمجھنے لگ گئے ہوں۔ یہ حضرت مولانا علی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عمر بھر کا طریقہ رہا، وقتی طور پر مسلم پرسنل لاء بورڈ کے صدر بھی بنے اور اس کے تحت عظیم خدمات بھی انجام دیں لیکن مستقل طور پر کسی ایک جماعت سے وابستہ کر کے اپنے آپ کو دوسری جماعتوں سے کاٹ لینے کا طریقہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے کبھی نہیں اپنایا۔ اسی کی برکت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو ہر طبقے میں مقبولیت عطا فرمائی اور اسی ہمہ گیری کی صفت اور وسعت قلبی کا اثر ہے کہ جب کبھی مسلمانوں میں اختلاف کے موقع پر صلح صفائی کیلئے جن مقبول شخصیات کے نام لئے جاتے تھے، ان میں حضرت مولانا کا اسم گرامی سرفہرست ہوتا کیونکہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا دردمند دل اس سے متاثر ہوتا اور ایسے اختلاف کے موقع پر صلح صفائی کیلئے جن مقبول شخصیات کے نام لئے جاتے تھے، ان میں حضرت مولانا کا اسم گرامی سرفہرست ہوتا کیونکہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی ذات ایسی تھی کہ اختلافات دور کرنے اور مختلف حلقوں کے درمیان مصالحت کرانے میں اس سے مدد لی جاسکتی تھی، مگر آج قحط الرجال کا عالم یہ ہے کہ میں وہی جملہ عرض کروں گا جو خود مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے معمولی تصرف کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا تھا ''ردۃ ولا ابابکر لھا'' آج میں یہ فقرہ اپنی اصل صورت میں دہراتا ہوں کہ ''قضیۃ ولا اباحسن لھا''۔

اختلاف کو تفرقہ کا ذریعہ نہ بنائیں

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی حیات طیبہ سے ہمیں یہ روشنی ملتی ہے

کہ امت مسلمہ میں نظریاتی اور عملی اختلاف بھی ہوسکتا ہے لیکن اس اختلاف کو اختلاف کی جگہ پر رکھنا چاہیے۔ اللہ کے لئے اسے مسلمانوں کو فرقوں اور گروہوں میں بانٹنے کا ذریعہ نہیں بنانا چاہیے، یہ دوسرا اہم سبق ہے، جو ہمیں حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی سے ملتا ہے۔

حکمت کے ساتھ حق گوئی کا سلیقہ

تیسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی ذات میں حق گوئی و بیباکی کے ساتھ حکمت و خیر خواہی کو جمع فرمایا تھا اور ان دونوں باتوں کے درمیان اللہ تعالیٰ نے انہیں امتزاج پیدا کرنے اور توازن و اعتدال برقرار رکھنے کا عجیب و غریب سلیقہ بخشا تھا، ایک طرف یہ بات کہ جہاں کلمہ حق کہنا ضروری ہو، وہاں کلمہ حق کہنا ہے، دوسری طرف اس کلمہ حق کے ذریعے کوئی فتنہ بھی پیدا نہیں کرنا کیونکہ کلمہ حق ایک وعظ، ایک نصیحت اور ہمدردی و خیر خواہی کا ایک پیغام ہے۔ اسی بناء پر ایک طرف جہاں یہ بات ہے کہ کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ کسی بھی شرعی و ملی مسئلہ میں حضرت مولانا نے مداہنت سے کام لیا ہو لیکن ساتھ ہی یہ بات بھی ہے کہ جب کسی کو دین کی کوئی بات کہی تو دل میں اتر کر کہی۔ اس کی محبت، شفقت اور خیر خواہی کا جذبہ دل میں لے کر خلوص کے ساتھ کہی۔ پیش نظر یہ تھا کہ سننے والا اس بات کو قبول کر لے اور اگر قبول نہ کرے تو کم از کم اس کو فتنہ کا ذریعہ نہ بنائے۔

دعوت کے اثر پذیر ہونے کی تین ضروری شرائط

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے، ان کا ایک ایسا فقرہ یاد آ گیا جو نہایت مفید اور کام کا فقرہ ہے، مجھے تو اس سے بڑا فائدہ پہنچا ہے، وہ فرمایا کرتے تھے کہ حق بات، حق طریقے سے، حق نیت سے کہی جائے تو کبھی فتنہ پیدا نہیں ہوگا لیکن تین شرطیں ہیں، پہلے یہ کہ بات حق ہو، دوسری شرط یہ ہے کہ نیت حق ہو اور تیسری شرط یہ ہے کہ طریقہ بھی حق ہو، کہیں

اگر حق کہنے کے نتیجے میں فتنہ کھڑا ہو جائے، جھگڑا پیدا ہو جائے تو سمجھ لینا چاہیے کہ ان تین باتوں میں سے کوئی بات مفقود تھی، یا تو یہ بات حق نہیں تھی، یا بات تو حق تھی لیکن نیت حق نہیں تھی مثلاً کسی بری نیت سے بات کہی گئی تھی، اپنے کو بڑھانا اور دوسرے کو گرانا مقصود تھا، نیت خراب تھی یا اگر نیت بھی صحیح تھی تو طریقہ صحیح نہیں تھا، اگر طریقہ بھی صحیح ہوتا، نیت بھی درست ہوتی اور بات بھی حق ہوتی تو فتنہ پیدا نہ کرتی، جلد یا بدیر کبھی نہ کبھی اثر دے جاتی۔ دعوت وتبلیغ کے ان آداب وشرائط کی روشنی میں آپ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر یا تحریر کا مطالعہ کر لیجئے، یہ تینوں باتیں ایسی نمایاں نظر آئیں گی کہ شاید ہی کہیں اور نظر آئیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں حق بات، حق نیت کے ساتھ حق طریقے کے مطابق کہنے اور لکھنے کی توفیق خاص عطا فرمائی تھی، ہم لوگ اگر اپنی دعوت وتبلیغ اور کام میں یہ راستہ اختیار کر لیں تو آپس کے جھگڑے ختم ہو جائیں، اللہ تعالیٰ اس پر عمل کی ہمیں توفیق مرحمت فرمائے۔

نئے فرقے کیسے وجود میں آتے ہیں؟

چوتھا نکتہ جو اس مختصر وقت میں آپ حضرات سے بیان کرنا چاہتا ہوں، یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا کو جس سلامت فکری اور دھلے ہوئے پاکیزہ خیالات سے نوازا تھا، اس کا ایک مظہر یہ ہے کہ ساری دنیا جانتی ہے کہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ، عصر حاضر میں ایک عظیم داعی دین اور مصلح بن کر ابھرے۔ ماضی قریب میں آپ داعیوں اور مصلحین کی فہرست پر اگر نظر ڈال کر دیکھیں تو بہت سے لوگوں میں یہ بات نظر آئے گی کہ وہ ایک طوفانی جھونکے کی طرح اچانک ابھرے، بہت سے لوگوں کو اپنی طرف کھینچا اور اپنا دیوانہ و مسخر کر لیا، لیکن اس اچانک تسخیر کا نتیجہ یہ سامنے آیا کہ عام جمہور امت سے ہٹ کر ایک نیا فرقہ اور طبقہ وجود میں آ گیا، ماضی قریب میں آپ کو اس کی ایک سے زیادہ مثالیں ملیں گی کہ ابتداء میں دعوت کا کام شروع ہوا لیکن اس کے باوجود ان داعی ومصلح نے اپنا ایک گروہ ایسا بنا لیا جو ان کا مداح، ان کا کلمہ گو، ان کے قصیدے

پڑھنے والا اور ان کی فکر کو آگے بڑھانے والا ہے لیکن اس گروہ نے ایسا طرز عمل اور طریقہ کار اختیار کیا کہ خود کو عام جمہور امت اور جمہور علماء امت سے الگ کرلیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس داعی و مصلح کی دعوت وفکر ایک مخصوص طبقے تک محدود رہی اور وہ مخصوص طبقہ امت کے جمہور سے کٹ کر رہ گیا اور اس خاص طبقے اور جمہور امت میں منافرتیں پیدا ہوگئیں، دونوں میں طعن وتشنیع کا سلسلہ شروع ہوگیا اور امت کو بحیثیت مجموعی فائدہ پہنچنے کے بجائے افتراق وانتشار کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کی بنیادی وجہ (میں آپ حضرات سے نہایت ادب سے عرض کروں گا کہ اس بنیادی وجہ کی تفصیل ذرا توجہ کے ساتھ سماعت فرمائیں) یہ تھی کہ انہوں نے اپنی دعوت کے ساتھ اپنے ذاتی نظریات کا ایسا پیوند لگالیا کہ وہ ان کی دعوت کا جزو لاینفک (لازمی جز) بن گیا، جب کسی کو اسلام کی دعوت دی جاتی ہے تو وہ اسلام کی دعوت ہوتی ہے، امت کے سواد اعظم نے جس چیز کو اسلام سمجھا، دعوت اسلام سے اسی کی دعوت مراد ہوتی ہے بعض اوقات کسی کے دل میں خیال آتا ہے کہ فلاں مسئلہ میں سواد اعظم غلطی پر ہے اور اس بناء پر وہ سواد اعظم سے مختلف کوئی رائے رکھتا ہے اگرچہ یہ بھی بری بات ہے جیسا کہ مولانا سلمان صاحب نے ابھی حدیث بتائی "من شد شد فی النار" (مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنة) لیکن سواد اعظم سے مختلف رائے رکھنے والا اگر اپنی رائے کو اپنی ذات تک محدود رکھے تو شاید وہ بات اتنی فتنہ انگیز نہ ہوتی لیکن جب وہ ایسی رائے کو اپنی جماعت اور اپنے حلقے کی دعوت کا جزو لاینفک (لازمی جزو) بنا دیتا ہے، اس پر بحث ومباحثے کا دروازہ کھول کر اس پر اصرار کرتا ہے اور اس کی طرف اسلام کے اجماعی امور کی طرح دعوت دیتا اور اس کے مخالفین پر اتنے ہی شد ومد سے تنقید کرتا اور انہیں ملامت کا ہدف بناتا ہے جیسے وہ اسلام کے اجماعی امور میں داخل ہو یا اسی طرح کا کوئی اور طرز عمل اپنا کر اپنے حلقے پر اس نظریہ کا ٹھپہ لگا دیتا ہے تو اس کے نتیجے میں جمہور امت سے کٹ کر ایک الگ فرقہ وجود میں آجاتا ہے اور الگ فرقہ بننے کے نتیجے میں دعوت کے ہمہ گیر

پیغام سے امت پر جو اثرات مرتب ہونے چاہئیں تھے، اس سے وہ خود بھی محروم رہتا ہے اور اپنے متبعین کو بھی محروم کرتا ہے۔

مولانا جمہور علماء امت کے راستے پر گامزن تھے

الله تعالیٰ حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی رحمۃ الله علیہ کے درجات بلند فرمائیں۔ ان کے بارے میں کوئی شخص اس بات سے انکار نہیں کرسکتا کہ ماضی قریب میں ان کا نام داعیان حق میں سرفہرست تھا اور انہوں نے جو دعوت دی وہ ہمہ گیر اور انقلابی دعوت تھی، الحمدلله! اس دعوت نے عرب و عجم پر اپنے گہرے اثرات مرتب کئے لیکن حضرت مولانا رحمۃ الله علیہ نے اپنی دعوت کو کسی بھی مرحلے پر کسی ایسے نظریے سے وابستہ نہیں کیا جو جمہور علماء امت سے ہٹا ہوا ہو، وہ ہمیشہ جمہور امت کے راستے پر گامزن رہے جسے سرکار دو عالم صلی الله علیہ وآلہ وسلم نے اپنے جامع ارشادات "**ماانا علیه واصحابی**" اور "**اتبعوا السواد الاعظم**" کے ذریعے واضح فرمایا، حضرت مولانا رحمۃ الله علیہ اسی راستے کو مضبوطی سے تھامے رہے۔

حالات زمانہ سے واقفیت

بعض لوگ زمانے کی ضروریات اور جدید تقاضوں کے نام پر جمہور علماء امت سے جداگانہ راستہ اختیار کر لیتے ہیں اور کبھی یہ طعنہ دیتے نہیں تھکتے کہ یہ شخص مولانا ہے، زمانے کی ضروریات سے اسے واقفیت نہیں لیکن حضرت مولانا علی میاں رحمۃ الله علیہ کو کوئی شخص یہ طعنہ نہیں دے سکتا کہ وہ حالات زمانہ سے بے خبر تھے یا اس کی ضروریات سے ناواقف تھے مگر اس کے باوجود انہوں نے اپنے کسی بھی کام کے دوران کوئی ایسا راستہ اختیار نہیں فرمایا، جو جمہور امت کے مجموعی راستے سے ہٹا ہوا ہو۔

افتراق اور انتشار سے احتراز

ایک بیماری خاص طور پر ہمارے دور میں پیدا ہوگئی ہے اسکی تھوڑی سی تفصیل بھی ضروری معلوم ہوتی ہے اور اس کا سمجھنا اس لئے آسان ہے کہ یہ دور، اختصاص

(Specialization) کا دور ہے، جو آدمی ڈاکٹر ہے وہ انجینئرنگ کے بارے میں کوئی رائے زنی نہیں کرتا، انجینئر ہے تو وہ طب کے حوالے سے اپنی رائے دوسروں پر مسلط نہیں کرتا، اس طرح کرنا دنیاوی علوم کے بھی مسلمہ اصول کے خلاف ہے لیکن اسلام اور خاص طور پر فقہ کے بارے میں یہ وباء پھیلی ہوئی ہے کہ اگر ایک شخص نے دین کے کسی میدان میں خدمت انجام دی ہے اور اپنے دائرے میں اچھی خدمت کی ہے تو وہ یہ سمجھ لیتا ہے کہ چونکہ میں نے اپنے دائرے میں دین کی عظیم خدمت انجام دی ہے، لہٰذا اسلام کے ہر شعبے کے علم میں بھی میرا مقام بہت بلند ہے اور اس غلط فہمی کے نتیجے میں وہ تفسیر، حدیث اور فقہ میں عمل جراحی شروع کر دیتا ہے، اس عمل جراحی کے نتیجے میں وہ مسلمانوں کو متحد کرنے کے بجائے ان میں افتراق وانتشار کا ایک نیا دروازہ کھولتا ہے، افتراق کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ مثلاً کوئی سوچا سمجھا اور مسلمہ نظریہ صدیوں سے چلا آ رہا ہے، اور پوری امت اس کو مانتی آ رہی ہے، لیکن اچانک ایک شخص اٹھتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ درست نہیں ہے، یوں نہیں، یہ ہونا چاہیے، تو ظاہر ہے ساری دنیا، اس کی مسلط کردہ ایسی تحقیق (جو مسلمہ نظریہ کے خلاف ہو) کو تسلیم کرنے کیلئے تیار تو نہیں ہوگی (اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جیسے مجتہد کی اگر ساری دنیا متفقہ طور پر تقلید نہیں کرتی تو آج کے دور میں کسی غیر ماہر فن کی تقلید پر دنیا کیسے متفق ہو سکتی ہے؟) چنانچہ ایسی رائے زنی پر لازماً کچھ لوگ اختلاف کریں گے اور امت دو طبقوں میں بٹ جائے گی، نتیجہ یہ ہے کہ ایک آدمی، جس کی خدمات اپنے دائرے میں اچھی اور عمدہ تھیں اور ان کے نتائج بھی اچھے تھے، لیکن جب اس نے اپنے آپ کو خود ساختہ طور پر فقیہ بنا لیا تو مسلمانوں میں افتراق وانتشار پیدا کر دیا۔

لوگوں کو تنگی سے بچانے کی فکر

اب حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی بات سنئے! اللہ تعالیٰ نے ان کو علم وفضل کا جو اونچا مقام عطا فرمایا تھا وہ صرف علم ادب، تاریخ اور تفسیر وحدیث کی حد تک محدود تو نہیں تھا،

انہوں نے علم فقہ بھی جلیل القدر اساتذہ سے حاصل کیا تھا، اگر وہ کبھی فقہ کی کوئی بات کہتے تو بے بنیاد تو نہ ہوتی کہ لوگ یہ کہہ دیں کہ مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کیا بات کہہ دی لیکن وہ ساری عمر فقہ کے معاملے میں حد درجہ احتیاط فرماتے رہے۔

فقہ کے معاملے میں حضرت مولانا کے انتہائی محتاط رویئے کا اندزہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک مرتبہ مکہ معظمہ میں ملاقات کیلئے میں (مفتی تقی عثمانی حفظہ اللہ) حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا (حضرت مجھ سے بڑی شفقت ومحبت فرماتے تھے) تو سلسلہ گفتگو کے دوران فرمایا کہ بھئی! فقہ میں بات کرتے ہوئے تو ڈر لگتا ہے لیکن آپ لوگ چونکہ فقہ کے کام میں مشغول ہیں اس لئے ایک مشورہ دیتا ہوں، اس پر ذرا غور فرمالیں، مجھے کوئی جزم نہیں ہے، صرف مشورہ ہے کہ آج کل چونکہ زمانہ کے حالات اتنے بدل گئے ہیں کہ اس میں ہر مسئلہ میں کسی ایک ہی فقہ پر بہر حال جمود کرنا امت مسلمہ کیلئے تنگی کا سبب بن جاتا ہے اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے عورتوں کی آسانی کیلئے ''حیلہ ناجزہ'' میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر فتویٰ دیا ہے تو یہ بتایئے کہ اس قسم کے دوسرے مسائل میں جن میں امت کو دشواری ہے کسی اور امام کے قول پر فتویٰ دے دیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ دیکھئے! حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے اس طرح کی بات کی، حالانکہ میں ان کے ادنیٰ شاگرد کے درجے میں بھی نہیں ہوں۔ میں نے یہ عرض کیا کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو اسی بات کی نصیحت فرمائی ہے اور امداد الفتاوٰی میں لکھا ہے کہ خاص طور پر معاملات کے سلسلے میں لوگوں کو تنگی سے بچانے کیلئے ائمہ اربعہ میں جس کے ہاں کوئی سہولت ملے اسے بوقت ضرورت اختیار کر لینا چاہیے۔ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر یہ بات ہے تو ہمارا کام چل گیا۔

مزاجِ اعتدال کے علمبردار

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ علم وفضل کے جس اعلیٰ مقام پر فائز تھے اس کے باوجود

فقہی مسائل میں انہوں نے جزم کے ساتھ اپنی رائے کا اظہار نہیں فرمایا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ میرے کام کا ایک دائرہ ہے اور ضروری نہیں ہے کہ میں ہر میدان میں اختصاص(Specialization) کا دعویٰ کروں اور اپنی رائے دوسروں پر مسلط کرنے کی کوشش کروں کیونکہ اگر ایسا کیا گیا اور وہ رائے فی الواقع غلط ہوئی تو وہ رائے بحیثیت مجموعی دعوت کو نقصان پہنچائے گی، مثال کے طور پر ایک شخص عیسائیت پر بڑا کارنامہ انجام دینے کی وجہ سے اگر وہ یہ سمجھ لے کہ مجھے فقہ میں درک اور کمال حاصل ہے اور اس کی بنیاد پر شاذ آراء کی تشہیر شروع کر دے تو یہ چیز فتنے کا سبب بن جاتی ہے اور اس کی بناء پر اس نے عیسائیت پر جو کام کیا تھا بعض اوقات اس کی تاثیر بھی ماند پڑنے لگتی ہے۔ الحمدللہ! حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کبھی بھی ایسی کسی غلط فہمی کا شکار نہیں ہوئے، اسی کا نتیجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو غیر معمولی اعزاز بخشا اور سربلندی عطا فرمائی۔ فقہی مسائل میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا مزاج یہ رہا کہ کبھی جمہور امت کے راستے سے نہیں ہٹے اور نہ اپنی رائے کا اظہار کر کے کبھی کوئی فتنہ کھڑا کیا، فقہ کے مسائل میں رائے مختلف ہو سکتی ہے لیکن ایسے میں آدمی اپنی رائے کو اپنی ذات تک محدود رکھے، خود اپنے طور پر اس پر عمل کرنا چاہے تو کر لے لیکن اس سے فتنہ پیدا نہ کرے اور امت میں اس کو افتراق اور انتشار کا ذریعہ نہ بنائے۔ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ اسی مزاج اعتدال پر قائم رہے۔ دوسروں کو اپنی رائے پر مجبور کرنا خاص طور پر جبکہ ''امور مجتہد فیہا'' میں ہو، ہرگز صحیح طرز عمل نہیں ہے۔

کن امور میں دعوت کا فریضہ عائد ہوتا ہے؟

یہ بات امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی ہے اور میرے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ بار بار ارشاد فرمایا کرتے تھے (یاد رکھنے کے قابل بات ہے) کہ مجتہد فیہ امور میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ عائد نہیں ہوتا، صرف مجمع علیہ اور مسلمات دین کے بارے میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ لہٰذا اگر کوئی

شخص کسی مجتہد فیہ مسئلہ میں کوئی دوسرا راستہ اختیار کئے ہوئے ہے تو اس کو مطعون کرنا ہرگز تبلیغ کا تقاضا نہیں ہے اور حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے ایسی بات کو کبھی بھی مقصود نہیں بنایا۔ آپ دیکھئے! اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کی دعوت کے ذریعے لوگوں کو کتنا نفع پہنچایا۔

اختلاف رائے کا فطری سبب اور اس کی حدود

آخری گزارش یہ ہے کہ اختلاف رائے کے بارے میں جو طرز عمل حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا تھا اس کا ذکر بحمد للہ سامنے آ گیا، لیکن جیسا کہ فطری طور پر دو آدمیوں کے نہ چہرے ایک جیسے ہوتے ہیں، نہ مزاج ایک طرح کے ہوتے ہیں اور نہ فہم۔ اس لئے جب تک فہم کے سانچے مختلف رہیں گے اختلاف بھی رہے گا، چنانچہ دنیا میں اختلاف کا سلسلہ ہر شعبے میں جاری ہے لیکن اختلاف کی مختلف نوعیتیں ہوتی ہیں اور اس کیلئے کچھ حدود بھی مقرر ہیں۔ ایک اختلاف، کفر اور اسلام یا حق اور باطل کے درمیان ہوتا ہے، ایک اختلاف فروعی مسائل میں اجتہاد اور رائے کا ہوتا ہے، ایک اختلاف مشرب و مسلک کے حوالے سے سامنے آتا ہے بلکہ اس سے بھی آگے صرف مزاج اور ذوق کے فرق سے بھی اختلاف ظاہر ہو جاتا ہے، اس طرح اختلاف کے بہت سے مراتب اور درجات ہیں، لیکن یہ بات بکثرت دیکھنے میں آتی ہے کہ ہم کسی درجہ بندی اور فرق مراتب کا لحاظ کئے بغیر ہر طرح کے اختلافات کو ایک ہی پیمانے سے ناپنے لگتے ہیں اور ہر قسم کے اختلاف کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکنا شروع کر دیتے ہیں۔ مثلاً اجتہادی نوعیت کے اختلاف پر بھی ایسا ہی زبردست اور شدید ردعمل ظاہر کیا جاتا ہے جیسا کفر و باطل کے اختلاف پر ہوتا ہے بلکہ بعض اوقات مزاج اور مذاق کے اختلاف پر تشدد کا انداز اختیار کر لیا جاتا ہے، اس فرق مراتب کو ملحوظ خاطر نہ رکھنے کے سبب لڑائیاں، جھگڑے اور فتنہ و فساد پیدا ہوتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے جہاں اختلافات بہت رکھے ہیں وہاں ہر اختلاف کے بارے میں طرز عمل اور طریقہ بھی جداگانہ مقرر فرمایا ہے۔ حضرت مولانا

ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں طرزِ عمل اختلاف کے ان آداب اور حدود کا لحاظ رکھتے ہوئے "تعاونوا علی البر و التقوی" کے طریقے پر تھا۔۔۔۔۔

جہاں تک فروعی اختلافات کا تعلق ہے تو مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے کہیں کوئی ایسا فتویٰ نہیں دیا جو فتنے کا سبب بن سکتا ہے، پوری امت مسلمہ کے اجتماعی دینی مفاد کے پیش نظر ان کا تعلق ہر ایک سے تھا اور "تعاونوا علی البر و التقوی و لا تعاونوا علی الاثم و العدوان" پر اخلاص کے ساتھ وہ عمل پیرا تھے۔

اچھے کاموں میں مخالفین کے ساتھ تعاون

اختلاف رائے کے باوجود اچھے اور مشترکہ مقاصد میں باہمی تعاون کا نمونہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی سیرت سے بھی ہمیں ملتا ہے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو جب باغیوں نے محاصرے میں لیا ہوا تھا ان پر پانی تک بند کر رکھا تھا یہاں تک کہ وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قتل کے درپے تھے اس وقت کسی نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے پوچھا تھا کہ حضرت! مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ان باغیوں نے قبضہ کیا ہوا ہے تو کیا ہم ان کے پیچھے نماز پڑھیں یا نہ پڑھیں؟ یہ سوال اس وقت کیا جا رہا ہے جب ان لوگوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جیسے خلیفہ راشد پر ناقابل بیان ظلم کرتے ہوئے ان کے خلاف زبردست بغاوت کر رکھی تھی، تو ایسے موقع پر بھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جواب یہ دیا کہ: "ان احسنوا فاحسن معھم و ان اساء و افاجتنب اساءتھم" یعنی اگر یہ اچھا کام کریں تو تم بھی ان کے ساتھ اچھا کام کرو اور برے کام کریں تو اس سے اپنے آپ کو بچاؤ"۔

اس وقت بھی جب باغی خون کے پیاسے ہیں، خلیفہ راشد کی زبان سے یہ متوازن کلمہ نکل رہا ہے، جب ایسے باغیوں کے ساتھ خلیفہ راشد نے اس طرز عمل کی تلقین فرمائی تو چھوٹے چھوٹے اختلافات میں یا فروعی مسائل کی بنیاد پر اپنے آپ کو دھڑوں میں بانٹ لینا کیسے درست ہو سکتا ہے؟ یہ ٹھان لینا کہ اب اس سے بات نہیں ہو سکتی، اب

اس سے ملاقات نہیں ہوسکتی، اس کے ساتھ اب مذاکرہ نہیں ہوسکتا، جس مجلس میں یہ ہوگا، اس میں مَیں شریک نہیں ہوسکتا۔ یہ جو باتیں ہمارے معاشرے میں پھیل گئی ہیں، انہوں نے ہمیں ٹکڑے ٹکڑے کردیا ہے، پوری امت کا شیرازہ بکھیر دیا ہے، اس کی صلاح وفلاح کا راستہ بند کردیا ہے اور اسی کا نتیجہ ہے کہ ہم اتنی عظیم عددی طاقت کے باوجود دشمنوں کیلئے نوالہ تر بنے ہوئے ہیں اور ہماری عظیم اجتماعی قوت "ھباء منثورا" ہوکر رہ گئی ہے۔ اس زبوں حالی سے نجات حاصل کرنے اور اُمت کی سطوت پارینہ کی بحالی کا واحد راستہ وہی ہے جو حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنایا تھا، اللہ تعالیٰ ہمیں اس راستے پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ مجھے احساس ہے کہ میں نے اپنے استحقاق سے زیادہ وقت لے لیا، مگر خیال آیا کہ جو مجلس حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں منعقد ہو اس میں حضرت مولانا کے ان اوصاف کو بیان کئے بغیر مجلس نامکمل رہے گی اور ہم اگر ان کی حیات طیبہ سے استفادہ کرنا چاہیں تو ان اہم نکات کو حرز جان بنانا ہوگا، اللہ تعالیٰ ہمیں ان نکات پر عمل پیرا ہونے اور حضرت مولانا کے مشن کو آگے بڑھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

"وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین"

(بحوالہ: ماہنامہ البلاغ، شعبان المعظم ۱۴۲۱ھ۔ نومبر ۲۰۰۰ء۔ ص: ۱۰ تا ۲۰)

☆......☆......☆

اکابر کی باہمی اخوت پر مشتمل اعلیٰ کتاب

نام رسالہ: ماہنامہ البلاغ کراچی
شوال المکرم 1426ھ۔ نومبر 2005ء

دارالعلوم کراچی کا ترجمان ماہنامہ البلاغ جس کے بانی مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے اور اس وقت نگراں آپ کے لائق فرزند مفتی اعظم پاکستان

حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم ہیں اس مایہ ناز جریدے میں ہر ماہ کتابوں پر تبصرہ کیا جاتا ہے شوال المکرم 1426 ھ۔ نومبر 2005ء کے شمارے میں باہمی محبت کا سبق پڑھانے والی کتاب ”اسلام میں اختلاف کے اصول، آداب اور حدود“ پر بہترین تبصرہ کیا گیا اللہ پاک جامعہ کی تمام کاوشوں کو اپنی بارگاہ میں قبولیت عطا فرمائے۔

بانی: مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ

نام کتاب: اسلام میں اختلاف کے اصول، آداب اور حدود
مرتب: مولانا محمد فاروق صاحب
ضخامت: 219 صفحات، مناسب طباعت، قیمت 110 روپے
ناشر: زمزم پبلشرز شاہزیب سنٹر نزد مقدس مسجد، اردو بازار کراچی۔

مذکورہ کتاب میں آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ اور اکابر کے ارشادات و واقعات کی روشنی میں اختلاف کے اصول، آداب اور حدود کی وضاحت کی گئی ہے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دو معروف کتابوں ”آپ بیتی“ اور ”الاعتدال فی مراتب الرجال“ سے کتاب کی تالیف میں بطور خاص مدد لی گئی ہے اور ان دونوں کتابوں کے اقتباسات شامل کتاب کئے گئے ہیں۔ نیز حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے اس موضوع پر سنے ہوئے ارشادات بھی درج کر دیئے گئے ہیں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق بھی مختلف کتابوں سے ایسے اقوال نقل کئے گئے ہیں جن سے ان دو حضرات اکابر کی باہمی اخوت و مودت، آپس کے احترام و تعظیم کے گہرے تعلق کا پتہ چلتا ہے۔

ہماری رائے میں یہ کتاب اس موضوع پر بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ مدارس دینیہ

کے اساتذہ، طلبہ اور دینی جماعتوں کے ارباب بست وکشاد اور کارکنان کو اس کتاب کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیے۔ (بحوالہ: ماہنامہ البلاغ نومبر 2005ء۔ ص:61)

☆......☆......☆

ہمارے اکابر نے فرقہ بندیوں کو کبھی پسند نہیں فرمایا

نام رسالہ: ماہنامہ البلاغ کراچی
شعبان المعظم 1430ھ۔ نومبر 2009ء
مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ

دارالعلوم کراچی مسلک دیوبند کا ایک معتمد ادارہ ہے جس کے بانی: مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ تھے آپ رحمہ اللہ کی ہمیشہ یہی کوشش رہی کہ ہمیشہ امت امت بن کر ہی رہے اور ٹکڑوں میں نہ بٹ جائے آپ رحمہ اللہ بہت ہی اعتدال پسند طبیعت رکھتے تھے اور اللہ کی توفیق سے یہی سوچ آج آپ کی ذی وقار اولادوں میں منتقل ہوئی ہے آج بھی دارالعلوم کراچی وہ ادارہ ہے جو فرقہ واریت کے بڑھتے ناسور پر مرہم رکھنے کی کوشش کر رہا ہے شعبان المعظم 1430ھ۔ اگست 2009ء کے شمارے میں صدر جامعہ مفتی محمد رفیع عثمانی دامت برکاتہم کا خطاب شائع کیا گیا ضبط وترتیب مولانا محمد رضوان جیلانی صاحب کی ہے۔ اللہ اس بیان کو ہمارے لیے باہمی محبت پھیلانے کا ذریعہ بنائے۔ ازمرتب

اسلاف فرقہ بندی سے کوسوں دور

کئی سال سے صورتحال کچھ اس طرح بن گئی ہے کہ پورے ملک میں طرح طرح

کے فرقے اور گروہ پھیلے ہوئے نظر آتے ہیں اور روز بروز بڑھتے جارہے ہیں۔ جماعت ایک ہوتی ہے لیکن اس میں دو گروپ بن جاتے ہیں، پھر دوسرے گروپ کے بھی دو گروپ ہوجاتے ہیں اور اس ایک جماعت میں کئی جماعتیں اور گروپ جنم لے لیتے ہیں۔ پورے ملک میں بڑے پیانے پر پھوٹ در پھوٹ چل رہی ہے اور کثرت سے دیوبندی، بریلوی کا لفظ سنائی دیتا ہے، مجھے ڈر لگ رہا ہے کہ ہمارے طلباء جواب علماء بنتے جارہے ہیں رفتہ رفتہ حالات سے متاثر ہوکر کہیں مسلک دیوبند سے دور تو نہیں ہوتے جارہے؟ ہمیں اس بات پر بڑی سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے کہ ہم نام مسلک دیوبند کا ہی لیتے ہیں لیکن کیا ہم خود بھی مسلک دیوبند پر عمل پیراہیں یا نہیں؟ مسلک دیوبند کا حال تو یہ رہا ہے کہ انہوں نے کبھی اس بات کو پسند نہیں فرمایا کہ مسلک کے اعتبار سے کسی کو دیوبندی کہہ کر خطاب کیا جائے، آپ حضرات کو معلوم ہے کہ مسلک دیوبند اور مسلک بریلوی کے درمیان کتنا بڑا اختلاف ہے لیکن اس کے باوجود ہمارے بزرگ فرقہ بندیوں اور گروہ بندیوں سے اتنا دور تھے کہ کبھی انہوں نے اس بات کو گوارا نہیں کیا کہ مسلک دیوبند کو ایک فرقہ سمجھا جائے اور مسلک بریلوی کو دوسرا فرقہ۔ ہمارے بزرگوں نے کبھی دیوبندی، بریلوی کا لفظ بھی استعمال کرنا پسند نہیں فرمایا۔ اگر آج بھی کوئی اس انداز میں بات کرتا ہے تو طبیعت پر ناگوار گزرتا ہے۔

ہمارا نام دیوبندی، بریلوی اور اہل حدیث کچھ نہیں

اللہ رب العلمین نے قرآن مجید میں ہمیں فرمایا ”ھو سما کم المسلمین“ (سورۃ الحج آیت نمبر 71) ”اس نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے“۔

ہمارا نام نہ دیوبندی نہ بریلوی، نہ شیعہ ہے نہ سنی، نہ مقلد ہے نہ غیر مقلد، بلکہ ہمارا نام مسلمان ہے۔ ہمارے بزرگوں کو اللہ رب العزت نے کتاب و سنت کا ترجمان بنایا تھا یہ ترجمانی صرف زبان ہی میں نہیں تھی بلکہ ان کے عمل میں ان کی زندگی کے

تمام شعبوں میں، ان کے تمام طریقہ کار میں رچی بسی تھی۔ وہ دیوبندی اور بریلوی کے لفظ کو بالکل بھی پسند نہیں فرماتے تھے۔

مفتی اعظم رحمہ اللہ کا اپنے نام کے ساتھ دیوبندی لکھنے سے منع کرنا

ہمارے اکابر کو دیوبندی اور بریلوی کے الفاظ کتنے ناپسند تھے اس بات کے اندازے کیلئے ہم آپ کو اپنی مثال دیتے ہیں۔ ہم دیوبند کے رہنے والے ہیں، ہمارے والد، دادا، پردادا، پردادا کے بھائی بھی دیوبند ہی کے رہنے والے تھے، نسلوں اور صدیوں سے دیوبند اور ہمارا وطن چلا آرہا ہے۔ ہم نے دارالعلوم دیوبند میں اپنی ابتدائی تعلیم حاصل کی اور پندرہ پارے حفظ کئے۔ ہماری عمر کا بارہواں سال تھا جب ہم دیوبند سے ہجرت کر کے کراچی آئے۔

اگر ہم اپنے نام کے ساتھ دیوبندی لکھتے تو یہ کوئی بے جا بات تو نہیں تھی، ہم اپنے وطن کی نسبت سے، اپنے آباؤ اجداد کی نسبت سے، اپنی جائے پیدائش کی نسبت سے، اپنے نام کے ساتھ دیوبندی لکھ سکتے تھے۔ چنانچہ پاکستان آنے کے بعد طالب علمی کے زمانے میں ہم اپنے نام کے ساتھ لکھتے تھے ”محمد رفیع دیوبندی“ اور جب نوجوانی کے زمانے میں ذرا شوق ہوتا تو اس وقت بھی لکھتے تھے، طالب علمی کے زمانے میں اپنے دوستوں کو خط لکھا کرتے تھے تو اس پر بھی اپنے نام کے ساتھ دیوبندی لکھتے تھے۔

والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے طالب علمی کے زمانے میں اس بات سے منع نہیں فرمایا لیکن جب ہم دارالعلوم میں مدرس بن گئے تو والد صاحبؒ نے ہمیں اپنے نام کے ساتھ دیوبندی لکھنے سے منع فرمادیا اور فرمایا کہ اس سے فرقہ واریت اور گروہ بندی کی بو آتی ہے۔ یہ وہی بات تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس موقع فرمائی تھی جب ایک مہاجر ایک انصاری سے کچھ نزاع ہو گیا اور مہاجر نے انصاری کو مارا تو انصاری نے کہا ”یاللانصار“ اور مہاجر نے کہا ”یاللمہاجرین“ یعنی انصاری نے انصار کو اپنی مدد کیلئے پکارا اور مہاجر نے مہاجرین کو اپنی مدد کیلئے پکارا۔ جب رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کلمات سنے تو اس پر ناراضگی کا اظہار فرمایا اور فرمایا"دعوھا فانھا منتنہ""یہ کلمات چھوڑ دو یہ بدبودار ہیں"۔ (صحیح بخاری جلد 2 باب قولہ لئن رجعنا الی المدینہ لیخرجن الاعز منہا الاذل ص:729) الحمدللہ ہمارے بزرگوں کا خاصہ یہی ہے کہ ان کی تمام باتیں اور نصیحتیں سنت کے سانچے میں ڈھلی ہوئی ہوتی ہیں۔

حضرت شیخ الہندؒ کے نام کیساتھ دیوبندی لکھنے کی وجہ

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے نام کے ساتھ دیوبندی اس وجہ سے نہیں لکھا جاتا تھا کہ وہ مسلک دیوبند کے ترجمان تھے، بلکہ ان کے نام کے ساتھ دیوبندی اس لئے لکھا جاتا تھا کہ وہ رہنے والے دیوبند کے تھے اس لئے مولانا دیوبندی کے نام سے مشہور ہوگئے تھے۔

مسلک دیوبند کے اندر گروہ بندیاں

افسوس کہ ہماری المناک صورتحال یہ ہوگئی ہے کہ مسلک دیوبند کے اندر بھی اب طرح طرح کی گروہ بندیاں ہماری زبانوں پر آگئی ہیں۔ ایک انتہائی بدبودار لفظ جس کو سن کر دل لرزتا ہے اور سچی بات یہ ہے کہ ہمارے بزرگوں کی روحوں کو اس لفظ سے بہت ایذاء پہنچے گی۔ وہ ہے "مدنی گروپ" اور "تھانوی گروپ"۔ یہ وہی بدبودار الفاظ ہیں جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ "دعوھا فانھا منتنۃ"

مجھے یقین ہے کہ اگر یہ نسبتیں لگانے والے ان بزرگوں کے سامنے ہوتے تو وہ کبھی اس کو گوارا نہ کرتے اور انتہائی ناراضگی کا اظہار فرماتے، ان بزرگوں کے درمیان اختلاف رائے تو ہوا لیکن گروپ بندیوں کا خیال بھی ان بزرگوں کے حاشیہ خیال تک میں کبھی نہیں آیا۔

حضرت تھانویؒ اور حضرت مدنی رحمہما اللہ کے درمیان اختلاف کی حقیقت

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے رفقاء مسلمانوں

کی مصلحت اس بات میں سمجھتے تھے کہ ہند تقسیم نہ ہو، کیونکہ اگر تقسیم کا نعرہ لگایا گیا تو ہوسکتا ہے کہ انگریز اپنے مضبوط پنجے سرزمین ہند پر کہیں اور نہ گاڑ دے اور اس بات کو ہندوستان کی آزادی میں کہیں تاخیر کا بہانہ نہ بنالے اس لئے کہ آزادی لینے والوں میں اختلاف تھا ایک پارٹی مسلم لیگ کی تھی اور ایک پارٹی کانگریس کی، اس اختلاف کا انگریز فائدہ اٹھاسکتا ہے اور ہندوستان کی آزادی کو موخر کرسکتا ہے۔

اس لئے یہ حضرات مسلمانوں کی مصلحت اس بات میں سمجھتے تھے کہ تقسیم ہند کا مطالبہ نہ کیا جائے۔ سو فیصد اخلاص اور للّٰہیت کے ساتھ ان کی رائے یہی تھی۔ جبکہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے خلفاء اسی طرح علامہ شبیر احمد عثانی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے رفقاء کی رائے یہ تھی کہ جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے وہاں مسلمانوں کی حکومت قائم ہونی چاہیے اور پاکستان بننا چاہیے تاکہ مسلمانوں کو یہ موقع مل سکے کہ اگر وہ چاہیں تو اپنے ملک میں اسلامی نظام قائم کرسکیں اور ان کو اس بات سے دنیا کی کوئی طاقت روکنے والی نہ ہو۔ تو یہ تھی ان حضرات کے درمیان اختلاف رائے کی حقیقت۔

جیسے مسلمان ویسا ہی انتظام

جالندھر کے جلسے میں حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ پاکستان میں نظام کیسا ہوگا؟ تو والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جیسے وہاں کے مسلمان ہوں گے ویسا ہی نظام ہوگا۔ اگر مسلمان اچھے ہوں گے تو نظام اچھا ہوگا اگر مسلمان برے ہوں گے تو نظام برا ہوگا لیکن اگر وہ اچھا نظام نافذ کرنا چاہیں گے تو ان کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی۔

دارالعلوم دیوبند سے مستعفی ہونے کی وجہ انتشار سے اجتناب

ان حضرات کے درمیان اختلاف اس حد تک پہنچ گیا تھا کہ علامہ شبیر احمد عثانی صاحبؒ اور ان کے رفقاء کو دارالعلوم دیوبند سے اس وجہ سے مستعفی ہونا پڑا کہ کہیں دو

مختلف اور متضاد فتوے جاری ہونے کی وجہ سے دارالعلوم کو کوئی نقصان نہ پہنچے، دارالعلوم دیوبند کے دارالافتاء سے ایک فتویٰ ایک مضمون کا جائے اور دوسرا فتویٰ دوسرے مضمون کا جائے، جس کی وجہ سے مرکز میں انتشار کا اندیشہ تھا، اس وجہ سے یہ حضرات دارالعلوم دیوبند سے مستعفی ہو گئے۔

اختلاف کے باوجود اعلیٰ درجے کی تعظیم وتکریم

میری عمر آٹھ سال سے زیادہ ہو گی علامہ شبیر احمد عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے رفقاء دارالعلوم دیوبند سے مستعفی ہو چکے تھے اور شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے رفقاء دارالعلوم میں ہی تھے اس دوران انگریز نے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو قید کر لیا۔ جب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ انگریز کی قید سے رہا ہو کر تشریف لائے تو حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجھے اپنے ساتھ لے کر حضرت مدنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے گھر جو دارالعلوم دیوبند کے احاطے سے متصل تھا ملنے کیلئے تشریف لے گئے۔ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات فرمائی اور خوشی کا اظہار فرمایا۔ مجھے پہلی اور آخری بار حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے مصافحہ کا شرف اسی وقت حاصل ہوا اور آج تک مجھے حضرت کے ہاتھوں کا گداز یاد ہے اور مجھے اس مصافحہ کی لذت محسوس ہوتی ہے۔ یہ اس زمانے کی بات ہے جب ان حضرات کے درمیان اختلاف اپنے عروج کو پہنچا ہوا تھا اور علامہ شبیر احمد عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور انکے رفقاء پورے ہندوستان میں تقسیم ہند کی موافقت میں دورے کر رہے تھے اور شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے رفقاء پورے ہندوستان میں تقسیم ہند کی مخالفت میں دورے کر رہے تھے۔ تو عین اس وقت بھی ان حضرات کے درمیان اعلیٰ درجے کی تعظیم وتکریم تھی، ان کی باہمی تعظیم وتکریم کے واقعات ہماری آنکھوں کے سامنے پیش آئے۔ آج اس دور کو دیکھنے والے شاذ و نادر ہی رہ گئے ہیں اور ہمارا

بھی آخری دور ہے۔ اس لئے یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اپنی نسلوں کیلئے اس امانت کی حفاظت کی خاطر ان واقعات کو تازہ کرتے رہیں۔

کبھی گروہوں میں نہ بٹنا......آخری وصیت

شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وہ استاد ہیں جن سے حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی کتب سے لے کر درجہ علیا تک کی کتابیں پڑھی تھیں اور سب سے زیادہ استفادہ کی نوبت حضرت شیخ الادب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ہی آئی تھی۔ تو بزرگوں کے درمیان وہی اختلافی مسئلہ عروج پر تھا اور علامہ شبیر احمد عثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے رفقاء دارالعلوم دیوبند سے مستعفی ہو چکے تھے۔ جمعہ کی نماز کے بعد ہمارے گھر پر ان حضرات کا اجتماع ہوا جو قیام پاکستان کی تحریک چلا رہے تھے، گفتگو کے دوران یہ بات ہوئی کہ فلاں بات معلوم کرنے کیلئے حضرت شیخ الادب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جانا چاہیے۔ حضرت شیخ الادب رحمۃ اللہ علیہ اس اختلافی مسئلے میں حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے بالکل ہمنوا تھے اور اس وجہ سے دارالعلوم دیوبند میں ہی تھے حضرت شیخ الادب رحمہ اللہ کا معمول یہ تھا کہ زیادہ تر وقت ان کا مدرسے میں ہی گزرتا تھا، ہر وقت ان کی جان کتابوں میں اٹکی رہتی تھی، جدید دارالافتاء مسجد کے احاطے میں بنا تھا، اسی میں زیادہ تر ان کی رہائش رہتی تھی۔

اس بات کا بزرگوں کو بھی علم تھا اور مجھے بھی علم تھا تو ہمارے گھر پر ان حضرات کا حضرت شیخ الادب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کسی بات کا مشورہ کرنے یا بات پوچھنے کے سلسلے میں جانے کا ارادہ بنا۔ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ جاؤ جا کر یہ دیکھ کر آؤ کہ حضرت اپنے کمرے میں موجود ہیں یا نہیں میں چلا گیا میرا بچپن کا زمانہ تھا اب ہوتا تو یہ چاہئے تھا کہ میں حضرت کے دروازے پر دستک دینے کی بجائے آس پاس کے لوگوں سے پوچھ لیتا کہ حضرت موجود ہیں یا نہیں؟ لیکن میں نے

دروازے پر دستک دے دی، حضرت آرام فرما رہے ہوں گے لیکن دروازہ کھولا اور کسی ناگواری کا اظہار نہیں فرمایا۔ میں نے سلام کیا اور کہا کہ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ سے ملنا چاہتے ہیں اس لئے مجھے یہ دیکھنے کیلئے بھیجا ہے کہ آپ تشریف رکھتے ہیں یا نہیں؟ حضرت نے فرمایا کہ ”اچھی بات ہے“ اور یہ کہہ کر دروازہ بند کرلیا۔

جب میں والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آنے کیلئے واپس چلا تو راستے میں بچوں کو مختلف کھیل کھیلتے دیکھا، میرا ابھی بچپن کا زمانہ تھا میں کبھی ایک کھیل دیکھتا اور کبھی دوسرا جب واپس گھر پہنچا تو حضرت شیخ الادب رحمۃ اللہ علیہ کو گھر میں موجود پایا حضرت مولانا اعزاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اختلاف رائے رکھنے کے باوجود اپنے شاگرد کے ساتھ گھر تشریف لائے اور اس کیلئے اپنے سارے معمولات چھوڑ دیئے۔

ان بزرگوں کا تو یہ حال تھا اور آج ہم ان بزرگوں کے ناموں کے ساتھ ”مدنی گروپ“ اور ”تھانوی گروپ“ کے گندے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ میری آپ کو وصیت ہے کہ کبھی ان گندے الفاظ کو اپنی زبانوں پر نہ لائیے گا۔ ہمارے بزرگوں کی شان میں یہ بدترین گستاخی ہے کہ ان حضرات کو گروپوں اور گروہوں کی طرف منسوب کیا جائے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم خود ہی مسلک دیوبند کے خلاف عمل کر بیٹھیں۔

مخالفت کے باوجود دارالعلوم میں بیان

1960ء یا 1961ء کا شروع تھا ہم دارالعلوم سے فارغ ہو چکے تھے اور تخصص کے طالب علم تھے۔ اس زمانے میں تخصص ایک ہی سال کا ہوتا تھا تو حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ تیرہ سال بعد اپنے وطن ہندوستان اپنے رشتے داروں اور عزیزوں سے ملنے کیلئے تشریف لے گئے، میں حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تھا جب میں حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ دیوبند پہنچا تو وہاں حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی آمد کی خوشی میں جشن کا سماں تھا علماء اور اہل فتویٰ حضرات میرے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ اور علمی مسائل میں مشورے

کرنے کیلئے دیوبند پر ٹوٹ پڑے تھے۔

جب والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ دیوبند پہنچے تو جو حضرات میرے والد صاحبؒ کا بیان کرانا چاہتے تھے ان میں حضرت مولانا حسین احمد مدنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے حضرت مولانا ارشد مدنی صاحب مدظلہم سب سے زیادہ پیش پیش تھے۔ یہ ہمارے بچپن کے ساتھی ہیں اور اس زمانے میں موقوف علیہ یا دورۂ حدیث کے طالب علم تھے۔ انہوں نے بہت ہی اہتمام اور اصرار سے اپنے اساتذہ کو اس بات پر راضی کیا کہ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا دارالعلوم دیوبند کے دارالحدیث میں اساتذہ اور طلبہ سے خطاب ہو۔ اس زمانے میں ٹیپ ریکارڈ نیا نیا ایجاد ہوا تھا اور شاید دیوبند میں سوائے مولانا ارشد مدنی صاحب کے کسی اور کے پاس نہیں تھا۔ انہوں نے بہت اہتمام کر کے حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کو ریکارڈ بھی کیا تھا۔

دیوبند کسی فرقہ یا گروہ کا نام نہیں

اس زمانے میں خطاب چوکی پر ہوا کرتا تھا اور پیچھے ایک گاؤ تکیہ لگا ہوتا تھا تو جب حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ خطاب کرنے کیلئے اس چوکی پر تشریف فرما ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ شاید آپ حضرات مجھ سے یہ توقع کر رہے ہیں کہ میں آپ حضرات کے سامنے کوئی ایسی علمی تحقیق پیش کروں گا جو آپ نے پہلے کبھی نہ دیکھی ہوگی نہ سنی ہوگی اور میرا نفس بھی مجھے کچھ اس طرف لے جانا چاہتا ہے لیکن یہ گناہ میں نے دارالعلوم دیوبند کے دارالحدیث میں بیٹھ کر برسوں کیا ہے۔ الحمدللہ! اب میں اس گناہ سے توبہ کر چکا ہوں کہ میں آپ حضرات کے سامنے اس نیت سے ایسی بات کروں کہ آپ میری تحقیق کی تعریف کریں اور میری علمی عظمت کا اعتراف کریں، میں آپ کو سیدھی سادھی یہ بات بتانا چاہتا ہوں کہ دیوبند کس چیز کا نام ہے؟ اس بات پر پھر والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا اس کی تفصیلات تو بہت ہیں لیکن حاصل اور لب لباب اس کا یہ ہے کہ دیوبند نہ تو شہر کا نام ہے نہ ہی عمارتوں کا نام ہے، دیوبند نام ہے

اتباع سنت کا، یہ کسی فرقے یا گروہ کا نام نہیں ہے۔

جو اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے، بعینہٖ وہی دارالعلوم دیوبند کا مسلک ہے اور اتباع سنت کیا مطلب ہے؟ اتباع سنت کا مطلب ہے کہ زندگی کے تمام شعبوں میں سنت پر عمل کیا جائے یہ اعتدال کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ اس سے اعلیٰ درجے کا اعتدال اور توازن پیدا نہیں کیا جاسکتا اور دارالعلوم دیوبند اسی سنت کے احیاء کا نام ہے۔ دیوبند رفض وخروج، جبر وقدر، اعتزال وارجاء اور تقلید واجتہاد کے درمیان راہ اعتدال ہے، یہ شریعت وطریقت ظاہر وباطن کو جمع کرنے والی جگہ ہے۔

دیوبند اعتدال کا نام ہے

دارالعلوم دیوبند اجتماعیت اور اتباع سنت کا دوسرا نام ہے۔ یاد رکھیے! جس میں شریعت وطریقت کے درمیان، ظاہر وباطن کے درمیان اور تقلید واجتہاد کے درمیان جامعیت نہ ہو، جہاں رفض وخروج کے درمیان اعتزال وارجاء کے درمیان، جبر وقدر کے درمیان اور تقلید واجتہاد کے درمیان اعتدال نہ ہو وہ دیوبندی نہیں ہے وہ لاکھ اپنے آپ کو دیوبند کا پرستار کہے ہم نہیں مانیں گے وہ دارالعلوم دیوبند کا پرستار ہے۔

اختلاف تو رکھا مگر جھگڑے نہ کیے

دارالعلوم دیوبند رد بدعات کے سلسلے میں بہت مشہور تھا، ہندوستان میں رد بدعات کے معاملے میں دارالعلوم دیوبند پیش پیش تھا، کیونکہ دارالعلوم دیوبند کے پیش نظر سنت کا احیاء تھا اور جو بات سنت کے خلاف تھی وہ بدعت تھی، انہوں نے بدعت کے خلاف مناظرے کئے، وعظ کہے اور کتابیں لکھیں لیکن کبھی آپ نے یہ سنا کہ انہوں نے کسی کے خلاف جھگڑا کیا ہو؟ سچی بات یہ ہے کہ انہوں نے کبھی بھی کسی کے خلاف جھگڑا نہیں کیا۔

ہمیشہ جھگڑے سے بچنے کی تلقین

اب بہت کم لوگ اس بات کو جاننے والے رہ گئے ہیں کہ وہ دارالعلوم دیوبند جس کے علماء کتاب وسنت کے نمونے تھے، اسی دارالعلوم دیوبند کے برابر میں دیوبند میں

ہی پندرہ شعبان کو شب برات منائی جاتی تھی۔ وہ شب برات کیا ہوتی تھی ایک آفت اور مصیبت ہوتی تھی۔ اس دن پوری دیوبند کی بستی دو حصوں میں تقسیم ہوجاتی تھی اور رات میں دونوں فریقوں کے درمیان خونریزی ہوتی تھی۔ اس لڑائی میں خودکار اسلحہ کے علاوہ ہر قسم کا ہتھیار استعمال کیا جاتا تھا۔ اس لڑائی کیلئے مہینوں پہلے تیاریاں شروع ہوجاتی تھیں اور لاٹھی، پتھر استعمال کرنے کی مشقیں کی جاتی تھیں رات کو ایک دوسرے کو آگ لگانے کیلئے آتش بازی کی بیلیں بالکل اسی طرح پھینکی جاتی تھیں جس طرح آج دستی بم پھینکے جاتے ہیں۔

جب ہم صبح کو دارالعلوم جاتے تو راستہ زخمیوں سے بھرا ہوتا تھا، کسی کا سر پھٹا ہوتا تھا کسی کا ہاتھ ٹوٹ چکا ہوتا تھا کسی کی ناک پھٹ چکی ہوتی تھی اور اس جنگ میں صرف دیوبند کے لوگ ہی شامل نہیں ہوتے تھے بلکہ آس پاس کی بستیوں کے لوگ بھی شامل ہوجاتے تھے۔ غرض یہ کہ یہ بدعت بہت ساری منکرات کا مجموعہ تھی، طلباء کو اس جنگ میں جانے کی سختی ہوتی تھی اور اساتذہ اپنے بچوں اور طلباء کو اس میں جانے سے سختی سے منع کرتے تھے، اس کے علاوہ دیوبند میں مزارات کے اوپر چراغاں اور روشنی بھی کی جاتی تھی۔

ہمارے علماء نے اس کے خلاف وعظ تو کئے کبھی طلباء کو یہ نہیں کہا کہ وہ ان بدعتیوں سے لڑائی جھگڑا کریں اور نہ کبھی طلباء نے اس بات کی جرات کی کہ وہ ان سے لڑیں۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی کچھ حدود ہیں

دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ اور طلباء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ حدیث جانتے تھے جس کو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **"من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان"۔ (مشکوۃ شریف، باب الامر بالمعروف، صفحہ نمبر ۴۳۶)**

ترجمہ: ”تم میں سے جو شخص کسی خلاف شرع امر کو دیکھے تو اس کو چاہیے کہ اس چیز کو اپنے ہاتھوں سے بدل ڈالے اور اگر ہاتھوں کے ذریعے اس امر کو انجام دینے کی قدرت نہ رکھتا ہو تو پھر زبان کے ذریعے انجام دے اور اگر زبان کے ذریعے انجام دینے کی طاقت نہیں رکھتا تو دل کے ذریعے انجام دے اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے“۔ یہاں استطاعت سے مراد استطاعت حسیہ نہیں ہے، بلکہ استطاعت کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی منکر کو ہاتھ کے ذریعے مٹانے میں یہ خطرہ ہو کہ اس کی وجہ سے اس سے بھی بڑا منکر کھڑا ہو جائے گا تو یہ فریضہ تغییر بالید سے تغییر باللسان کی طرف منتقل ہو جائے گا جس کو دوسرے الفاظ میں اس طرح تعبیر کیا جا سکتا ہے کہ جس شخص کو کسی علاقے والوں پر ولایت اور قدرت حاصل ہے اور وہ طاقت اور قدرت کے ذریعے اس منکر کو مٹا سکتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ فلیغیرہ بیدہ یعنی ہاتھ کے ذریعے سے اس کو مٹائے اور اگر اسکو اتنی قدرت حاصل نہیں ہے کہ ہاتھ کے ذریعے مٹائے تو یہ فریضہ تغییر باللسان کی طرف چلا جائے گا۔

فتنہ و فساد سے بچنے کیلئے کعبۃ اللہ کی تعمیر میں کمی برداشت کرنا

اس بات کی مثال آپ اس طرح سمجھ سکتے ہیں کہ جب قریش مکہ نے بیت اللہ شریف کی موجودہ تعمیر کی تو ان کے پاس پیسوں کی کمی پڑ گئی جس کی وجہ سے انہوں نے بیت اللہ کی لمبائی میں کچھ کمی کر دی اور پھر بھی تغیرات کیے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ ”لولا ان قومک حدیث عھد بالاسلام“ یعنی اگر تمہاری قوم نئی نئی اسلام میں داخل نہ ہوئی ہوتی تو جو بیت اللہ شریف کی تعمیر میں کمی ہوئی ہے اس کو پورا کرنے کیلئے میں اس کے دو دروازے بناتا، ایک دروازے سے لوگ داخل ہوتے اور دوسرے دروازے سے نکلتے۔

(صحیح بخاری جلد 1 باب من ترک بعض الاختیار مخافۃ یقصر فھم بعض الناس فیقعوا فی اشد منہ) تو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتنہ و فساد کے ڈر

کی وجہ سے اتنا عظیم کام چھوڑ دیا اور بیت اللہ شریف کی دوبارہ تعمیر نہیں کی اور وجہ یہ بتائی کہ یہ ’’حدیث العھد بالاسلام‘‘ یعنی اسلام میں نئے نئے داخل ہوئے ہیں ان کو ان کالے کالے پتھروں سے عقیدت ہے، دوبارہ اگر تعمیر کی گئی تو پھوٹ پڑ جائے گی۔ کچھ لوگ کہیں گے یہ تعمیر صحیح ہوئی کچھ لوگ کہیں گے یہ تعمیر صحیح نہیں ہوئی تو اس فتنے سے بچانے کیلئے بیت اللہ کی تعمیر نامکمل چھوڑ دی۔

کوئی مسجد، کوئی مدرسہ، کوئی خانقاہ بیت اللہ شریف سے افضل نہیں ہوسکتی، جب اس کی تعمیر کو فتنے کی وجہ سے چھوڑ دیا تو باقی مساجد کو بطریق اولیٰ فتنہ وفساد سے بچانا چاہیے اسی وجہ سے علماء دیوبند نے کبھی بریلویوں کے خلاف جھگڑے نہیں کئے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اس سے صرف فساد پھیلے گا۔

(بحوالہ: ماہنامہ البلاغ اگست 2009ء۔ ص:6 تا15)

☆......☆......☆

کتاب ’’کفر اور کافر قرآن کی روشنی میں‘‘ آشتی وامن کا پیغام

نام کتاب :۔ کفر اور کافر قرآن کی روشنی میں
ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی۔ مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز نئی دہلی ۲۵
اللہ والو! غیر مسلموں کے ساتھ خیر خواہی اور بھلائی کرنے کا
ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے تو مسلمانوں سے کس رویے کا حکم ہوگا۔

از مرتب!

مختلف مذاہب کے اخلاقی اور قانونی حقوق

اسلام کے بارے میں عموماً جو اعتراضات کئے جاتے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ علیحدگی پسند ہے، وہ اپنے ماننے والوں کو انفرادیت پسندی سکھاتا ہے اور

انہیں دوسرے مذاہب کے ماننے والوں سے الگ تھلگ رکھنا چاہتا ہے۔ حسن سلوک، ہمدروی، مساوات، ربط باہم، تعاون وامداداور خوش گوار انسانی تعلقات کے سلسلے میں اس نے جو تعلیمات وہدایت وی ہیں وہ صرف مسلمانوں کیلئے ہیں۔ رہے دوسرے لوگ توان کیلئے اس کے پاس نفرت وحقارت کے سوا کچھ نہیں۔ وہ مسلمانوں کو حکم دیتا ہے کہ دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کے ساتھ وہ کسی طرح کا تعلق نہ رکھیں اور ان کے ساتھ کسی طرح کی ہمدردی اور خیر خواہی نہ کریں، بلکہ انہیں تنگ کرنے، نیچا وکھانے اور تکلیف پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیں۔

اسلامی تعلیمات کے بارے میں یہ تاثر درست نہیں ہے، یہ صحیح ہے کہ اسلام نے اصولی طور پر مسلم اور کافر کے درمیان فرق کیا ہے لیکن اس فرق کا اثر انسانی حقوق اور معاشرتی تعلقات پر نہیں پڑتا۔ اسلام نے انسان کے جو بنیادی حقوق متعین کئے ہیں ان سے ہر شخص بہرہ ور ہوگا، خواہ وہ مسلم ہو یا کافر۔ مثالی معاشرے کی تشکیل کیلئے اسلام نے جو ہدایات اور تعلیمات وی ہیں، ان کا اطلاق معاشرہ کے تمام افراد پر ہوگا، خواہ وہ مسلم ہوں یا کافر، ایک ایسا معاشرہ جس میں مختلف مذاہب کے ماننے والے رہتے بستے ہوں اس کے افراد کے باہمی تعلقات کے سلسلے میں اسلام کے واضح احکام ہیں۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں یہ تعلقات بغض وعداوت، نفرت وحقارت، کشیدگی اور بدگمانی پر مبنی نہیں ہوں گے بلکہ ان کی بنیاد حسن سلوک، ہمدروی، تعاون باہمی، صلح وخیر خواہی اور حسن ظن پر قائم ہوگی۔ آئندہ سطور میں مذکورہ تعلیمات کا ایک عکس وکھانے کی کوشش کی گئی ہے۔

والدین اور رشتے داروں کے حقوق

معاشرے میں انسان کا سب سے قریبی تعلق والدین اور رشتے داروں سے ہوتا ہے۔ والدین اسے پال پوس کر بڑا کرتے ہیں، اسے اس قابل بناتے ہیں کہ وہ زندگی میں دوڑ دھوپ کر سکے۔ رشتے دار اسے اُنسیت، اپنائیت اور نصرت وحمایت فراہم

کرتے ہیں۔ اسلام، والدین اور رشتے داروں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتا ہے وہ اس معاملے میں مسلم اور کافر کی کوئی تفریق نہیں کرتا اگر کسی شخص نے اسلام کو دین حق سمجھ کر قبول کیا ہو لیکن اس کے والدین اس سعادت سے محروم ہوں تو بھی مذاہب کا یہ اختلاف اسے ان کی خدمت کرنے، ان کی خبر رکھنے اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے سے باز نہیں رکھتا یہی نہیں بلکہ اگر اس کے والدین، اس کے اسلام قبول کرنے کے نتیجے میں اس سے ناراض ہوجائیں، اس پر طرح طرح سے دباؤ ڈالیں کہ وہ اسلام سے پھر جائے اور اسے اذیتیں دیں، تو اس صورت میں یہ بھی ہدایت ہے کہ وہ دین حق سے ہرگز دست بردار نہ ہو بلکہ ان کے ساتھ حسن سلوک کرتا رہے۔ ردعمل کے طور پر طیش میں آکر اپنے والدین کی خدمت اور ان کے ساتھ حسن سلوک میں ادنٰی سی کوتاہی بھی اس کیلئے جائز نہیں ہے۔ چنانچہ قرآن کا واضح حکم ہے:

”وان جهدک علی ان تشرک بی مالیس لک به علم فلا تطعهما وصاحبهمافی الدنیامعروفا“ (لقمان:۱۵)

”اور اگر وہ تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ میرے ساتھ تو کسی ایسے کو شریک کرے جسے تو نہیں جانتا تو ان کی بات ہرگز نہ مان۔ البتہ دنیا میں ان کے ساتھ نیک برتاؤ کرتا رہ“۔

یہ آیت مکی دور کے اس زمانے میں نازل ہوئی تھی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت پر قریش کے نوجوان لبیک کہہ رہے تھے اور حلقہ بگوش اسلام ہو رہے تھے، دوسری طرف ان کے والدین، رشتے دار اور خاندان کے لوگ انہیں اس سے روکنے اور اسلام سے پھیر کر آبائی مذہب کی طرف واپس لانے کیلئے ہر جتن کر رہے تھے۔ اس میں ناکامی کی صورت میں انہیں جسمانی اذیتیں دے رہے تھے۔ ممکن تھا کہ ان حالات میں یہ نوجوان بھی ردعمل کی کیفیت کا شکار ہوجاتے اور والدین اور رشتے داروں کے خلاف ان میں انتقامی جذبہ پیدا ہوجاتا۔ یا کم از کم ان سے وہ بے پرواہ ہوجاتے لیکن انہیں تاکید کی گئی کہ وہ حق کے مقابلے میں ان کی بات نہ مانیں لیکن دنیوی معاملات میں ان کے

ساتھ بھلے طریقے سے پیش آئیں اور اچھا سلوک کرتے رہیں۔

صلح حدیبیہ کے بعد کا واقعہ ہے کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کی ماں ان سے ملنے کے لئے مکے سے مدینے آئیں۔ روایات میں ان کا نام قیلہ یا قتیلہ بنت عبدالعزی مذکور ہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں زمانہ جاہلیت میں طلاق دے دی تھی اور وہ اسلام نہیں لائی تھیں۔ وہ اپنے ساتھ کچھ تحفے مثلاً کشمش، گھی وغیرہ لے کر آئی تھیں اور بجا طور پر امید رکھتی تھیں کہ ان کی بیٹی بھی ان کے ساتھ اسی طرح پیش آئے گی اور انہیں تحفے تحائف دے گی۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو ان کے مشرک ہونے کی وجہ سے ان کا تحفہ قبول کرنے، انہیں گھر میں بلانے، ان کی خاطر مدارت کرنے اور انہیں کچھ دینے میں تردد ہوا۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس سلسلے میں دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"نعم صلی امک" ترجمہ: "ہاں اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحمی کرو"۔

(صحیح بخاری، کتاب الادب، باب صلۃ الوالد المشرک، مع فتح الباری لابن حجر: ۵/ ۲۳۳)

والدین کے بعد رشتے داروں کا درجہ ہے، وہ بھی اسی طرح حسن سلوک کے مستحق ہیں۔ اسلام تاکید کرتا ہے کہ رشتے دار خواہ ہم مذہب ہوں یا دوسرے مذہب کے ماننے والے ہوں ان کے حقوق کی ادائیگی کی جائے اور ان کی خبر گیری میں کوتاہی نہ کی جائے۔ اس معاملے میں اسلام کتنا حساس ہے، اس کا اندازہ ایک مثال سے بخوبی کیا جاسکتا ہے۔ کوئی کافر کسی مسلمان کا وارث نہیں ہوسکتا لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کسی دوسرے ذریعے سے بھی اسے کسی طرح کا مالی فائدہ حاصل نہیں ہوسکتا۔ اسلام نے اجازت دی ہے کہ غیر مسلم رشتے داروں کو وصیت یا تحفے تحائف کے ذریعے اپنے مال کا کچھ حصہ دیا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"واولوالارحام بعضهم اولی ببعض فی کتاب الله من المؤمنین

والمھجرین الا ان تفعلوا الی اولیئکم معروفا"۔(الاحزاب:٦)

"کتاب اللہ کی رو سے عام مومنین ومہاجرین کی بہ نسبت رشتے دار ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں۔ اس لئے اپنے اولیاء (دیگر متعلقین) کے ساتھ تم کوئی بھلائی (کرنا چاہو تو) کر سکتے ہو"۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ رشتے داروں کے حقوق عام لوگوں پر مقدم ہیں۔ سورہ احزاب ۵ ہجری میں نازل ہوئی ہے۔ اس سے پہلے، مدینہ ہجرت کرنے کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کے درمیان بھائی چارا کرادیا تھا۔ اس تعلق کی بناء پر مہاجرین اور انصار ایک دوسرے کے وارث ہوتے تھے۔ آیت بالا کے نزول کے بعد یہ طریقہ موقوف ہوگیا اور وراثت کی بنیاد رشتہ داری کو قرار دیا گیا۔ آیت کے آخری ٹکڑے "الا ان تفعلوا الی اولیائکم معروفاً" کا مطلب یہ ہے کہ (میراث کے مستحق) رشتے داروں کے علاوہ اپنے دوسرے متعلقین کی مالی مدد کرنا چاہو تو دیگر کسی ذریعے (مثلاً تحفے یا وصیت وغیرہ) سے ایسا کر سکتے ہو۔

محمد بن الحنفیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس آیت کے ذریعے غیر مسلم کیلئے وصیت کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ یعنی اپنے کافر رشتے دار کے ساتھ ایسا کیا جا سکتا ہے۔ مشرک رشتے دار سے اگرچہ دین کا تعلق نہیں ہے لیکن نسبتی اعتبار سے وہ رشتے دار ہے، اس لئے اس کے حق میں وصیت کی جا سکتی ہے۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ، حسن رحمۃ اللہ علیہ اور عطا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اجازت دی گئی ہے کہ مسلمان اپنے کافر رشتے دار کو اپنی زندگی میں جو چاہے دے سکتا ہے اور مرتے وقت اس کے لئے وصیت کر سکتا ہے۔ **(الجامع لاحکام القرآن، قرطبی: ۱۴/۱۲٦)**

اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک مرتبہ کچھ ریشمی جوڑے آگئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک جوڑا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھجوا دیا۔ انہیں تعجب ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے تو مردوں کو ریشمی کپڑے استعمال کرنے سے منع فرمایا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیوں اسے میرے پاس بھیجا ہے؟ انہوں نے جا کر دریافت کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ وضاحت فرمائی کہ اسے میں نے تمہیں پہننے کیلئے نہیں دیا بلکہ اس لئے دیا ہے کہ اسے بیچ کر اس کی رقم کام میں لاؤ یا کسی کو تحفے میں دے دو۔ (صحیح بخاری، کتاب الادب، الصلة الاخ المشرک، صحیح مسلم، کتاب اللباس و الزینة، باب تحریم استعمال آنیة الذهب و الفضة) روایت میں آگے یہ بھی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک رشتے کے بھائی اسلام نہیں لائے تھے وہ مکے ہی میں رہ رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس جوڑے کو بطور تحفہ ان کے پاس بھیج دیا۔ ان سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کیا رشتہ تھا۔ اس سلسلے میں روایتیں مختلف ہیں۔ بعض میں انہیں اخیافی (ماں جائے) بھائی، بعض میں رضاعی بھائی اور بعض میں ان کے بھائی حضرت زید بن الخطاب کا اخیافی بھائی قرار دیا گیا ہے۔ (فتح الباری ابن حجر: ۲۳۳/۵، فضل الله الصمد شرح الادب المفرد: ۹۶/۱۔۹۷)

امام نووی فرماتے ہیں یہ روایت دلیل ہے اس بات کی کہ کافر رشتے داروں کے ساتھ حسن سلوک اور صلہ رحمی کی جاسکتی ہے۔ (نووی: شرح مسلم: ۲/۱۸۹)

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے اپنے ایک عزیز کیلئے جو اسلام نہیں لایا تھا وصیت کی تھی۔
(سنن الدارمی کتاب الوصایا باب الوصیة لاهل الذمة)

پڑوسیوں کے ساتھ خوشگوار تعلقات

رشتے داروں کے بعد انسان کا سب سے قریبی تعلق اپنے پڑوسیوں سے ہوتا ہے۔ پڑوسیوں کا ہر وقت ساتھ رہتا ہے۔ پڑوسی اچھے ہوں تو انسان اپنے اہل و عیال گھر اور مال سے بے فکر ہو کر کاروبار زندگی میں مصروف ہوتا ہے، پڑوسیوں کی طرف سے

اطمینان نہ ہوتو اسے کبھی ذہنی یکسوئی نہیں مل سکتی۔ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ مسلمان ایک اچھا پڑوسی بنے۔ اس کی ذات سے اس کے پڑوسیوں کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ وہ ان کے دکھ درد میں کام آئے۔ ان کے ساتھ خوشگوار تعلقات رکھے۔ قرآن کریم میں ہے:

”وبالوالدین احسانا وبذی القربی والیتمی والمساکین والجار ذی القربیٰ والجار الجنب والصحاب بالجنب“ (النساء: ٣٦)

”ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کرو۔ قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ اور پڑوسی رشتے دار سے، اجنبی ہمسائے سے، پہلو کے ساتھی سے...... احسان کا معاملہ رکھو“۔

اس آیت میں تین طرح کے پڑوسیوں کے ساتھ اچھے سلوک کا حکم دیا گیا ہے: ایک ”الجار ذی القربی“ (رشتہ دار پڑوسی) دوسرا ”الجار الجنب“ (اجنبی پڑوسی) اور تیسرا ”الصاحب بالجنب“ (پہلو کا ساتھی، جس سے تھوڑی دیر کا ساتھ ہو جائے) بعض مفسرین نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ ”الجار ذی القربی“ سے مراد مسلم پڑوسی اور ”الجار الجنب“ سے مراد غیر مسلم پڑوسی ہے۔ (تفسیر قرطبی: ۵/۱۸۳)

متعدد احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑوسیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی بہت تاکید فرمائی ہے: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”من کان یؤمن باللہ والیوم الاخر فلیحسن الی جارہ“۔

”جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، اسے اپنے پڑوسی کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا چاہیے“۔

دوسری حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک موقع پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک مجلس میں تین مرتبہ ارشاد فرمایا: اللہ کی قسم، وہ شخص مومن نہیں ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے دریافت کیا کون اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم؟ فرمایا: ”الذی لایامن جارہ بوانقہ“

”وہ شخص جس کا پڑوسی اس کے شر وفساد سے محفوظ نہ ہو“۔ (**صحیح بخاری: کتاب الادب، صحیح مسلم: کتاب الایمان باب بیان تحریم ایذاء الجار**)

یہ احادیث عام ہیں ان میں مسلمان ہونے کی قید نہیں ہے غیر مسلم پڑوسی بھی ان میں شامل ہیں۔ اسی لئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنے غیر مسلم پڑوسیوں کے ساتھ بھی حسن سلوک کرتے تھے۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تھا ان کے ملازم نے ایک بکری ذبح کی تو انہوں نے فرمایا ”اس کا گوشت تقسیم کرو تو سب سے پہلے ہمارے یہودی پڑوسی کے یہاں بھیجو“۔ ایک شخص نے کہا کیا آپ اس یہودی کے یہاں بھیجیں گے؟ فرمایا: ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پڑوسی کے بارے میں اتنی تاکید فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہمیں اندیشہ ہونے لگا کہ آپ اسے وراثت میں حق دار قرار دے دیں گے“۔ (**الادب المفرد للبخاری: ۱/۲۲، سنن ابی دائود: کتاب الادب، باب فی حق الجوار**)

حسن معاشرت

جب کچھ لوگ ایک جگہ رہتے بستے ہیں تو ان کے درمیان سماجی تعلقات قائم ہوجاتے ہیں۔ باہم خوشگوار تعلقات کیلئے ضروری ہے کہ تمام افراد ایک دوسرے کا خیال رکھیں۔ اپنے پڑوسیوں، ملاقاتیوں اور شرکائے کار کے ساتھ الفت ومحبت سے پیش آئیں۔ ان کی خوشیوں میں شریک ہوں، ان کے غم کو اپنا غم سمجھیں اور ان کی ہمدردی، مواسات، دل جوئی اور غم خواری میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھیں۔ اسلام انسانی جذبات کا پورا لحاظ کرتا ہے۔ وہ غیر مسلموں سے انسانی روابط میں نہ صرف یہ کہ کوئی حرج نہیں سمجھتا بلکہ ان کی تاکید کرتا ہے۔ وہ اپنے ماننے والوں کیلئے لازم قرار دیتا ہے کہ اگر ان کے غیر مسلم متعلقین بیمار ہوں تو ان کی عیادت کریں اور ان کا انتقال ہوجائے تو ان کے پسماندگان سے تعزیت کریں اور ضرورت ہو تو ان کے جنازہ میں بھی شریک ہوں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی کا لڑکا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا ایک مرتبہ وہ بیمار ہوگیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی عیادت کیلئے تشریف لے گئے۔

(صحیح بخاری: کتاب الجنائز، باب اذااسلم الصبی فمات، کتاب المرضی، باب عیادۃ المشرک، الادب المفرد، باب عیادۃ المشرک، سنن ابی دائود، کتاب الجنائز باب فی عیادۃ الذمی)

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مسلمان کا باپ یہودی تھا اس کا انتقال ہوگیا تو اس (مسلمان) نے اس کے جنازے میں شرکت نہیں کی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو انہوں نے فرمایا: اس نے صحیح نہیں کیا۔ اسے اپنے باپ کی زندگی میں اس کیلئے دعا کرنی چاہیے تھی اور انتقال پر اس کے کفن دفن میں حصہ لینا چاہیے تھا۔ **(مصنف عبدالرزاق، کتاب اهل الکتاب، باب غسل الکافر وتکفینه۔ ۶/۴۰)**

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مجلس میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ وہاں سے ایک یہودی کا جنازہ گزرا، اسے دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوگئے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ تو یہودی کا جنازہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی بھی جنازہ دیکھو تو کھڑے ہوجاؤ"۔

(صحیح بخاری: کتاب الجنائز، صحیح مسلم: کتاب الجنائز باب القیام للجنازۃ:)

حضرت سہیل بن حنیف رضی اللہ عنہ اور حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ قادسیہ میں ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے وہاں سے ایک جنازہ گزرا تو کھڑے ہوگئے۔ ہم نشینوں نے کہا یہ تو ذمی کا جنازہ ہے۔ ان دونوں نے فرمایا اسی طرح

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ایک موقع پر جنازہ دیکھ کر کھڑے ہو گئے تھے۔ آپ کو بتایا گیا کہ یہ تو یہودی کا جنازہ ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ کیا اس میں جان نہیں ہوتی۔ (صحیح مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ اپنی ماں کی قبر کی زیارت کی۔ وہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر گریہ طاری ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی آنکھوں سے بھی آنسو رواں ہو گئے۔ (**صحیح مسلم: کتاب الجنائز، سنن ابی داؤد، کتاب الجنائز، باب فی زیارۃ القبور**)

تابعین میں سے حضرت عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر کسی مسلمان کی کسی غیر مسلم سے رشتے داری ہو تو اسے اس کی عیادت کرنی چاہیے۔ انتقال ہو جائے تو اس کے جنازے میں بھی شرکت کرنی چاہیے۔ حضرت سلمان بن موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: رشتے داری ہونا ضروری نہیں ہے، اس کے بغیر بھی ان کی عیادت کی جا سکتی ہے۔ ان حضرات کا خیال ہے کہ کافر، مسلمان کے جنازے میں شرکت کرنا چاہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مسلمان، ذمی کی تعزیت کر سکتا ہے۔ عبدالرزاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت سلیمان بن داؤد کا انتقال ہوا تو ان کے جنازے میں مسلمانوں کے ساتھ یہود و نصاریٰ نے بھی شرکت کی۔

(مصنف عبدالرزاق، کتاب اهل الکتاب، باب عیادۃ المسلم الکافر، باب اتباع المسلم جنازۃ الکافر، باب اتباع الکافر المسلم، باب تعزیۃ المسلم الذمی، باب قیام الکافر علی قبر المسلم، ۶/۳۵، ۳۶، ۴۲، ۴۳)

مخالف مذہب غریبوں کا مالی تعاون

سماج میں کچھ لوگ غریب، محتاج، بے کس اور لاچار ہوتے ہیں صاحب حیثیت اور مالدار لوگوں کا فرض ہے کہ ان کی خبر گیری کریں، وقت ضرورت ان کے کام آئیں اور ان کا سہارا بنیں۔ اسلام اس معاملے میں مسلم اور غیر مسلم کی کوئی تفریق روا نہیں رکھتا۔ وہ غیر مسلموں پر بھی انفاق کرنے کا حکم دیتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ ساتھ ہی وہ یہ بھی صراحت سے کہتا ہے کہ غیر مسلموں پر محض اللہ کی خوشنودی کیلئے خرچ کیا جائے، ان سے کسی دنیوی منفعت کی اُمید نہ رکھی جائے اور انہیں مال کے ذریعے اسلام قبول کرنے کا لالچ نہ دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”لیس علیک هدهم ولکن اللہ یهدی من یشاء، وما تنفقوا من خیر فلانفسکم، وما تنفقون الا ابتغاء وجه اللہ، وما تنفقوا من خیر یوف الیکم وانتم لاتظلمون“۔ (البقرة: ۲۷۲)

”اے نبی! لوگوں کو ہدایت بخش دینے کی ذمے داری تم پر نہیں ہے، ہدایت تو اللہ جسے چاہتا ہے بخشتا ہے۔ اور راہ خیر میں جو مال تم لوگ خرچ کرتے ہو، وہ تمہارے اپنے لئے بھلا ہے، آخر تم اسی لئے تو خرچ کرتے ہو کہ اللہ کی رضا حاصل ہو۔ تو جو کچھ مال تم راہ خیر میں خرچ کرو گے اس کا پورا پورا اجر تمہیں دیا جائے گا اور تمہاری حق تلفی ہرگز نہ ہوگی“۔

یہ آیت انفاق کے سیاق میں وارد ہوئی ہے، اس سے پہلے کی آیات میں اہل ایمان سے خطاب کر کے کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ تمہیں عطا کیا ہے، اس سے کھلے چھپے ہر طرح سے ضرورت مند بندوں پر خرچ کرو اور شیطان کے پیدا کردہ فقر اور فاقے کے اندیشوں میں مت مبتلا ہو۔ اللہ کی راہ میں اپنا اچھا مال خرچ کرو، اس کیلئے خراب مال چھانٹ کر مت رکھو، اسی سیاق میں آیت بالا میں کہا جا رہا ہے کہ جو کچھ کرو، اس میں اللہ کی خوشنودی اپنے پیش نظر رکھو۔ اس کا فائدہ تمہاری ذات کو پہنچے

گا اور تمہیں بھرپور بدلہ دیا جائے گا۔ جو لوگ تمہاری مدد کے مستحق ہیں، ان کا ہدایت یافتہ ہونا ضروری نہیں ہے۔ یہ مت سوچو کہ ان لوگوں پر اس وقت خرچ کریں گے، جب وہ اسلام لے آئیں گے۔ انہیں ہدایت پر لانا تمہاری ذمے داری نہیں ہے، اللہ جس کو چاہے گا ہدایت سے نوازے گا۔ تمہارا کام یہ ہے کہ وہ چاہے اسلام قبول کریں یا نہ کریں، اگر وہ ضرورت مند ہیں اور اللہ نے تمہیں نواز رکھا ہے تو ان کی ضرورت پوری کرو۔ روایات میں آتا ہے کہ ابتداء میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس سلسلے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت بھی کیا کہ جو لوگ ہمارے ہم مذہب نہیں ہیں کیا ان کا کچھ مالی تعاون کیا جاسکتا ہے؟ اس پر آیت نازل ہوئی۔

(تفسیر طبری: ۵/۵۸۸، تفسیر کبیر ۲/۳۶۵)

مخالف مذاہب سے تحائف کا لین دین

خوشگوار معاشرت کا ایک اہم ذریعہ تحفے تحائف کا تبادلہ ہے۔ ایک دوسرے کو تحفے دینے سے قربت پیدا ہوتی ہے اور تعلقات مستحکم ہوتے ہیں۔ اسلام نے اس سلسلے میں بھی مسلم اور غیر مسلم کی تفریق نہیں کی ہے۔ اس کے مطابق غیر مسلموں کو تحفہ دیا جاسکتا ہے اور انکا تحفہ قبول بھی کیا جاسکتا ہے۔

حضرت ابوحمید الساعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایلہ کے بادشاہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک سفید خچر تحفے میں بھیجا۔ اس کے بدلے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بطور تحفہ ایک چادر اس کے پاس بھیجی۔

(دارمی: کتاب السیر، باب قبول الهدية من المشركين)

دومۃ کے عیسائی بادشاہ اکیدر نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک ریشمی کپڑا بھیجا۔ (بخاری: کتاب الهبة باب قبول، الهدية من المشركين، صحیح مسلم: کتاب فضائل الصحابہ، باب من فضائل سعد بن معاذ)

اسکندریہ (مصر) کے حاکم مقوقس کے پاس جب حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی

اللہ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکتوب گرامی لے کر گئے تھے تو اس نے بھی بہت سے تحائف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجے تھے۔

(ابن الاثیر، اسد الغابة، طبع قاهره: ۴۳۲/۱-۴۳۳)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے مروی ایک طویل روایت میں ہے کہ ایک موقع پر فدک کے حکمران نے چار اونٹنیاں جو غلے اور کپڑوں سے لدی ہوئی تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بطور تحفہ بھیجی تھیں۔

(سنن ابی داؤد: کتاب الخراج، باب فی الامام یقبل هدایا المشرکین)

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ تمام تحائف جو غیر مسلم حکمرانوں کی جانب سے بھیجے گئے تھے قبول کئے۔ اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کی والدہ جنہوں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا جب ان سے ملنے آئی تھیں تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کر کے ان کی خاطر مدارات کی تھی اور انہیں تحائف دے کر واپس کیا تھا۔ اسی طرح حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک غیر مسلم بھائی کے پاس جو مکہ میں رہ رہے تھے تحفہ بھیجا تھا۔

مخالف مذاہب کے لوگوں کا اعزاز واکرام

خوشگوار معاشرت کیلئے ضروری ہے کہ سماج کے تمام افراد کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جائے۔ ان کے ساتھ اعزاز و اکرام سے پیش آیا جائے۔ انہیں اچھے انداز سے مخاطب کیا جائے اور ان کے ساتھ ایسا سلوک نہ کیا جائے کہ انہیں اپنی توہین محسوس ہو۔ اسلام، سماج کے تمام طبقات کے ساتھ یکساں برتاؤ کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اس نے جہاں مسلمانوں کے ساتھ بھائی چارے، محبت و یگانگت اور اپنائیت کا معاملہ کرنے کی تعلیم دی ہے وہیں دیگر مذاہب کے ماننے والوں کے بارے میں بھی حکم دیا ہے کہ ان کی عزت و تکریم کی جائے۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر مسلموں کو سلام کیا جا سکتا ہے ان کے سلام کا جواب دیا جا سکتا ہے، ان سے مصافحہ کیا جا سکتا ہے،

ان کیلئے دعائیہ کلمات کہے جاسکتے ہیں۔ غرض ان کے اکرام واعزاز کی تمام صورتیں اختیار کی جاسکتی ہیں۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک ایسی مجلس سے گزر ہوا جہاں مسلمانوں کے علاوہ یہود اور مشرکین بھی تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلام کیا۔

(صحیح بخاری: کتاب الاستئذان، باب التسلیم فی مجلس فیہ اخلاط من المسلمین والمشرکین، مسلم کتاب الجہاد باب مالقی النبی)۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا معمول تھا کہ جس سے بھی ان کی ملاقات ہوتی، اسے سلام کرتے تھے اور اس معاملے میں کسی سے کوئی تفریق روا نہ رکھتے تھے۔ وہ دوسروں کو بھی ایسا کرنے کی تاکید کرتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر فرمایا "سلام کا جواب دو، خواہ سلام کرنے والا یہودی ہو یا عیسائی یا مجوسی"۔ ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی فرمایا: اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"واذا حییتم بتحیۃ فحیوا باحسن منہا اوردوہا" (النساء:۸۶) "اور جب کوئی احترام کے ساتھ تمہیں سلام کرے تو اس کو اس سے بہتر طریقے کے ساتھ جواب دو یا کم از کم اسی طرح"۔ **(الادب المفرد: باب کیف الرد علی اہل الذمہ ۵۳۳/۲)**

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی راستہ چلتے ہوئے کسی سے ملاقات ہوتی تو اسے سلام کرتے، خواہ ملنے والا مسلمان ہوتا یا کوئی اور، چھوٹا ہوتا یا بڑا۔ ان سے اس سلسلے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ ہمیں سلام عام کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ **(مصنف عبدالرزاق)**

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی روایات میں آتا ہے کہ وہ سلام کرنے میں پہل کرتے تھے، خواہ ملنے والا مسلمان ہو یا غیر مسلم۔ **(فتح الباری: ۱۱/۴۱)**

www.urdari.org

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت معمر رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ غیر مسلموں کو سلام کرنے کے ساتھ ان سے مصافحہ کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

(مصنف عبدالرزاق، کتاب اهل الکتاب، باب السلام علی اهل الکتاب)

عربوں میں نام کے ساتھ کنیت رکھنے کا رواج تھا اور بسا اوقات سماج کے سربرآوردہ لوگوں کو احتراماً نام کی بجائے کنیت سے پکارا جاتا تھا، غیر مسلموں کو بھی اس احترام و توقیر کا مستحق سمجھا گیا ہے۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مرتبہ ایک ایسی مجلس میں تشریف لے گئے، جس میں عبداللہ بن ابی موجود تھا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب اس نے اسلام سے اپنے بغض و عناد کا اظہار نہیں کیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر اس نے کہا ہماری مجلس میں آکر ہمیں تکلیف نہ پہنچایا کیجئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کی شکایت قبیلہ خزرج کے سردار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے کرتے ہوئے فرمایا: ”اے سعد! دیکھئے ابوحباب کیسی باتیں کہتے ہیں“۔ (ابوحباب عبداللہ بن ابی کا لقب تھا)۔ **(صحیح بخاری: کتاب التفسیر، سورۃ آل عمران، باب ولتسمعن من الذین اوتو الکتاب، صحیح مسلم: کتاب الجهاد، باب فی دعاء النبی صلی اللہ علیه وآله وسلم وصبره علی اذی المنافقین)**

ایک مرتبہ حضرت صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کیلئے گئے اُس وقت تک انہوں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں دیکھ کر فرمایا: ابووہب! تشریف لائیے“۔

(مصنف عبدالرزاق: کتاب اهل الکتاب، المسلم، یکنی المشرک)

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک عیسائی کو ابوحارث کہہ کر مخاطب کیا تھا۔

(صحیح بخاری: کتاب التفسیر، سورۃ آل عمران: باب ولتمسعن من الذین اوتوا الکتاب، صحیح مسلم، کتاب الجهاد، باب فی دعاء، النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم وصبره علی اذی المنافقین)

یہ خیال قطعاً صحیح نہیں ہے کہ غیر مسلم سے نفرت کرنے اور اس کے ساتھ حقارت سے پیش آنے کی اسلام میں تعلیم دی گئی ہے۔ بلکہ اسلامی تعلیمات کی رو سے غیر مسلم ہمدردی کا مستحق ہے اور اسے مناسب دعائیں دی جاسکتی ہیں۔

قبیلہ دوس کے ایک فرد حضرت طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ کو قبول اسلام کی توفیق ملی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اپنی قوم کے درمیان واپس لوٹ جانے اور ان کے درمیان اسلامی دعوت کا کام کرنے کا حکم دیا۔ ان کی قوم نے ان کی دعوت پر توجہ نہ دی اور سرکشی کا رویہ اپنایا۔ حضرت طفیل رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبیلہ دوس نافرمانی اور سرکشی پر اڑا ہوا ہے، اس پر بددعا کیجئے۔ لوگ یہ گمان کرنے لگے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے حق میں بددعا کر دیں گے۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! دوس کو ہدایت دے اور انہیں توفیق دے کہ میرے پاس مطیع ہو کر آجائیں"۔

(صحیح بخاری: کتاب الدعوات، باب الدعاء، للمشرکین، صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل غفار الخ:)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی نے کہا کہ مشرکوں کے حق میں بددعا کر دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **"انی لم ابعث لعانا ولکن بعثت رحمة "۔(الادب المفرد، باب لعن الکافر)** "میری بعثت اس لئے نہیں ہوئی کہ میں لعنت کرتا پھروں بلکہ میں رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں"۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک یہودی نے پینے کیلئے دودھ پیش کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے حق میں یہ دعا کی ''اللہ اسے حسین وجمیل رکھے''۔

(مصنف عبدالرزاق: کتاب الجامع للامام معمر ۱۰/۳۹۲)

مخالف مذاہب کے ساتھ معاملات

معاشرے کے افراد کو قدم قدم پر ایک دوسرے کے تعاون، مدد اور سہارے کی ضرورت ہوتی ہے اور انہیں باہم مختلف معاملات کرنے پڑتے ہیں۔ ایسا نہ ہو تو ان کیلئے زندگی گزارنا دشوار ہو جائے۔ مذاہب کے اختلاف کو اسلام اس معاملے میں رکاوٹ نہیں بناتا۔ جس سماج میں مختلف مذاہب کے ماننے والے رہتے بستے ہوں، وہ ایک دوسرے کے کام آ سکتے ہیں اور ایک دوسرے سے معاملات کر سکتے ہیں۔ ان سے رہن، مزارعت وغیرہ کے معاملات کر سکتے ہیں۔ بغیر کسی کراہت کے ان کی مصنوعات استعمال کر سکتے ہیں اور انہیں اپنی چیزیں فروخت کر سکتے ہیں۔ ان کے یہاں اجرت پر کام کر سکتے ہیں اور انہیں اپنے یہاں کام پر لگا سکتے ہیں۔ غرض ہر طرح کے تجارتی وکاروباری معاملات غیر مسلموں کے ساتھ کئے جا سکتے ہیں۔ مذاہب کے اختلاف سے اس سلسلے میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حیات مبارکہ کے آخری دنوں میں ایک یہودی کے پاس اپنی زرہ رہن رکھ کر اس سے اپنے گھر والوں کی ضروریات کیلئے کچھ غلہ لیا تھا۔

(صحیح بخاری: کتاب البیوع، صحیح مسلم: کتاب المساقاۃ باب الرھن وجوازہ فی الحضر کالسفر)

حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مشرک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کچھ بکریاں لے کر آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس

سے دریافت کیا یہ بیچنے کیلئے ہیں یا تحفہ کی ہیں؟ اس نے جواب دیا بیچنے کیلئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے ایک بکری خریدی۔

(صحیح بخاری: کتاب البیوع، باب الشراء والبیع مع المشرکین واھل الحرب، صحیح مسلم: کتاب الاشربۃ باب اکرام الضیف)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح خیبر کے بعد وہاں کی زمین یہودی کے پاس رہنے دی۔ اس شرط کے ساتھ کہ وہ ان میں کاشت کریں گے اور انہیں پیداوار کا نصف ملے گا۔

(صحیح بخاری: کتاب المزارعۃ، باب المزارعۃ مع الیھود، کتاب الشرکۃ، باب مشارکۃ الذمی والمشرکین فی المزارعۃ، صحیح مسلم: کتاب المساقاۃ، باب المساقاۃ والمعاملۃ بجزء من الثمر والزرع)

سفر ہجرت کا مشہور واقعہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رہنمائی کیلئے قبیلہ بنوالدیل کے ایک مشرک کی خدمات حاصل کی تھیں جس کا نام تاریخ وسیرت کی کتابوں میں عبداللہ بن اریقط یا ارقط مذکور ہے اور اس پر اعتماد کرتے ہوئے اپنی سواریاں اس کے حوالے کردی تھیں۔ پھر بعد میں اسی کی رہنمائی میں پورا سفر طے کیا تھا۔ (صحیح بخاری: کتاب الاجارۃ باب استئجار المشرکین عند الضرورۃ)

اشعث بن ابی الشعثاء بیان کرتے ہیں کہ ایک مجوسی عورت حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت کرتی تھی اور ان کا کھانا تیار کرتی تھی۔

(مصنف عبدالرزاق کتاب اھل الکتاب، باب خدمۃ المجوس واکل طعامھم)

اسی طرح قاسم الاعرج بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے اصفہان میں کئی سال گزارے، ایک مجوسی لڑکا ان کی خدمت کرتا تھا ان کا کھانا بناتا تھا اور انہیں جزدان کے ساتھ قرآن اٹھا کر دیتا تھا۔ (مصنف عبدالرزاق)

حضرت خباب رضی اللہ عنہ اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں

لوہار تھا میں نے مکہ میں عاص بن وائل (مشہور مشرک) کا کچھ کام کیا تھا۔

(صحیح بخاری: کتاب الاجارۃ باب هل یواجر الرجل نفسه من مشرک فی ارض الحرب)

حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ ایک حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: تمام مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اہل ذمہ اور دوسرے کفار سے معاملات کئے جاسکتے ہیں بشرطیکہ ان معاملات میں کوئی حرام چیز شامل نہ ہو۔

(نووی: شرح مسلم، کتاب المساقاة، باب الرهن)

تجارتی و کاروباری معاملات سے ہٹ کر بھی دوسرے امور میں انسان کو دوسرے لوگوں کے تعاون کی ضرورت ہوتی ہے اور ان کی انجام دہی میں وہ ان کی مدد لیتا ہے۔ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ مخلوط معاشرے میں رہنے بسنے والے لوگ ایک دوسرے سے تعاون کر سکتے ہیں اور انہیں کرنا چاہیے۔ ایک مسلمان اپنے غیر مسلم پڑوسیوں، دوستوں اور ملنے جلنے والوں کی مدد اور تعاون کر سکتا ہے، ان کے کام آسکتا ہے اور بوقت ضرورت ان کی مدد حاصل کر سکتا ہے۔

امیہ بن خلف جو مکہ کے سرداروں میں سے تھا اور اسلام نہیں لایا تھا حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی اس سے دوستی تھی۔ مدینہ ہجرت کرنے کے بعد غزوہ بدر سے پہلے انہوں نے امیہ سے تحریری معاہدہ کیا کہ تم مکہ میں اپنے لوگوں کے درمیان میری حفاظت کرو گے اور میں مدینہ میں اپنے لوگوں کے درمیان تمہاری حفاظت کروں گا۔ اسی عہد کی پاسداری میں غزوہ بدر کے موقع پر انہوں نے اسے بچانے کی کوشش کی تھی۔ **(صحیح بخاری: کتاب الوکالة، باب اذا وکل المسلم حربیاً فی دار الجواب او فی دار الاسلام جاز)**

اس روایت سے استنباط کرتے ہوئے ابن المنذر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مسلمان کسی حربی مستامن (وہ برسر جنگ کافر جسے امان دے دی گئی ہو) کو اپنا وکیل

بنائے۔ یا حربی مستامن کسی مسلمان کو اپنا وکیل بنائے۔ دونوں جائز ہیں۔ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ (فتح الباری: ۴/۴۸۰)

مخالف مذہب کمزوروں کی مدد

سماج میں کچھ دبے کچلے لوگ ہوتے ہیں، بسا اوقات وہ طاقت و اقتدار کے نشے میں چور لوگوں کے ظلم و تعدی کا شکار ہو جاتے ہیں ایسے میں سماج کے سنجیدہ، با اثر اور انصاف پرور لوگوں کی ذمہ داری ہے کہ ان کی مدد کریں۔ انہیں ظالموں کے پنجے سے نجات دلائیں اور انہیں عزت و وقار کی زندگی گزارنے کے مواقع فراہم کریں۔ اسلام اپنے ماننے والوں کو حکم دیتا ہے کہ مظلوم کوئی بھی ہو ان کا ہم مذہب ہو یا کسی دوسرے مذہب کا ماننے والا ہو، ان کا ہم وطن ہو یا پردیسی ہو، وہ اس کی مدد کیلئے آگے بڑھیں اور اسے ظلم و تعدی سے نجات دلائیں۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ ایک طویل حدیث میں بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں سات چیزوں سے روکا ہے اور سات چیزوں کا حکم دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن کاموں کا حکم دیا ہے ان میں سے ایک ہے: "نصر المظلوم" یعنی مظلوم کی مدد کرنا۔

(صحیح بخاری: کتاب المظالم باب نصر المظلوم اور دیگر ابواب، صحیح مسلم، کتاب اللباس و الزینۃ تحریم استعمال اناء الذہب و الفضۃ)

اس حدیث کی تشریح میں امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مظلوم کی مدد کرنا واجب ہے۔ خواہ مظلوم مسلمان ہو یا ذمی۔ اسے ظلم سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کی جائے گی۔ چاہے زبان کے ذریعہ یا عمل کے ذریعہ یا دوسرے ذرائع سے۔

(بحوالہ شرع السنۃ بغوی: ۵/۲۱۳ ـ ۲۱۴)

اس تفصیل سے واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام نے دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کے ساتھ رواداری، حسن سلوک، ہمدردی، تعاون باہمی اور خوشگوار معاشرت کی ہدایات دی ہیں۔ اگر ان ہدایات پر عمل کیا جائے تو سماج میں مختلف مذاہب سے تعلق

رکھنے والے افراد کے درمیان باہمی اعتماد، حسن ظن اور خیر خواہی کی فضاء پیدا ہوگی اور وہ ہنسی خوشی مل جل کر رہ سکیں گے۔

(بحوالہ: کفر اور کافر قرآن کی روشنی میں۔ ص: ۳۲ تا ۴۸)

☆......☆......☆

کتاب ”دین اور شریعت“ میں باہمی رواداری کا پیغام

نام کتاب: ۔دین اور شریعت

از: مولانا سید ابوالاعلیٰ مووودی رحمۃ اللہ علیہ

امت مسلمہ میں فرقہ بندی کیوں؟

قرآن کی پکار......آپس میں مت لڑو

اے ایمان والو! ”فان تنازعتم فی شیئٍ فردوہ الی اللہ والرسول“ اگر تمہارے درمیان کسی معاملے میں نزاع واقع ہوجائے تو اس کیلئے اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرو۔ (سورۃ النساء) یعنی قرآن اور سنت رسول ﷺ کی طرف رجوع کر کے نزاع کو دور کرو۔

”ولاتنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم“ ”اور آپس میں نہ لڑو ورنہ کمزور ہوجاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی“۔ (سورۃ انفال)

”ولاتکونوا کالذین تفرقوا واختلفوا من بعد ما جاء ھم ا لبینت واولئک لھم عذاب عظیم“ ”اور ان کی طرح مت ہوجاؤ جو فرقہ فرقہ ہوگئے اور اختلاف کرنے لگے بعد اس کے کہ پہنچ چکے ان کو حکم صاف صاف اور ان کیلئے عذاب ہے بہت بڑا“۔ (سورۃ آل عمران)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   براوران اسلام!

مذہب کی باتوں میں آپ اکثر دو لفظ سنا کرتے ہیں اور بولتے بھی ہیں۔ ایک دین دوسرا شریعت، لیکن بہت کم آدمی ہیں جن کو یہ معلوم ہوگا کہ دین کے کیا معنی ہیں اور شریعت کا کیا مطلب ہے۔ بے پڑھے لکھے تو خیر مجبور ہیں، اچھے خاصے تعلیم یافتہ آدمی بھی یہ نہیں جانتے کہ ان دو لفظوں کا ٹھیک ٹھیک مطلب کیا ہے اور ان دونوں میں فرق کیا ہے۔ اس ناواقفیت کی وجہ سے اکثر دین کو شریعت اور شریعت کو دین سے گڈمڈ کر دیا جاتا ہے اور اس سے بڑی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ میں بہت سادہ الفاظ میں ان کا مطلب یہاں بیان کروں گا۔

دین کے کئی معنی ہیں، ایک معنی عزت، حکومت، سلطنت، بادشاہی اور فرمانروائی کے ہیں۔ دوسرے معنی اس کے بالکل برعکس ہیں۔ یعنی ذلت، اطاعت، غلامی، تابعداری اور بندگی۔ تیسری معنی حساب کرنے اور فیصلہ کرنے اور اعمال کی جزا وسزا دینے کے ہیں۔ قرآن شریف میں لفظ دین انہی تین معنوں میں آیا ہے۔ فرمایا:

ان الدین عنداللہ الاسلام ○ اللہ کے نزدیک حقیقی دین صرف اسلام ہے۔

یعنی خدا کے نزدیک اصلی دین بس وہی ہے جس میں انسان صرف اللہ کو عزت والا مانے اور اسکے سوا کسی کے آگے اپنے آپ کو ذلیل نہ کرے۔ صرف اللہ کو آقا اور مالک اور سلطان سمجھے اور اس کے سوا کسی کا غلام، فرمانبردار اور تابعدار بن کر نہ رہے۔ صرف اللہ کو حساب کرنے اور جزا وسزا دینے والا سمجھے اور اسکے سوا کسی کے حساب سے نہ ڈرے، کسی کی جزا کا لالچ نہ کرے اور کسی کی سزا کا خوف نہ کھائے۔ اسی دین کا نام ''اسلام'' ہے۔ اگر اس کو چھوڑ کر آدمی نے کسی اور کو اصلی عزت والا، اصلی حاکم، اصلی بادشاہ اور مالک، اصلی جزا وسزا دینے والا سمجھا اور اس کے سامنے ذلت سے سر جھکایا، اس کی بندگی اور غلامی کی، اس کا حکم مانا اور اس کی جزا کا لالچ اور سزا کا خوف کھایا تو یہ جھوٹا دین ہوگا۔ اللہ ایسے دین کو ہرگز تسلیم نہیں کرتا کیونکہ یہ حقیقت کے بالکل خلاف ہے۔ خدا کے سوا کوئی دوسری ہستی اس تمام کائنات میں اصلی عزت والی نہیں ہے۔ نہ

کسی اور کی سلطنت اور بادشاہی ہے، نہ کسی اور کی بندگی اور غلامی کیلئے انسان پیدا کیا گیا ہے۔ نہ اس مالک حقیقی کے سوا کوئی اور جزا و سزا دینے والا ہے۔ یہی بات دوسری آیتوں میں اس طرح بیان فرمائی گئی ہے۔

”ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ“ یعنی جو شخص خدا کی سلطانی اور بادشاہی کو چھوڑ کر کسی اور کو اپنا مالک اور حاکم مانے گا اور اس کی بندگی اور غلامی اختیار کرے گا اور اس کو جزا و سزا دینے والا سمجھے گا۔ اس کے دین کو خدا ہرگز قبول کرنے والا نہیں ہے اس لئے کہ: **”وما امروا الالیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین حنفآءَ“** انسانوں کو تو خدا نے اپنا بندہ بنایا ہے اور اپنے سوا کسی اور کی بندگی کا حکم ہی نہیں دیا ہے۔ ان کا تو فرض یہ ہے کہ سب طرف سے منہ موڑ کر صرف اللہ کیلئے اپنے دین یعنی اطاعت اور غلامی کو مخصوص کر دیں۔ اور یکسو ہو کر صرف اسی کی بندگی کریں اور صرف اسی کے حساب سے ڈریں۔

”افغیر دین اللہ یغون ولہ اسلم من فی السموات والارض طوعاً و کرھا والیہ یرجعون“

کیا انسان خدا کے سوا کسی اور کی غلامی اور فرمانبرداری کرنا چاہتا ہے۔ حالانکہ زمین اور آسمان کی ساری چیزیں صرف خدا کی غلام اور فرمانبردار ہیں اور ان ساری چیزوں کو اپنے حساب کتاب کیلئے خدا کے سوا کسی اور کی طرف نہیں جانا ہے، کیا انسان زمین اور آسمان کی ساری کائنات کے خلاف ایک نرالا راستہ اپنے لئے نکالنا چاہتا ہے؟ **”ھوالذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون“**

اللہ نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر اس لئے بھیجا ہے کہ وہ سارے جھوٹے خداؤں کی خدائی ختم کر دے اور انسان کو ایسا آزاد کرے کہ وہ خداوند عالم کے سوا کسی کا بندہ بن کر نہ رہے۔ چاہے کفار اور مشرکین اس پر اپنی جہالت سے کتنا

ہی واویلا مچائیں اور کتنی یہ ناک بھوں چڑھائیں۔

”وقاتلوهم حتىٰ لاتكون فتنة ويكون الدين كله لله“ اور تم جنگ کرو اس لئے کہ دنیا سے غیر اللہ کی فرمانروائی کا فتنہ مٹ جائے اور دنیا میں بس خدا ہی کا قانون چلے، خدا ہی کی بادشاہی تسلیم کی جائے اور انسان صرف اسی کی بندگی کرے۔

اس تشریح سے آپ کو معلوم ہو گیا کہ دین کے کیا معنی ہیں؟

خدا کو آقا اور مالک اور حاکم ماننا۔

خدا ہی کی غلامی، بندگی اور تابعداری کرنا اور خدا کے حساب سے ڈرنا، اس کی سزا کا خوف کھانا اور اسی کی جزا کا لالچ کرنا۔

پھر چونکہ خدا کا حکم انسانوں کو اس کی کتاب اور اسکے رسول کے ذریعہ سے ہی پہنچتا ہے۔ اس لئے رسول کو خدا کا رسول اور کتاب کو خدا کی کتاب ماننا اور اس کی اطاعت کرنا دین ہی میں داخل ہے جیسا کہ فرمایا: ”يبني آدم امايأتينكم رسل منكم يقصون عليكم ايتي فمن اتقى واصلح فلاخوف عليهم ولا هم يحزنون“

یعنی اے بنی آدم! جب میرے رسول تمہارے پاس میرے احکام لے کر آئیں تو جو شخص تم میں سے ان احکام کو مان کر پرہیزگاری اختیار کرے گا اور ان کے مطابق اپنے عمل درست کر لے گا اس کیلئے ڈر اور رنج کی کوئی بات نہیں ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ براہ راست ہر انسان کے پاس اپنے احکام نہیں بھیجتا، بلکہ اپنے رسولوں کے واسطہ سے بھیجتا ہے، اس لئے جو شخص اللہ کو حاکم مانتا ہو وہ اس کی فرمانبرداری صرف اس صورت میں کر سکتا ہے کہ اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے اور اس کے رسول کے ذریعہ سے جو احکام آئیں ان کی اطاعت کرے۔ اسی کا نام دین ہے۔

اب میں یہ بتاؤں گا کہ شریعت کسے کہتے ہیں۔ شریعت کے معنی طریقے اور راستے کے ہیں۔ جب تم نے خدا کو حاکم مان لیا اور اس کی بندگی قبول کر لی اور یہ تسلیم کر لیا کہ رسول اسی کی طرف سے حاکم مجاز ہے اور کتاب اسی کی طرف سے ہے تو تم

دین میں داخل ہو گئے۔ اس کے بعد تم کو جس طریقے سے خدا کی بندگی کرنی ہے اور اس کی فرمانبرداری میں جس راستہ پر چلنا ہے اس کا نام شریعت ہے یہ طریقہ اور راستہ بھی خدا اپنے رسول ہی کے ذریعہ سے بتاتا ہے، وہی یہ سکھاتا ہے کہ اپنے مالک کی عبادت اس طرح کرو۔ طہارت اور پاکیزگی کا یہ طریقہ ہے۔ نیکی اور تقویٰ کا یہ راستہ ہے، حقوق اس طرح ادا کرنے چاہئیں اور زندگی اس طرح بسر کرنی چاہیے لیکن فرق یہ ہے کہ دین ہمیشہ سے ایک تھا، ایک ہی رہا اور اب بھی ایک ہی ہے مگر شریعتیں بہت سی آئیں، بہت سی منسوخ ہوئیں، بہت سی بدلی گئیں اور کبھی ان کے بدلنے سے دین نہیں بدلا۔ حضرت نوح علیہ السلام کا دین بھی وہی تھا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تھا، حضرت شعیب علیہ السلام اور حضرت صالح علیہ السلام اور حضرت ہود علیہ السلام کا تھا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے۔ مگر شریعتیں ان سب کی کچھ نہ کچھ مختلف رہی ہیں۔ نماز اور روزے کے طریقے کسی میں کچھ تھے اور کسی میں کچھ، حرام اور حلال کے احکام، طہارت کے قاعدے، نکاح اور طلاق اور وراثت کے قانون ہر شریعت میں کچھ نہ کچھ مختلف رہے ہیں ان کے باوجود سب مسلمان تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے پیرو بھی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیرو بھی اور ہم بھی۔ اس لئے کہ دین سب کا ایک ہے اس سے معلوم ہوا کہ شریعت کے احکام میں فرق ہونے سے دین کے احکام میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ دین ایک ہی رہتا ہے چاہے اس پر عمل کرنے کے طریقے مختلف ہوں۔

اس فرق کو یوں سمجھو کہ ایک آقا کے بہت سے نوکر ہیں، جو شخص اس کو آقا ہی نہیں مانتا اور اس کے حکم کو واجب التعمیل ہی نہیں سمجھتا وہ تو نافرمان ہے اور نوکری کے دائرے ہی سے خارج ہے اور جو لوگ اس کو آقا تسلیم کرتے ہیں اس کے حکم کو ماننا فرض جانتے ہیں اور اس کی نافرمانی سے ڈرتے ہیں۔ وہ سب نوکروں کے زمرے میں شامل ہیں۔ نوکری بجالانے اور خدمت کرنے کے طریقے مختلف ہوں تو اس سے

ان کے نوکر ہونے میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اگر آقا نے کسی کو نوکری کا ایک طریقہ بتایا ہے اور دوسرے کو دوسرا طریقہ تو ایک نوکر کو یہ کہنے کا حق نہیں کہ میں نوکر ہوں اور وہ نوکر نہیں ہے۔ اسی طرح اگر آقا کا حکم سن کر ایک نوکر اس کی منشا کچھ سمجھتا ہے اور دوسرا کچھ اور اور دونوں اپنی اپنی سمجھ کے مطابق اس حکم کی تعمیل کرتے ہیں تو نوکری میں دونوں برابر ہیں۔ یہ ہوسکتا ہے کہ ایک نے مطلب سمجھنے میں غلطی کی ہو اور دوسرے نے صحیح مطلب سمجھا ہو لیکن جب اطاعت دونوں نے کی ہے تو ایک کو یہ کہنے کا حق نہیں کہ تو نافرمان ہے یا تجھے آقا کی نوکری ہی سے خارج کر دیا گیا ہے۔

اس مثال سے آپ دین اور شریعت کے فرق کو بڑی اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے اللہ تعالٰی رسولوں کے ذریعہ سے مختلف شریعتیں بھیجتے رہے کسی کو نوکری کا ایک طریقہ بتایا اور کسی کو دوسرا طریقہ۔ ان سب طریقوں کے مطابق جن جن لوگوں نے مالک کی اطاعت کی وہ سب مسلمان تھے۔ اگرچہ ان کی نوکری کے طریقے مختلف تھے۔ پھر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو آقا نے حکم دیا کہ اب پچھلے طریقوں کو ہم منسوخ کرتے ہیں۔ آئندہ سے جس کو ہماری نوکری کرنی ہو وہ اس طریقے پر نوکری کرے جو اب ہم نے اپنے آخری وائسرائے کے ذریعہ سے بتائے ہیں۔ اس کے بعد کسی نوکر کو پچھلے طریقوں پر نوکری کرنے کا حق باقی نہیں رہا۔ اب اگر وہ نئے طریقہ کو نہیں مانتا اور پرانے طریقوں پر چل رہا ہے تو وہ دراصل آقا کا حکم نہیں مانتا بلکہ اپنے دل کا کہا مان رہا ہے۔ اس لئے وہ نوکری سے خارج ہے یعنی مذہب کی زبان میں کافر ہو گیا ہے۔

یہ تو پچھلے انبیاء کرام علیہم السلام کے ماننے والوں کیلئے ہے۔ رہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیرو تو ان پر اس مثال کا دوسرا حصہ صادق آتا ہے۔ اللہ نے جو شریعت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ سے ہم کو بھیجی ہے اس کو خدا کی شریعت ماننے والے اور واجب التعمیل سمجھنے والے سب کے سب مسلمان ہیں اب اگر اس شریعت کے احکام کو

ایک شخص کسی طرح سمجھتا ہے اور دوسرا کسی اور طرح اور دونوں اپنی اپنی سمجھ کے مطابق اس پر عمل کرتے ہیں تو چاہے ان کے عمل میں کتنا ہی فرق ہو۔ ان میں سے کوئی بھی نوکری سے خارج نہ ہوگا۔ اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک جس طریقہ پر چل رہا ہے یہی سمجھ کر چل رہا ہے کہ یہ آقا کا حکم ہے۔ پھر ایک نوکر کو یہ کہنے کا کیا حق ہے کہ میں تو نوکر ہوں اور فلاں شخص نوکر نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ بس یہی کہہ سکتا ہے کہ میں نے آقا کے حکم کا صحیح مطلب سمجھا اور اس نے صحیح نہیں سمجھا مگر وہ اس کو نوکری سے خارج کر دینے کا ہرگز مجاز نہیں ہے۔ جو شخص ایسی حرکت کرتا ہے وہ گویا خود آقا کا منصب اختیار کرتا ہے وہ گویا یہ کہتا ہے کہ جس طرح تو آقا کے حکم کو ماننے پر مجبور ہے اگر تو میری سمجھ کو نہ مانے گا تو میں اپنے اختیار سے تجھ کو آقا کی نوکری سے خارج کر دوں گا۔ غور کرو یہ کتنی بڑی بات ہے۔ اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کو ناحق کافر کہے گا اس کا قول خود اسی پر پلٹ جائے گا کیونکہ مسلمان کو تو خدا نے اپنے حکم کا غلام بنایا ہے اور یہ شخص کہتا ہے کہ نہیں، تو میری سمجھ اور میری رائے کی بھی غلامی کر۔ یعنی صرف خدا ہی تمہارا خدا نہیں ہے بلکہ میں بھی چھوٹا خدا ہوں اور میرا حکم نہ مانو گے تو میں اپنے اختیار سے تم کو خدا کی بندگی سے خارج کر دوں گا۔ چاہے خدا خارج کرے یا نہ کرے۔ ایسی بڑی بات جو شخص کہتا ہے اس کے کہنے سے چاہے دوسرا مسلمان کافر ہو یا نہ ہو مگر وہ خود تو اپنے آپ کو کفر کے خطرے میں ڈال ہی دیتا ہے۔

آپ نے دین اور شریعت کا فرق اچھی طرح سمجھ لیا اور یہ بھی آپ کو معلوم ہو گیا کہ بندگی کے طریقوں میں اختلاف ہو جانے سے دین میں اختلاف نہیں ہوتا، بشرطیکہ آدمی جس طریقہ پر عمل کرے۔ نیک نیتی کے ساتھ یہ سمجھ کر عمل کرے کہ خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہی طریقہ بتایا ہے جس پر وہ عامل ہے۔ اب میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ دین اور شریعت کے اس فرق کو نہ سمجھنے سے آپ کی جماعت میں کتنی خرابیاں واقع ہو رہی ہیں۔

امت کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا

مسلمانوں میں نماز پڑھنے کے مختلف طریقے ہیں، ایک شخص سینے پر ہاتھ باندھتا ہے، دوسرا ناف پر باندھتا ہے۔ ایک شخص امام کے پیچھے فاتحہ پڑھتا ہے، دوسرا نہیں پڑھتا۔ ایک شخص آمین زور سے کہتا ہے، دوسرا آہستہ کہتا ہے، ان میں سے ہر شخص یہی سمجھ کر چل رہا ہے کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ ہے۔ اس لئے نماز کی صورتیں مختلف ہونے کے باوجود دونوں حضور ﷺ ہی کے پیرو ہیں مگر جن ظالموں نے شریعت کے ان مسائل کو دین سمجھ رکھا ہے، انہوں نے محض انہی طریقوں کے اختلاف کو دین کا اختلاف سمجھ لیا۔ اپنی جماعتیں الگ کرلیں، اپنی مسجدیں الگ کرلیں، ایک دوسرے کو گالیاں دیں، مسجدوں سے مار مار کر نکال دیا، مقدمہ بازیاں کیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔

اس پر بھی لڑنے اور لڑانے والوں کے دل ٹھنڈے نہ ہوئے تو چھوٹی چھوٹی باتوں پر ایک نے دوسرے کو کافر اور فاسق اور گمراہ کہنا شروع کر دیا۔ ایک شخص قرآن سے یا حدیث سے ایک بات اپنی سمجھ کے مطابق نکالتا ہے تو خود اس کی پیروی پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ چاہتا ہے کہ دوسروں سے بھی اپنی سمجھ زبردستی تسلیم کرائے اور اگر وہ اسے تسلیم نہ کریں تو ان کو خدا کے دین سے خارج کر دے۔

آپ مسلمانوں میں حنفی، شافعی، اہل حدیث وغیرہ جو مختلف فرقے دیکھ رہے ہیں یہ سب قرآن و احادیث کو آخری سند مانتے ہیں اور اپنی اپنی سمجھ کے مطابق وہیں سے احکام نکالتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ ایک کی سمجھ صحیح ہو اور دوسرے کی سمجھ غلط ہو۔ میں بھی ایک طریقہ کا پیرو ہوں اور اس کو صحیح سمجھتا ہوں اور اس کے خلاف جو لوگ ہیں ان سے بحث بھی کرتا ہوں تاکہ جو بات میرے نزدیک صحیح ہے وہ ان کو سمجھاؤں اور جس بات کو میں غلط سمجھتا ہوں اسے غلط ثابت کروں۔ لیکن کسی شخص کی سمجھ کا غلط ہونا اور بات ہے اور اس کا دین سے خارج ہونا اور بات۔ اپنی اپنی سمجھ کے مطابق

شریعت پر عمل کرنے کا ہر مسلمان کو حق ہے۔ اگر دس مسلمان دس مختلف طریقوں پر عمل کریں تو جب تک وہ شریعت کو مانتے ہیں، وہ سب مسلمان ہی ہیں، ایک ہی امت ہیں، ان کی جماعتیں الگ الگ ہونے کی کوئی وجہ نہیں مگر جو لوگ اس چیز کو نہیں سمجھتے وہ انہی چھوٹی چھوٹی باتوں پر فرقے بناتے ہیں۔ ایک دوسرے سے کٹ جاتے ہیں، اپنی نمازیں اور مسجدیں الگ کر لیتے ہیں۔ ایک دوسرے سے شادی بیاہ، میل جول بند کر دیتے ہیں اور اپنے اپنے ہم مذہبوں کے جتھے اس طرح بنا لیتے ہیں کہ گویا ہر جتھا ایک الگ امت ہے۔

فرقہ بندی کا سنگین نقصان

آپ اندازہ نہیں کر سکتے کہ اس فرقہ بندی سے مسلمانوں کو کتنا نقصان پہنچا ہے۔ کہنے کو مسلمان ایک امت ہیں ...... ان کی آٹھ نو کروڑ کی تعداد ہے، اتنی بڑی جماعت اگر واقعی ایک ہو اور پورے اتفاق کے ساتھ خدا کا کلمہ بلند کرنے کیلئے کام کرے تو دنیا میں کون اتنا دم رکھتا ہے جو اس کو نیچا دکھا سکے مگر حقیقت میں اس فرقہ بندی کی بدولت اس امت کے سینکڑوں ٹکڑے ہو گئے ہیں۔ ان کے دل ایک دوسرے سے پھٹے ہوئے ہیں، یہ سخت سے سخت مصیبت میں بھی مل کر کھڑے نہیں ہو سکتے۔ ایک فرقے کا مسلمان دوسرے فرقے والوں سے اتنا ہی تعصب رکھتا ہے جتنا ایک یہودی ایک عیسائی سے رکھتا ہے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ایسے واقعات دیکھنے میں آئے ہیں کہ ایک فرقے والے نے دوسرے فرقے والے کو نیچا دکھانے کیلئے کفار کا ساتھ دیا ہے۔ ایسی حالت میں اگر مسلمانوں کو آپ مغلوب دیکھ رہے ہیں تو تعجب نہ کیجئے، یہ ان کے اپنے ہاتھوں کی کمائی ہے۔ ان پر وہ عذاب نازل ہوا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب پاک میں اس طرح بیان کیا ہے کہ:

”او یلبسکم شیعاً و یذیق بعضکم باس بعض“

”یعنی اللہ کے عذاب کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ وہ تم کو مختلف فرقوں میں تقسیم

کر دے اور تم آپس میں کٹ مرو"۔

آج اس عذاب میں سارے مسلمان مبتلا ہیں اگر آپ اپنی خیر چاہتے ہیں تو ان جتھوں کو توڑ دیئے، ایک دوسرے کے بھائی بن کر رہئے اور ایک امت بن جایئے۔ خدا کی شریعت میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کی بناء پر اہل حدیث، حنفی، دیوبندی، بریلوی، شیعہ، سنی وغیرہ الگ الگ امتیں بن سکیں۔ یہ امتیں جہالت کی پیدا کی ہوئی ہیں، اللہ نے صرف ایک امت "مسلم" بنائی تھی۔

منفعت ایک ہے اس قوم کی، نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبیؐ، دین بھی، ایمان بھی ایک
حرم پاک بھی، اللہ بھی، قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی، ہوتے جو مسلمان بھی ایک
فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں؟
علامہ اقبالؒ

☆.....☆.....☆

کتاب "راہِ عمل" اُلفتوں اور رواداری کی راہ

نام کتاب: راہ عمل جلد اول۔ حصہ اول، دوم، سوم
تالیف: ۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی دامت برکاتہم

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب دامت برکاتہم ہندوستان کی ایک علمی شخصیت ہیں۔ مسلم دنیا میں آپکا ایک جانا پہچانا نام ہے آپ کی بہت سی علمی یادگاریں "القاموس الفقہ" ایک تاریخی اور یادگار تحفہ ہے۔ آپ اخوت اسلامی کی ضرورت کو بہت ہی

اہمیت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ راہ عمل جو آپ کے مضامین کا مجموعہ ہے اس میں آپ ٹوٹتی اور بکھرتی امت میں اتفاق اور اتحاد کی اہمیت اجاگر کرنے کو کچھ یوں بیان کرتے ہیں۔ اللہ پاک آپ کی مساعی جمیلہ کو شرف قبولیت سے نوازے۔ آمین!

از مرتب

اخوت اسلامی کا فقدان

”انما المؤمنون اخوۃ“

اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں کو اخوت اور بھائی چارہ کے رشتہ سے باندھ دیا ہے، مسلمان دنیا کے کسی بھی گوشہ میں ہو، مغرب یا مشرق میں، شمال میں یا جنوب میں، گورا ہو یا کالا، مالدار ہو یا غریب، پڑھا لکھا ہو یا ان پڑھ، اعلیٰ عہدوں پر فائز ہو یا معمولی مزدور اور بڑا ہو یا چھوٹا وہ ایک دوسرے کا بھائی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تمام اہل ایمان بھائی بھائی ہیں۔ ”انما المؤمنون اخوۃ“ (الحجرات: ۱۰) یہ ایمانی رشتہ رنگ و نسل، علاقہ و وطن، زبان اور خون کے رشتوں سے بڑھ کر ہے، یہ رشتہ ہمیں ایک آفاقی اور عالمگیر خاندان کا رکن بنا دیتا ہے، یہ ہمیں رشتہ و تعلق کے محدود دائرہ سے نکال کر عالمگیر وسعت میں لے آتا ہے۔

اسی رشتہ نے حبش کے بلال رضی اللہ عنہ وروم کے صہیب رضی اللہ عنہ، فارس کے سلمان رضی اللہ عنہ، اسرائیلی نسل کے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ، بنو ہاشم کے علی رضی اللہ عنہ و عباس رضی اللہ عنہ اور دوسرے عرب کے ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ کو ایک ہی صف میں کھڑا کر دیا تھا۔ یہ ایک دوسرے پر خون چھڑ کنے والے اور باہم خودمٹ کر دوسروں کو بچانے والے لوگ تھے، یہ اسلامی اخوت ان کے ذہن وفکر اور دل ودماغ پر اس قدر حاوی تھی کہ یہ خود بھوکے رہ کر دوسروں کو کھلانے اور خود پھٹے

پرانے کپڑے پہن کر دوسروں کو اچھے کپڑے پہنانے میں خوشی محسوس کرتے تھے''یؤثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ'' (الحشر:۹)

اخوت ایمانی......ایمان کے بعد سب سے بڑی ضرورت

مسلمانوں کیلئے ایمان کے بعد اس اخوت ایمانی کو قائم رکھنا سب سے اہم ضرورت ہے، اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ اس رشتہ کو تازہ فرمانے کی سعی کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ تو ایک مسلمان دوسرے پر ظلم کرسکتا ہے نہ اسے چھوڑ سکتا ہے، جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت میں کام آتا ہے اللہ اس کی ضرورت میں کام آتے ہیں، جو کسی مسلمان سے مصیبت کو دور کرتا ہے، اللہ قیامت کے دن اس کی مصیبت کو دور فرماتے ہیں اور جو کسی مسلمان کی عیب پوشی کرتا ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے عیب کو چھپائیں گے۔

(مسلم حدیث نمبر ۲۵۸۰)

اس ارشاد میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلامی اخوت کے پانچ تقاضوں کو بیان فرمایا ہے، اول یہ کہ ایک دوسرے پر ظلم نہ کرے، دوسرے یہ ایک دوسرے کے ناصر و مددگار رہوں اور اپنے بھائی کو حالات کے رحم و کرم پر نہ چھوڑ دے، تیسرے اپنے بھائی کی ضرورت میں کام آئے، چوتھے اس پر کوئی مصیبت آئی ہو تو اسے دور کرنے میں معاون و مددگار رہنے، پانچویں اگر کسی مسلمان سے غلطی یا گناہ ہو جائے تو اس پر پردہ رکھنے کی کوشش کرے اور اسے رسوائی سے بچائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس امت کے باہمی تعلق کو بڑی موثر اور معنی خیز مثالوں سے سمجھایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''باہمی محبت اور تعلق میں اہل ایمان کی مثال ایک جسم کی سی ہے کہ اگر ایک عضو بیمار ہو جائے تو پورا جسم بے خوابی اور بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے''۔

(بخاری حدیث نمبر ۶۰۱۱، مسلم حدیث نمبر ۲۵۸۶)

اس تمثیل کی معنویت پر غور کیجئے، جسم کے تمام اعضاء یکساں اہمیت اور حیثیت کے حامل نہیں ہوتے، دماغ پورے جسم کا بادشاہ ہے، اس کے چشم وابرو کے اشارہ پر جسم کا ہر ہر انگ کام کرتا ہے اور ہر صلاحیت متحرک ہوتی ہے، قلب پورے بدن کیلئے پاور ہاؤس ہے، اگر یہ کسی حصے کو خون کی سپلائی چھوڑ دے تو لمحوں میں اس حصہ کی موت واقع ہوجائے گی، پھر دوسرے اعضاء بھی کچھ زیادہ اہم ہیں اور کچھ کم لیکن ایسا نہیں ہوتا کہ اگر انگلی کو تکلیف ہو تو دل و دماغ یہ سوچے کہ ایک حقیر عضو کے لئے ہم کیوں مبتلائے رنج ومحن ہوں اور پاؤں یہ نہیں سوچتا کہ تکلیف انگلی کی ہے، ہم کیوں دواخانہ کا چکر لگائیں؟ یہاں تک کہ اگر ناخن بھی ضرورت سے زیادہ کٹ جائے تو پورا جسم اس کی کسک کو محسوس کرتا ہے۔ حد یہ ہے کہ بال جو ہیں کاٹنے کیلئے، جس کے کٹنے سے جسم کو کوئی گزند نہیں پہنچتا، وہ بھی انسان کو محبوب ہوتے ہیں تو جیسے جسم کا ہر عضو دوسرے کے غم میں شریک ہے، نہ اس میں رنگ کا فرق مانع ہے، نہ کسی عضو کا کم اہم ہونا رکاوٹ ہے، اسی طرح پورا ''اسلامی خاندان'' ایک دوسرے کیلئے لائق محبت ہے، کوئی مسلمان غریب ہو، ان پڑھ ہو، کسی اور مسلک کا حامل ہو، کسی دوسری جماعت اور تنظیم سے تعلق رکھتا ہو، کسی اور علاقہ یا کسی اور ملک کا رہنے والا ہو، محض اس فرق کی وجہ سے اخوت اسلامی کی آگ بجھ جائے اور انسان اپنے بھائی کیلئے محبت کی شبنم بننے کے بجائے نفرت کا شعلہ بن جائے، یہ یقیناً ایمان کی کمزوری کی بات ہے، جس شخص کا ایمان جس قدر قوی ہوگا، اسلامی اخوت کا جذبہ اسی قدر اس میں موجزن ہوگا اور حمیت ایمانی جتنی کم ہوگی، تعصبات اور تنگ نظریاں اسی قدر اس کے سینہ کو اپنے لئے پناہ گاہ بنائیں گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس اسلامی رشتہ کو ایک اور مثال سے سمجھایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ پوری امت ایک عمارت کے درجہ میں ہے جیسے عمارت کا ایک حصہ دوسرے کو مضبوط کرتا ہے اسی طرح اس قصر اسلامی

کی ہر اینٹ دوسرے کیلئے تقویت کا سامان ہے "المومن للمومن کالبنیان یشد بعضه بعضا" (مسلم حدیث نمبر ۲۵۸۵) یہ مثال بھی بڑی ہی معنی خیز اور چشم کشا ہے، عمارت کے تمام اجزاء قوت اور اہمیت کے اعتبار سے ایک درجہ کے نہیں ہوتے، بنیاد کی اہمیت سب سے زیادہ ہے، پھر ستون ہیں، اس کے بعد چھت ہے، دیواریں اور فرش بھی عمارت کا حصہ ہیں، عمارت کا ایک حصہ وہ ہے جو لوگوں کے سر پر سایہ فگن ہے اور ایک حصہ وہ ہے جو اس کے قدموں کے نیچے روندا جاتا ہے، بنیاد کے پتھر نظر نہیں آتے اور زیبائش وآرائش کیلئے کھڑے کئے گئے گنبد اور مینار دور سے دعوت نظارہ دیتے ہیں، بنیاد اپنے آپ کو نیچے دبا کر دوسروں کو سربلند کرتی ہے، یہی حال اس امت کے افراد کا ہے کوئی زیادہ اہم ہے اور کوئی کم اہم، کسی نے ایک کام کو سنبھال رکھا ہے، کسی نے دوسرے کام کو، کسی نے خود کو گمنامی کے غار میں دفن کر کے دوسروں کو سربلند رکھا ہے لیکن سب ایک دوسرے کیلئے معاون و مددگار بھی ہیں اور ضرورت بھی، اگر دیوار کی ایک اینٹ نکال دی جائے، تو پوری دیوار کمزور ہو جاتی ہے، اسی طرح امت کے کسی فرد یا گروہ کو حقیر نہ سمجھنا چاہیے کہ یہ سب ایک دوسرے کیلئے تقویت کا سامان ہیں اور ایک دوسرے کی مدد کرنے میں ہی پوری امت کا بقاء اور اس کا تحفظ ہے۔

اختلاف کے باوجود دست درازی کی اجازت نہیں

اسلام نے اس رشتہ اخوت کو اتنا مضبوط اور مستحکم کیا کہ نازک سے نازک وقت میں بھی مسلمانوں نے اسے یاد رکھا اور انہوں نے دوسروں کو کسی مسلمان گروہ پر ان سے اختلاف کے باوجود دست درازی کی اجازت نہیں دی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ میں ایک سے زیادہ جنگیں ہوئیں، رومیوں نے اس اختلاف سے فائدہ اٹھانا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر یلغار کرنا چاہا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف ترچھی نگاہ سے بھی

دیکھا تو میں تیری آنکھ نکال دوں گا یا یہ کہا کہ علی کرم اللہ وجہہ کی فوج کا پہلا سپاہی میں ہوں گا۔ عباسیوں کے عہد خلافت میں جب اُندلس پر بنواُمیہ کی حکومت قائم ہوئی اس وقت بھی عیسائیوں نے بنواُمیہ سے تعاون کی پیشکش کی لیکن اموی بادشاہ نے اس پیشکش کو مسترد کر دیا۔

صلیبی جنگوں میں شکست کے بعد سے ہی یہود و نصاریٰ نے محسوس کیا کہ جب تک اسلامی اُخوت کے اس جذبہ بیکراں پر تیشہ نہ چلایا جائے، مسلمانوں کو زیر کرنا ممکن نہیں ہوگا چنانچہ دوسری جنگ عظیم کے بعد اس مقصد کے تحت ترکی کے ٹکڑے کیے گئے اور خلافت عثمانیہ کے سقوط کا عظیم سانحہ پیش آیا۔ اس حقیر کے خیال میں سیاسی اعتبار سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد مسلمانوں کو سب سے بڑا نقصان دو واقعات سے ہوا ایک حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے عہد خلافت میں عراق اور شام میں دو الگ الگ مسلم مملکتوں کا وجود، کیونکہ اس وقت تک عالم اسلام کی تقسیم کا کوئی تصور ہی نہیں تھا اس تقسیم نے بعد کو چل کر الگ الگ مملکتوں کے تصور کو تقویت پہنچائی اور دنیا کے مختلف حصوں میں خلافت اسلامی سے آزاد مسلمان مملکتیں قائم ہونے لگیں خود ہندوستان بھی اس کی ایک مثال ہے جہاں بعض مسلم سلطنتوں کے اندر خطبہ میں خلیفہ کا نام پڑھا جاتا تھا اور بعض میں نہیں اور جہاں پڑھا جاتا تھا تو وہ بھی برائے نام، خلیفہ سے کوئی حقیقی ربط و تعلق نہیں ہوتا تھا۔

فیااسفاہ ویاعجباہ!

دوسرا حادثہ خلافت عثمانیہ کا سقوط ہے خلافت عثمانیہ چاہے جیسی بھی ہو لیکن بہر حال وہ مسلمانوں کی وحدت، اجتماعیت اور مرکزیت کا ایک نشان تھی اور دنیا میں جہاں کہیں مسلمانوں پر کوئی افتاد آئے، مسلمانوں کی نگاہ مرکز خلافت کی طرف اٹھتی تھی اور یہیں سے اس کی ترجمانی ہوتی تھی۔ یہ ایک ایسی بنیاد تھی کہ جس کو وسیلہ بنا کر پوری دنیا کے بکھرے ہوئے مسلمانوں کو ایک جھنڈے تلے جمع کیا جاسکتا تھا اس حقیقت کو اس دور

کے ناسمجھ عرب اور ترک قائدین نے نہیں سمجھا اور مغرب کے اشارہ پر خلافت ختم کردی گئی۔ پھر اس اسلامی اخوت کے جذبہ کو سرد کرنے اور ان کے شیرازہ کو منتشر کرنے کیلئے مغرب نے وطن پرستی کی کاشت لگائی اور اسے خوب آبیار کیا کیونکہ یہی وطنی قومیت کا جذبہ اسلامی اخوت کا بدل بن سکتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ شام، مصر، حجاز، یمن، ترکی، عراق اور پورا عالم اسلامی ٹکڑے ٹکڑے ہوکر رہ گیا اور آج وہ مغرب کیلئے بازیچہ اطفال ہے۔ اسرائیل قتل عام کرے اور مسلمانوں کی زمین پر غاصبانہ قابض ہو، بوسنیا میں نسل کشی کی جائے، انڈونیشیا اور سوڈان میں مسلمان حکومتوں کے خلاف مرتد عیسائیوں کو ورغلایا جائے اور الجزائر میں ایک منتخب حکومت کو بلاوجہ تخت اقتدار سے تختہ دار پر چڑھایا دیا جائے۔ تو یہ دہشت گردی نہیں، اور مسلم ممالک کو خود ساختہ الزامات کے ذریعہ دہشت گرد قرار دیا جائے لیکن اللہ رے سناٹا! کیا مجال کہ کوئی زبان بھی اس کے خلاف جنبش کرسکے!!

یہ محض اخوت اسلامی سے محرومی اور حمیت ایمانی سے مہجوری کا نتیجہ ہے، اس سے زیادہ بدقسمتی کی کوئی اور کیا بات ہوسکتی کہ لوگ مسلمانوں کے مسائل کو ملکوں اور علاقوں کی اصطلاحات میں سوچنے لگیں کہ یہ جغرافیائی تقسیم ہم انسانوں کی تقسیم ہے، نہ کہ خالق انسان کی، یہ جغرافیائی لکیریں کیا ایمانی رشتوں کو بھی بدل دیں گی؟ افسوس کہ مسلمانوں میں بین الاقوامی سطح سے لے کر ملک، ریاست، ضلع اور شہر کی سطح تک علاقہ پرستی کا مزاج پیدا ہوتا جارہا ہے۔ جو قومیں دریا کے کناروں کی طرح ایک دوسرے سے نہیں مل سکتی تھیں وہ تو آج ایک دوسرے سے ہم آغوش ہیں اور جو امت جسد واحد بنائی گئی تھی اس کا عضو، عضو ایک دوسرے سے اس طرح روٹھا ہوا ہے کہ ایک کی مصیبت دوسرے کو اشکبار نہیں کرتی۔ **فیااسفاہ ویاعجباہ!**

000

کیا بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک!

نام رسالہ: راہِ عمل جلد اول۔۔۔ص: ۱۶۷ تا ۱۷۸

مسلمان آج کیسی زبوں حالی سے دوچار ہیں، یہ محتاج اظہار نہیں، خون ان کا اتنا ارزاں ہے کہ بعض اوقات اس کی قیمت پینے کے صاف پانی سے بھی کم ہوتی ہے، مسلمانوں کا قتل عام ہوسکتا ہے لیکن کیا مجال کہ نامزد قاتلوں پر بھی کوئی آنچ آسکے؟ ملیانہ اور ہاشم پورہ کا مقتل ہو، مرادآباد کی عیدگاہ ہو، یا آسام میں نیلی اور بہار میں بھاگلپور کا مشہد اکبر، کون سی جگہ ہے جو مسلمانوں کے خون ناحق سے لالہ زار نہیں؟ مال واسباب اور دکان وکاروبار انہیں مسلمانوں کے لوٹے جاتے ہیں۔ حیدرآباد میں، جمشید پور میں، مرادآباد اور بھاگلپور میں، راوڑ کیلا اور احمد آباد میں شاید اب بھی ایسے تلخ واقعات کے نقوش موجود ہیں۔ عزت وآبرو چھپ کر بھی نہیں بلکہ بر سر عام کن کی نیلام ہوتی ہے؟ مظلوم مسلمانوں کی!! اگر سورت کی سڑکوں کو قدرت کی طرف سے قوت گویائی دے دی جائے تو شاید آج بھی وہ گواہی دے اور پھر اس انسانیت سوز اور شرافت دوز حرکتوں کا ویڈیو بھی تیار ہوتا ہے اور بمبئی کے گلی کوچوں میں اس کی تشہیر کی جاتی ہے تاکہ مسلمان خوب بے آبرو ہوں اور ان کی ذلت ورسوائی اپنی نہایت کو پہنچ جائے۔

یہ تو مسلمانوں کے جان ومال اور عزت وآبرو کے تحفظ کی بات ہے لیکن کون سا میدان ہے جس میں ان کا حال بہتر ہے؟ معاشی اعتبار سے وہ اتنے گئے گزرے ہیں کہ معاشی پسماندگی میں اب کوئی قوم ان کی شریک وسہیم نہیں، تعلیمی صورت حال یہ ہے کہ اب ناخواندگی کی سطح مسلمانوں میں ہریجنوں سے بھی آگے بڑھ گئی ہے اور ہماری تعلیمی پسماندگی ملک میں ضرب المثل بنی ہوئی ہے، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اعلیٰ ملازمتوں میں ہمارا حصہ دو تین فیصد بھی نہیں رہ گیا ہے۔ اتر پردیش ملک کی اہم ترین ریاست ہے جہاں مسلمانوں کی آبادی کا تناسب بھی قابل لحاظ ہے لیکن ریاست کے

اضلاع میں سے ایک میں بھی مسلمان ڈی ایم نہیں، کوئی کمشنر مسلمان نہیں، کوئی آئی جی، ڈی آئی جی مسلمان نہیں، ملک میں قومیائے ہوئے بینکس ہیں جن میں ۴۶۷ ڈائرکٹرز ہیں ان میں مسلمان صرف چار ہیں۔

فرقہ بندیوں اور باہمی عداوتوں کا نقصان

ہم ملک کی دوسری بڑی اکثریت ہیں لیکن صورتحال یہ ہے کہ ہم سب سے بے وزن سیاسی قوت ہیں۔ ہندوستان میں سکھوں کی آبادی کا تناسب دو فیصد ہے اور مسلمانوں کی آبادی کا تناسب حکومت کے بیان کے مطابق بھی ۱۳ فیصد ہے جو یقیناً حقیقت پر پردہ ڈالنے کے مترادف ہے لیکن سکھ بھی اپنی ایک سیاسی قوت رکھتے ہیں اسی طاقت کا نتیجہ ہے کہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۸۴ء کے فساد میں مارے گئے سکھوں کے قاتلوں کو انہوں نے سزائیں دلوائیں اور ایک ایک مقتول کا معاوضہ دس دس لاکھ منظور کرایا لیکن مسلمانوں کو فسادات میں جو نقصان پہنچے بعض اوقات تحقیقاتی کمیشن قائم ہوئے لیکن اس کی رپورٹ پر کبھی عمل نہیں ہوا اور بمبئی کے فساد کے سلسلہ میں شری کرشنا رپورٹ کو تو نہایت ہی بے شرمی کے ساتھ حکومت مہاراشٹرا نے ردی کی ٹوکری میں ڈال دیا اور مسلمان کچھ نہیں کرسکے۔ یہ تفاوت محض سیاسی بے وزنی کی وجہ سے ہے۔

آخر جو قوم صدیوں اس سرزمین پر فرماں روائی کرچکی ہے اور جس کی عزت و شوکت کے نقوش اور شرافت وانسانیت کے عکوس اس ملک کے چپہ چپہ پر ثبت ہیں آج کیوں ذلت وانحطاط کے اس مقام تک پہنچ چکی ہے اور وقت کی ٹھوکریں بھی اس کو خواب خرگوش سے بیدار کرنے میں ناکام ونامراد ہیں؟ غور کریں تو ان سب کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہم نے خدا سے اپنا رشتہ کمزور کرلیا ہے اور فرقہ بندیوں اور باہمی عداوتوں نے ہمیں سمندر کی سی طاقت رکھنے کے باوجود قطروں میں تقسیم کردیا ہے۔ ایسا قطرہ جسے دھوپ کی ہلکی سی تمازت اور ہوا کا معمولی سا جھونکا بھی وجود سے محروم کرسکتا ہے۔

”واعتصموا بحبل اللہ جمیعا و لاتفرقوا“

ہجرت کے تیسرے سال غزوہ احد کا واقعہ پیش آیا جس میں مسلمانوں کو ایک گونہ ہزیمت سے دو چار ہونا پڑا اور ستر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین شہید ہو گئے۔ قرآن نے تفصیل سے اس واقعہ کا تذکرہ کیا ہے۔ قرآن میں اس شکست کے اسباب اور اثرات کا تجزیہ بھی کیا گیا ہے اسی واقعہ کے پس منظر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ”واعتصموا بحبل اللہ جمیعا و لاتفرقوا“ (آل عمران: ۱۳۰) یعنی اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور ٹکڑیوں میں بٹنے سے بچو۔ اللہ تعالیٰ نے ایک اور موقع سے بھی ارشاد فرمایا کہ آپس میں جھگڑو نہیں کہ آپسی نزاع تمہارے لئے ناکامی اور نقصان کا پیش خیمہ بنے گا اور تمہاری ہوا اکھڑا جائے گی ”ولاتنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم“ (الانفال: ۴۶)

سیاسی پس منظر کیلئے بھی اتحاد کی ضرورت

اس میں شبہ نہیں کہ اس وقت مسلمانوں کی بے وزنی، بحیثیت قوم کے ان کی بے وقعتی اور ہوا خیزی کا اصل سبب یہی آپس کا نزاع و اختلاف اور بکھراؤ ہے۔ اتحاد و اتفاق اور اجتماعیت یوں تو ہمیشہ اور ہر حال میں ضروری ہے لیکن ہندوستان کے مسلمانوں کیلئے آج کے سیاسی پس منظر میں یہ اتنی بڑی ضرورت ہے کہ شاید ہی کبھی اس قدر ضروری رہا ہو۔ فرقہ پرستی کی گھنگھور گھٹائیں ہر سو چھائی ہوئی ہیں۔ پورے ملک کے افق پر زعفرانی شفق چھایا چاہتا ہے، شمال وجنوب اور مشرق ومغرب کا کوئی فرق نہیں، پڑھے لکھے لوگوں، دانشوروں اور جاہل عوام سب پر فرقہ پرستی کا نشہ سا چھاتا جارہا ہے اور اس آتش فشاں سے جو لاوا اُبلنے والا ہے۔ یقیناً مسلمان ہی اس کا نشانہ ہیں اور ہماری صفوں میں اتحاد و یکجہتی اور اشتراک وتعاون کے سوا کوئی اور ہتھیار نہیں جس کے ذریعہ اس فتنہ کا مقابلہ کیا جا سکے اور اس ملک کے امن وامان کی حفاظت ہو سکے۔ یہ سیلاب اتنا ہلاکت خیز ہے کہ اگر مسلمان اس کو روکنے میں کامیاب نہ

ہوئے تو یہ نہ صرف مسلمانوں کے جان و مال کو بلکہ ان کی تہذیب و ثقافت اور مذہبی وجود کو بھی خدانخواستہ اور ہزار بار خدانخواستہ بہالے جائے گا۔

اسلام میں اتحادِ اُمت کی اہمیت

اسلام میں اتحادِ اُمت کو جو اہمیت حاصل ہے، وہ محتاج اظہار نہیں، اُمت کی وحدت کو برقرار رکھنے کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض ایسی چیزوں کی اجازت دی جو عام حالات میں گناہ بلکہ گناہ کبیرہ ہے، جھوٹ بدترین گناہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی کس قدر مذمت فرمائی ہے؟ لیکن دو مسلمانوں میں اختلاف کو دور کرنے اور شکستہ دلوں کو ملانے کی غرض سے آپ نے جھوٹ بولنے کی بھی اجازت دی۔ جب دو اشخاص و افراد کا اتحاد اتنا اہم ہے تو مسلمانوں کے دو گروہوں جماعتوں اور تنظیموں کے اختلاف کو دور کرنا اور ان کو ایک صف میں کھڑا کرنا کتنا اہم عمل ہوگا کہ اس کیلئے تو شاید سو جھوٹ بھی جائز ہوں، اسی طرح برائی سے روکنا اور برائی کے خلاف آواز اٹھانا مسلمانوں کا مذہبی اور ملی فریضہ ہے، لیکن جہاں ”نہی عن المنکر“ فساد و اختلاف کا باعث بن جائے اور اندیشہ ہو کہ اس سے ملت کا شیرازہ بکھر جائے گا تو ایسے موقع پر آپ نے وقتی طور پر برائی کو انگیز کر لینے اور تحمل برتنے کا حکم دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بار حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ایک وقت آئے گا کہ تم پر ایسے امراء مسلط ہو جائیں گے جو تم سے وصول کریں گے اور اپنی عیش کوشیوں میں خرچ کریں گے۔ ایسے موقع پر تم کیا کرو گے؟ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں اس کو نوک شمشیر سے سیدھا کر دوں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایسا نہ کرنا بلکہ اس وقت کا انتظار کرنا جب تم بھی اللہ سے آملو اور یہ امراء بھی۔ منشاء نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ تھا کہ منکر اور برائی کو روکنے میں ایسے تشدد سے کام نہ لیا جائے جو اُمت میں تفریق اور انتشار کا باعث بن جائے بلکہ ایسے موقع پر صبر و تحمل اور بردباری کا راستہ اختیار کیا جائے اور ان کے عمل کو

اللہ کے سپرد کردیا جائے کہ وہی احکم الحاکمین ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ امام مقتدیوں کی نماز کا ضامن ہے اسی لئے امام کی نماز فاسد ہوجائے تو مقتدی کی نماز آپ سے آپ فاسد ہوجاتی ہے۔ ارشاد ہے "الامام ضامن" اس لئے امام کو بہتر سے بہتر اوصاف کا حامل ہونا چاہیے وہ صاحب علم ہو، عمدہ قرآن پڑھتا ہو، ورع وتقویٰ کا حامل ہو لیکن اگر کوئی خراب شخص ہی امام بن جائے اور اس کو ہٹانے میں فتنہ وانتشار کا اندیشہ ہو تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایسے شخص کے پیچھے بھی نماز پڑھی جائے۔ "صلوا خلف کل بر و فاجر" گویا امام کا نسبتاً کم بہتر ہونا اُمت کے اختلاف و انتشار اور نزاع و افتراق سے کمتر ہے، اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ امت کی وحدت اور اجتماعیت کو برقرار رکھنا کس قدر اہم اور ضروری ہے۔

فرقہ بازی..... ہماری بدقسمتی

ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ ایک تو ہم چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں بٹے ہوئے ہیں اور باہم دست و گریباں ہیں دوسرے مسلمانوں میں پڑھے لکھے سمجھدار اور باشعور لوگ اس بات کی کوشش بھی نہیں کرتے کہ وہ مسلمانوں کے ایسے اختلاف کو دور کرنے اور انکے درمیان صلح کرانے کی کوشش کریں حالانکہ مسلمانوں کے درمیان صلح کرانا اور ان کی باہمی کدورتوں کو دور کرنے کی سعی کرنا بھی امت کے اجتماعی فرائض میں سے ایک ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک نماز میں جماعت کی کس قدر اہمیت تھی، اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مرض وفات میں بھی جب بالکل مجبور ہوگئے تب ہی آپ ﷺ کی جماعت فوت ہوئی، لیکن قبیلہ عمرو بن عوف کے مسلمانوں کے درمیان صلح کرانے کیلئے آپ ﷺ کو مسجد تشریف آوری میں تاخیر ہوگئی، تاخیر کے باعث حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امام بنایا گیا بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شریک جماعت ہوئے (بخاری عن

سھل بن سعد ساعدیؓ) غرض یہ نہایت اہم اور مبارک کام ہے، جس کی طرف مسلمانوں کے ارباب حل وعقد کوتوجہ دینے کی ضرورت ہے۔

اتحاد کس طرح قائم ہو

اتحاد اس طرح نہیں ہوسکتا کہ کوئی شخص یا کوئی تنظیم سوچنے لگے کہ تمام لوگ اپنے وجود کواس کے وجود میں گم کردیں اور اس کے تابع ہوکر اتحاد قائم کریں، اس کی تنظیم اور جماعت کواپنا مرکز تسلیم کرلیں، ایسا خیال کرنا یقیناً خودفریبی اور خوش فہمی ہی کی بات ہوگی اتحاد کی بنیاد یہی ہوسکتی ہے کہ ہم ایک دوسرے کے وجود کو برداشت کرنا بلکہ ایک دوسرے کے کام اور طریقہ کار کا احترام کرنا سیکھیں، اگر کام کے میدان الگ الگ ہوں تو اپنے اپنے دائرے بنائیں اور دوسرے کے کام کو بھی قدرومنزلت سے دیکھیں اور اگر ایک ہی میدان میں کام کررہے ہیں تو اس میں بھی تقسیم ہوسکتی ہے۔ مثلاً اگر ایک شہر میں دو مسلمان سیاسی جماعتیں ہیں تو کیا یہ ممکن نہیں کہ اس شہر کے حلقہ ہائے انتخاب کو باہم تقسیم کرلیں تاکہ مسلمانوں کا ووٹ بٹنے نہ پائے اور ہمارا اختلاف فرقہ پرست طاقتوں کو فائدہ نہ پہنچائے؟ اس کیلئے اپنی انا کو قربان کرنے، خود پرستی کے خول سے باہر آنے اور جرأت مندی کے ساتھ حقائق کو سمجھنے کی ضرورت پڑے گی، لیکن اگر ہماری سیاسی جماعتیں اس پر تیار ہوجائیں تو یہ نہایت ہی اہم قدم ہوگا۔ اس میں امت کی سرخروئی بھی ہے اور ان جماعتوں کا بقاء بھی۔

ہندوستان کا سیاسی نقشہ اس وقت جس تیزی سے تبدیل ہورہا ہے، وہ کھلی کتاب کی طرح ہمارے سامنے ہے۔ ایسے لوگ جن کا ایک ساتھ بیٹھنا، سال دو سال پہلے ناممکن سمجھا جاتا تھا اور ایسی جماعتیں جن کے اشتراک کا چند ہفتوں پہلے تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا وہ آج ایک دوسرے سے بغل گیر اور سیاست کی بساط پر ایک دوسرے سے ہاتھ ملا کر کھڑے ہوئے ہیں پھر مسلمان جن میں اتحاد کی کتنی ہی بنیادیں موجود ہیں کیا وہ اپنے اختلافات کو بھلا کر ایک ساتھ نہیں بیٹھ سکتے؟ مصیبت اور پریشانی شیر اور بکری اور

سانپ اور نیولے کو بھی ایک جگہ جمع کر دیتی ہے لیکن کیا ہم اس قدر بے حس اور بے شعور اور شخصی مفادات کے حریص اور لالچی ہیں کہ سیلاب بلا اور طوفان بے درماں بھی ہم کو متحد نہیں کر سکتا؟ شاید علامہ اقبال کی روح اسی پر نوحہ کناں ہو اور استفسار کر رہی ہو کہ:

منفعت ایک ہے اس قوم کی ، نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبی، دین بھی ایمان بھی ایک
حرم پاک بھی اللہ بھی، قرآن بھی ایک
کیا بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک
فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں؟
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں؟

(۱۶ اگست ۱۹۹۹ء)

(راہ عمل جلد اول۔ص: ۱۶۷ تا ۱۷۸)

☆……☆……☆

کتاب ''راہ عمل جلد دوم'' میں نفرتوں سے دوری کا تذکرہ

نام کتاب: راہ عمل جلد دوم
تالیف مولانا خالد سیف اللہ رحمانی دامت برکاتہم

اختلاف میں اعتدال

اتحاد و اتفاق...... وقت کی اہم ضرورت

اس وقت نہ صرف ہندوستان بلکہ پوری دنیا میں مسلمان ایک نازک موڑ پر کھڑے ہیں اشتراکی نظام کی تباہی کے بعد پوری دنیا نے اسلام کے خلاف کمر کس لی ہے اور اس مقصد کیلئے مشرق و مغرب کے روایتی حریف و رقیب بھی ایک دوسرے سے

ہاتھ ملا چکے ہیں خود ہمارے ملک میں جن لوگوں کو دریا کے دو کنارے کہا جاتا تھا انہوں نے بھی اسلام اور مسلمانوں کے مقابلہ میں اپنے فاصلے ختم کر لیے ہیں۔ ان حالات کا مقابلہ کرنے کیلئے دو باتیں نہایت ضروری ہیں ۔ ایک اتحاد و اتفاق، دوسرے حکمت وتدبیر۔

اختلاف اتحاد میں رکاوٹ نہیں

اتحاد و اتفاق کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اُمت میں کوئی اختلاف ہی باقی نہ رہے، اختلاف رائے پہلے بھی رہا ہے اور آئندہ بھی رہے گا اور اس کے باقی رہنے ہی میں خیر ہے لیکن اختلاف فکر نہ اتحاد میں مانع ہے، نہ باہمی توقیر واحترام میں۔ اگر ہم نے اس بات کو نہیں سمجھا تو یہ شاید ایسی بدبختی کی بات ہوگی کہ شاید اس کی تلافی ممکن نہ ہو اور تاریخ ہمیں معاف نہ کرے۔ مسلمانوں کے باہمی اختلاف کچھ تو عقائد میں ہیں اور زیادہ تر عملی احکام میں، عقائد میں بعض اختلاف یقیناً گمراہی کے قبیل سے ہیں لیکن جو لوگ اہل سنت والجماعت کی راہ سے منحرف ہوں ان کو بھی کافر کہنے میں سلف صالحین نے بہت احتیاط کا ثبوت دیا ہے۔ چنانچہ حضرت علی کرم اللہ نے خوارج کو باوجود ان کے فساد فکر عمل کے کافر قرار دینے سے اجتناب فرمایا۔ معتزلہ سے دسیوں اعتقادی مسائل میں اختلاف کے باوجود اہل علم نے ان کی تکفیر سے گریز کیا اور قدریہ وجبریہ وغیرہ کا شمار تقدیر کے مسئلہ میں اہل سنت والجماعت سے سخت اختلاف کے باوجود بھی مسلمان فرقوں میں کیا گیا۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ سلف کے اختلاف رائے میں کس قدر اعتدال تھا۔

اسلاف کا اختلاف……لمحہ فکریہ!

خود اہل سنت والجماعت کے درمیان بھی بعض اعتقادی مسائل میں اختلاف رہا ہے اور یہ عہد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ شب معراج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باری تعالیٰ کو دیکھنے

کے قائل تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس سے انکار تھا۔ بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس کے قائل تھے کہ مردہ پر اس کے اہل وعیال کے رونے سے عذاب ہوتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کی تردید کرتی تھیں۔ بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی رائے تھی کہ مردے سنتے ہیں اور جمہور اس کے قائل نہیں تھے۔ یہ اختلاف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بعد بھی صدیوں اہل علم بلکہ عوام کے درمیان بھی زیر بحث رہا۔

اسلاف کے اختلاف کی دوسری مثالیں

بعد کے ادوار میں جب اسلام کے اعتقادی تصورات علم کلام کے نام سے مرتب کئے گئے تو اصولی مسائل میں اتحاد کے باوجود ان عقائد کی تشریح وتوضیح اور تعبیر وتفہیم میں خاصا اختلاف پیدا ہوا اور اشعری، ماتریدی اور حنبلی دبستان فکر ابھرے لیکن اس اختلاف نے کبھی جھگڑے اور نزاع کی صورت اختیار نہیں کی لوگ ایک دوسرے سے علمی استفادہ کرتے ان کی اقتداء میں نماز ادا کرتے۔ ان کے علم وفضل، ورع اور تقویٰ کا برملا اعتراف کرتے۔ علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح کے مسائل کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ سلف اس بات پر متفق تھے کہ اس کی وجہ سے کسی کو کافر قرار نہیں دیا جاسکتا۔ ''اتفقوا علی عدم التکفیر بذالک'' (مجموع الفتاویٰ: ۱۲/۴۹۵)

اختلاف رائے منشاء ربانی ہے

(1) دوسری قسم کا اختلاف وہ ہے جو فقہی مسائل میں پیدا ہوا ہے، یہ اختلاف عہد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ہے اور جو اختلاف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دور میں رہا ہے اس کے باقی رہنے میں خیر ہی ہے نہ کہ شر، غور کیا جائے تو اس اختلاف کو باقی رکھنا خود اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منشاء ہے اور یہ بات ادنیٰ غور وتامل سے معلوم ہوسکتی ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے وضو میں سر کا مسح کرنے کا حکم ان الفاظ میں دیا ہے ''وامسحوا برؤسکم'' یہاں لفظ ''ب'' استعمال

کیا گیا ہے۔ ''ب'' کے معنی عربی زبان میں ''بعض'' یعنی کچھ حصہ کے بھی ہوتے ہیں اور ''ب'' زائد بھی ہوتی ہے، پہلی صورت میں معنی ہوگا سر کے بعض حصہ کا مسح کرلو اور دوسری صورت میں معنی ہوگا کہ پورے سر کا مسح کرو۔ چنانچہ بعض فقہاء پورے سر کے مسح کو ضروری قرار دیتے ہیں، اور دوسری رائے کے مطابق سر کے کچھ حصہ کا مسح کافی ہوگا۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ''ب'' کے یہ دونوں معنی پہلے سے موجود ہیں۔ اگر اللہ چاہتا تو بعض کا لفظ استعمال فرماتا اور متعین ہوجاتا کہ پورے سر کا مسح ضروری نہیں، یا ''کل'' کا لفظ ارشاد فرماتے اور یہ بات پوری طرح بے غبار ہوجاتی کہ پورے سر کا مسح کرنا فرض ہے لیکن خدائے علیم وخبیر نے اس صراحت کے بجائے اپنی کتاب میں ایک ایسا لفظ ذکر فرمایا جس میں دو معنوں کا احتمال ہے اس سے ظاہر ہے کہ ایسے مسائل میں اختلاف رائے کا باقی رہنا خود منشاء ربانی ہے۔

(2) اسی طرح قرآن مجید میں عورت کی عدت کیلئے تین ''قروء'' گزارنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ''قروء'' کے معنی حیض کے بھی ہیں اور زمانہ پاکی کے بھی، اسی لئے بعض فقہاء نے تین حیض مدت قرار دی ہے اور بعض نے تین پاکی۔ ظاہر ہے کہ ''قروء'' کے دونوں معانی اللہ تعالیٰ کے علم محکم میں پہلے سے تھے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی یہ منشا ہوتی کہ احکام شریعہ میں کوئی اختلاف رائے نہ ہوتو قرآن میں بجائے ''قروء'' کے صریحاً حیض یا طہر کا لفظ استعمال کیا جاتا۔ یہی صورتحال احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی ہے۔

(3) مثلاً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حالت اغلاق کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ اغلاق کے معنی جنون و پاگل پن کے بھی ہیں اور اکراہ ومجبوری کے بھی، چنانچہ اپنے اپنے فہم کے مطابق بعضوں نے ایک معنی کو ترجیح دی ہے اور بعض نے دوسرے معنی کو۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افصح العرب یعنی عرب کے سب سے زیادہ فصیح شخص تھے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہتے تو ایسی واضح تعبیر اختیار فرماتے کہ ایک ہی معنی متعین ہوجاتا، دوسرے معنی کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

(4) ایک ہی واقعہ میں مختلف مواقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مختلف عمل ثابت ہے جیسے نماز ہی کو لے لیجئے کہ تکبیر تحریمہ میں کبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کانوں تک ہاتھ اٹھایا، کبھی مونڈھوں تک اور کبھی ان دونوں کے درمیان، دونوں ہاتھ کبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابتداء نماز ہی میں اٹھائے ہیں، کبھی رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد بھی، کبھی کبھی دو سجدوں کے درمیان اور دوسرے مواقع پر بھی، ہاتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی ناف کے نیچے باندھے ہیں اور کبھی ناف سے اوپر، آمین کبھی آہستہ کہی ہے اور کبھی زور سے، قعدہ میں کبھی پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھے ہیں اور کبھی کولہوں پر، عیدین میں کبھی چھ تکبیرات زوائد کہی ہیں کبھی اس سے زیادہ، یہ خدانخواستہ تناقض اور تضاد نہیں بلکہ اس کا مقصد توسع اور فراخی ہے۔

(5) یہ اختلاف رائے چنداں برا نہیں، اسی لئے علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ نے اپنی شہرہ آفاق تالیف ''المغنی'' کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ فقہاء کا اتفاق حجت ہے قاطعہ ہے اور اختلاف رحمت واسعہ ''اتفاقهم حجة قاطعة اختلافهم رحمه واسعة'' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پوتے مشہور فقیہ قاسم بن محمد رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اختلاف سے فائدہ پہنچایا ہے کہ انسان ان میں سے کسی کی رائے پر عمل کرلے تو اسے خیال ہوگا کہ اس میں گنجائش ہے اور اس سے بہتر شخص نے اس پر عمل کیا ہے۔ (جامع بیان العلم: لابن عبداللہ: ۲/۸۰)

(6) طلحہ بن مصرف رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں منقول ہے کہ جب ان کے سامنے فقہاء کے اختلاف کا ذکر کیا جاتا ہے تو فرماتے اسے اختلاف کا نام نہ دو بلکہ اسے فراخی اور گنجائش کہو'' لاتفولوا الاختلاف ولکن قولوا السعة'' (حلیۃ العلماء: ۵/۱۱۹) علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ ایک صاحب نے فقہاء کے اختلاف کے بابت ایک کتاب تالیف کی تو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس کو'' کتاب اختلاف'' کا نام نہ دو بلکہ اسے وسعت و فراخی کی کتاب کہو۔ ''لاتسمه

کتاب الاختلاف، ولکن سمه کتاب السعة” (الجموع الفتاویٰ:۷۹/۳۰)

یہی وجہ ہے کہ فقہاء کے درمیان یہ اختلاف کبھی باہمی توقیر واحترام اوران کے مرتبہ ومقام کے اقرار واعتراف میں مانع نہ ہوتا تھا۔ امام اوزاعی رحمہ اللہ شام کے مشہور فقیہ ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں انہیں بعض غلط فہمیاں تھیں چنانچہ اس سلسلہ میں امام صاحب کے شاگرد امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے کچھ دریافت کیا۔ ابن مبارک رحمہ اللہ نے حکمت سے کام لیتے ہوئے خاموشی اختیار کی اور اگلے روز امام صاحب سے سنے ہوئے کچھ مسائل کو تحریر کر کے ثابت بن نعمان جو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اصل نام تھا اور جس سے عام طور پر لوگ واقف نہیں تھے تحریر فرما کر امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کو پیش کی۔ امام اوزاعی رحمہ اللہ پڑھ کر بہت متاثر ہوئے اور ابن مبارک رحمہ اللہ سے ان مضامین کی بہت تعریف کی۔ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ یہی اصل میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں پھر جب حج کے موقع پر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ دونوں بزرگوں کی ملاقات ہوئی اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بالمشافہ ملاقات ہوئی تو امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے برملا اعتراف فرمایا کہ مجھے اس شخص پر ان کی کثرت علم اور دفور عقل کی وجہ سے رشک آیا میں اللہ سے مغفرت کا طلبگار ہوں۔ میں ان کے بارے میں نہایت واضح غلط فہمی میں مبتلا تھا مجھے ان کے بارے میں جو کچھ بات پہنچی ہے یہ تو اس کے بالکل برخلاف ہیں اور ابن مبارک رحمہ اللہ کو ہدایت فرمائی کہ ان کا ساتھ نہ چھوڑو۔ (مناقب ابی حنیفہ:۴۵)

ان نکون اخوانا وان لم نتفق فی مسئلة

اس سلسلہ میں امام مالک اور امام لیث رحمہما اللہ کی باہمی مراسلت اختلاف رائے کے باوجود ایک دوسرے کی رعایت کے بارے میں خاص کر اس دور کے اہل علم کیلئے پڑھنے کی چیز ہے۔ جس سے غور وفکر کا ایک نیا منہج سامنے آتا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ

علیہ کے ایک شاگرد یونس بن عبدالاعلیٰ صدفی ہیں، ان کا ایک بار اپنے استاد امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مسئلہ میں بھی مباحثہ ہوگیا اور دونوں کسی ایک رائے پر متفق نہ ہوسکے۔ پھر جب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی ان سے ملاقات ہوئی تو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہاتھ تھاما اور فرمایا کہ کیا یہ بہتر نہیں کہ گو ایک مسئلہ میں بھی ہمارا اتفاق نہ ہو لیکن پھر بھی ہم بھائی بھائی بن کر رہیں ”الا یستقیم ان نکون اخوانا و ان لم نتفق فی مسئلة“ (سیر اعلام النبلا ١٠٠/١٦) یہ تھا ہمارے سلف صالحین کا طرز اختلاف۔

شدید اختلاف کے باوجود اہانت سے احتراز

یوں تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور بعد کے ادوار میں سینکڑوں فقہاء مقام اجتہاد پر فائز تھے لیکن ان میں سے ائمہ اربعہ کو ایسے شاگرد ملے کہ انہوں نے اپنے تمام اساتذہ کی آراء کو جمع کردیا، ان ائمہ اربعہ کی فقہ، کتاب وسنت کا نچوڑ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے فتاویٰ کا خلاصہ ہے، اس نے قرآن وحدیث کے دائرہ میں آنے والے تمام مفاہیم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام سنتوں کو نہایت ہی خوب صورتی کے ساتھ جمع کرلیا ہے۔ چنانچہ کم سے کم گیارہ سو سال سے اُمت ان مکاتب فقہ پر متفق ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے مطابق یہ اُمت کبھی غلط بات پر اکٹھی نہیں ہوسکتی اور ان کو دین کا شارح مان کر ان کی تشریحات کو قبول کیا گیا ہے، نہ یہ کہ ان کو شارح کا درجہ دیا گیا ہے۔ چونکہ یہ دور فتنہ اور خواہش نفس کی اتباع کا ہے اس لئے اہل علم نے ان میں سے کسی ایک فقیہ کی تشریحات کو مشعل راہ بنانے کا حکم ضرور دیا ہے لیکن کبھی کسی نے حق وصواب کو ان میں محدود ومحصور نہیں سمجھا اسی لئے خود احناف نے کئی مسائل میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی آراء اور شوافع نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی آراء کے خلاف فتاویٰ دیئے ہیں اور ان مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والوں کے درمیان کبھی کوئی نزاع، جنگ وجدال اور ایک دوسرے کی مذمت واہانت کی نوبت نہیں آئی۔ اس ایک ہزار سال سے زیادہ

عرصہ میں مختلف قومیں دامن اسلام میں آئیں لیکن ان کو کبھی یہ فیصلہ کرنے میں دقت پیش نہیں آتی کہ وہ کس فقہ پر عمل کریں گے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ اُمت میں دین کے مزاج و مذاق کے بارے میں صحیح فہم تھا وہ جانتے تھے کہ یہ دین کے اصول و بنیاد اور اساس نہیں ہے بلکہ ایسے مسائل ہیں جن میں ایک سے زیادہ رائے کی گنجائش ہے۔ ان میں ایک رائے پر اصرار اور دوسری رائے کے بارے میں عناد کا رویہ رکھنا صحیح نہیں۔ اس لئے انہوں نے اس اختلاف کو کبھی اہمیت نہیں دی، علماء کا تو کیا ذکر سربراہان مملکت جن کا اصل میدان سیاست ہے نہ کہ علم و تحقیق ان کا ذہن بھی اس بارے میں واضح تھا۔ علامہ ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلہ میں مامون الرشید کا ایک دلچسپ واقعہ نقل کیا ہے۔ مامون کے زمانہ میں ایک شخص عیسائیت کی طرف مرتد ہوگیا مامون نے اس پر سزا جاری کرنے سے پہلے اس کو مطمئن کرنے کی غرض سے دریافت کیا کہ تمہارے مرتد ہونے کا کیا باعث ہوا؟ اس نے کہا کہ تم لوگوں کا اختلاف۔ مامون نے کہا کہ ہمارے اختلاف دو طرح کے ہیں ایک تو جیسے اذان کے کلمات، جنازہ کی تکبیرات اور تشہد وغیرہ کے بارے میں تو یہ اختلاف نہیں بلکہ تنگی کی بجائے توسع اور تخفیف ہے اسی لئے جو اذان و اقامت کے دوہرے کلمات کہتا ہے وہ اس شخص کو غلط قرار نہیں دیتا جو اقامت کے اکہرے کلمات کہتا ہے۔ ان فقہی اختلافات کی وجہ سے نہ ہم ایک دوسرے کو حقیر سمجھتے ہیں اور نہ برا بھلا کہتے ہیں "لا یتعایرون بذالک و لا یتعاتبون" دوسرا اختلاف وہ ہے جو کسی آیت یا حدیث کی تشریح میں ہوتا ہے اگر تم کو اس سے وحشت ہے تو تورات و انجیل کی تشریح میں بھی علماء یہود و نصاریٰ متفق نہیں ہیں کیونکہ جب کوئی بات تفصیل طلب ہوگی تو اس کی تشریح میں یقیناً اختلاف کا امکان ہوگا۔ اگر اللہ کو یہ بات منظور ہوتی کہ ان کے درمیان کوئی اختلاف ہی نہ ہو تو اللہ نے اپنی کتاب میں کوئی ایسی بات نازل نہ کی ہوتی جو تفسیر و تشریح کی محتاج ہو، مامون کی اس بات نے اس شخص کے

ذہن کی گتھی کھول دی اور وہ فوراً ارتداد سے تائب ہوگیا۔

(عیون الاخبار: ۱۵۴/۲ ، الردعلی الملحدین)

غرض کہ کچھ مسائل میں اختلاف رائے عہد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ہے۔ یہ اختلاف اُمت کیلئے رحمت ہے اور یہ اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی منشاء کے عین مطابق ہے اس اختلاف کو مذموم سمجھنا سلف کے طریقہ کے بھی خلاف ہے اور عقل سلیم کے بھی مغائر، ضرورت اس بات کی ہے کہ ان اختلافات کے معاملہ میں انسان کا قلب وسیع ہو، تمام سلف صالحین کے بارے میں اس کی زبان محفوظ اور اس کا قلم محتاط ہو، وہ صلحاء امت کے اختلاف کے بارے میں حسن ظن رکھے اور اختلاف رائے کو برداشت کرے، یہ وہ مسائل نہیں ہیں جن کی امت پر تبلیغ کی جائے اور اس کو اپنی دعوت کا موضوع بنایا جائے، اسی طرح اعتقادی احکام کی تشریح میں اہل سنت والجماعت کے درمیان جو معمولی سا اختلاف ہے اور اکثر یہ اختلاف محض تعبیر کا ہوتا ہے ان میں غلو اور ان کی بنیاد پر دوسروں کو گمراہ قرار دینا نہایت ہی مذموم اور ناشائستہ بات ہے۔

جیسا کہ ایک زمانہ میں مغرب کی استعماری طاقتوں نے ان غیر اہم مسائل کو مسلمانوں میں اختلاف بھڑکانے اور ان کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کا ذریعہ بنایا تھا اسی طرح اس وقت بھی اسلام کے مخالفین اس قسم کے مسائل میں امت کو الجھانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ جس قدر مسلمانوں کا شیرازہ منتشر ہوگا ان کی راہ آسان ہوگی، وقت کی لکیر کو نہ پڑھنا اور غیر اہم باتوں میں اپنے آپ کو الجھا کر رکھنا کسی قوم کے انحطاط کی علامت ہوتی ہے ہمیں تاریخ کا وہ واقعہ یاد رکھنا چاہیے کہ جب مسلمان فوجوں نے صلیبیوں کو شکست دی تھی تو عیسائیوں کے درمیان اس موضوع پر مناظرہ کا بازار گرم تھا کہ زمین افضل ہے یا آسمان؟ کہیں ہم اس تاریخ کو دوہرا تو نہیں رہے ہیں؟ (۱۸ مئی ۲۰۰۱)

اختلاف کا طریقہ

نام رسالہ: راہ عمل جلد دوم: ۳۰ تا ۴۰

اختلاف کے باوجود ادب واحترام

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ امت کے دو بڑے فقیہ اور صاحب علم اور صاحب فضل بزرگ گزرے ہیں۔ آج پوری دنیا کے مسلمانوں میں سب سے زیادہ تعداد امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کرنے والوں کی ہے، اس کے بعد فقہ شافعی ہی کے مقلدین کا نمبر ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو ہزاروں مسائل میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے سے اختلاف تھا لیکن فرماتے ہیں کہ تمام لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی عیال ہیں ''الناس عیال فی الفقه علی ابی حنیفة رحمۃ اللہ علیہ'' یہی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ایک بار بغداد آئے، بغداو میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس کے قائل نہیں، البتہ ایسے خصوصی مواقع پر قنوت نازلہ کی اجازت دیتے ہیں جب مسلمانوں پر کوئی آفت آئی ہو۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے آج نماز فجر میں قنوت نازلہ نہیں پڑھی، لوگوں کو تحیر ہوا، عرض کیا گیا: آج آپ نے دعا قنوت نہیں پڑھی؟ فرمایا کہ مجھے اس صاحب قبر سے حیا آتی ہے کہ میں ان کے شہر میں بھی ان کی مخالفت کروں، اختلاف کے باوجود اعتراف واحترام کی یہ ایک مثال ہے اور ایسی بہت سی مثالیں مسلمانوں کی تاریخ میں موجود ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اتحاد واتفاق کی ضرورت سے کسے انکار ہوگا؟ شاید ہی کسی ایسے شخص کو اس سے اختلاف ہوگا، جو فتور عقل سے محفوظ ہو، کیا عالم، کیا جاہل، کیا مسلمان کیا غیر مسلم، اس لئے دن رات اتحاد واتفاق کی اہمیت پر تقریریں بھی ہوتی ہیں۔ مضامین بھی لکھے جاتے ہیں، بلکہ بڑی بڑی کانفرنسیں خاص اسی مقصد کیلئے منعقد کی جاتی ہیں اب تو اس کیلئے جلوس اور ریلیاں بھی نکالی جاتی ہیں اور مشاعروں اور

سیمیناروں کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے یہ بھی بتانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ کس طرح اتحاد و یکجہتی کو قائم رکھا جائے؟

اختلاف اک فطری چیز ہے

لیکن اس میں بھی شبہ نہیں کہ انسانی سماج میں اختلاف کا واقع ہونا بھی ایک ایسی ناگزیر بات ہے جس سے مفر نہیں۔ اگر سونے چاندی یا مٹی اور پتھر کی مورتیاں بنا دی جائیں ان کو ایک جگہ بٹھا دیا جائے تو یقیناً اختلاف نہ ہوگا نہ کوئی اپنی جگہ سے آگے بڑھے گی، نہ پیچھے ہٹے گی، نہ ایک دوسرے کے خلاف اظہار خیال کرے گی لیکن چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے، جیتے جاگتے انسان کو اس طرح متفق اور مہر بلب رکھنا ممکن نہیں، خدا نے بھی جو عقل ودیعت فرمائی ہے، وہ سوچ اور غور و فکر کے بغیر رہ نہیں سکتی، یہی اس کی غذا ہے اور جیسے اللہ نے ناک، کان، رنگ و روپ اور چال ڈھال میں ایک آدمی کو دوسرے آدمی سے مختلف بنایا ہے۔ اسی طرح ان کی عقل و فہم کی صلاحیت بھی مختلف ہے اور الگ الگ سمتوں کو لے جاتی ہے، اس لئے ان کے درمیان اختلاف فطری بھی ہے اور ضروری بھی، یہی اختلاف ہے جو انسان میں جذبہ مسابقت پیدا کرتا ہے، اپنی رائے کی خامیوں کو سمجھنے کا موقع فراہم کرتا ہے اور خوب سے خوب تر کی جستجو میں انسان کو رواں دواں رکھتا ہے۔

تعالوا الی کلمۃٍ سواءٍ بیننا وبینکم

اس لئے جیسے ”اتحاد“ سیکھنے کی ضرورت ہے، اسی طرح ”اختلاف“ بھی سیکھنے کی ضرورت ہے کہ اگر کسی شخص سے اختلاف ہو جائے تو آپ کا کیا رویہ ہونا چاہیے اور اختلاف کا اظہار کس طرح کرنا چاہیے؟ اور جہاں تک ممکن ہو اختلاف سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے بعض لوگوں کا مزاج بن جاتا ہے کہ جب بھی کوئی ایسی مجلس ہو جہاں مختلف نقطہ نظر کے حامل موجود ہوں، وہاں ایسی ہی بات سے آغاز کرتے ہیں جو اختلافی ہو، طنز و تعریض کی زبان استعمال کرتے ہیں اور تمسخر و استہزا کر کے اپنے

مخالفین کو بے آبرو کرنا بڑا فن خیال کرتے ہیں، یہ محض جہالت کی بات ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو یہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخاطب یہود تھے، یہود مسلمانوں کے بدترین دشمن تھے اور کوئی موقع مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کا ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے لیکن قرآن مجید نے ان سے بھی کہا کہ ایک ایسی بات پر آجاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان قدرِ مشترک ہے۔ یعنی توحید ”**تعالوا الی کلمۃ سواءٍ بیننا وبینکم**“ (آل عمران: ۶۴) اس لئے مشترکہ مجلسوں میں اس سے خوب احتراز کرنا چاہیے۔

دوسرے: ہر انسان میں خامیوں کے ساتھ کچھ خوبیاں بھی ہوتی ہیں خدا کی کوئی مخلوق ایسی ناقص نہیں ہوسکتی کہ اس میں خیر اور بھلائی کا کوئی پہلو ہی نہ ہو، ان خوبیوں کا پوری کشادہ قلبی اور فراخ دلی کے ساتھ اعتراف کرنا چاہیے یہی اس کے ساتھ انصاف ہے۔ اس کی خامیوں کو یاد رکھنا اور اس کی خوبیوں کو حرف غلط کی طرح مٹا دینے کی کوشش کرنا بھی ناانصافی ہے۔ قرآن مجید نے اسی لئے ہدایت دی ہے کہ ”کسی قوم کی برائی اسکے ساتھ انصاف کا رویہ اختیار کرنے میں حارج نہ ہوجائے“۔ ”**لایجدمنکم شنان فوم علی ان تعدلوا**“ زمانہ جاہلیت کا ایک شاعر ”امیہ بن صلت“ تھا، کافر تھا اور کفر ہی پر اس کی موت ہوئی اس کے بعض اشعار بڑے اچھے تھے اور حقائق پر مبنی تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے اشعار کے محاسن کا برملا اعتراف فرماتے تھے۔

اختلاف برداشت کرنے کی قوت

تیسری: اہم بات یہ ہے کہ اختلاف برداشت کرنے کی قوت ہونی چاہیے، فرد ہو یا ادارہ، جماعت ہو یا تنظیم، آج کل مسلمانوں میں مشورہ سے عمل کرنے کا فقدان ہوتا جارہا ہے کیونکہ مشورہ میں اس شخص کی رائے سے اختلاف بھی ہوسکتا ہے، اس کی رائے کے خلاف بھی فیصلہ ہوسکتا ہے، اس کا محاسبہ بھی ہوسکتا ہے لیکن اختلاف و احتساب کو برداشت کرنے کی قوت ہی نہیں رہی۔ بعض لوگ ایسا اس لئے کرتے ہیں

کہ ان کی بداعمالی پر پردہ پڑا رہے اور بعض لوگ اس کو وقار کا مسئلہ سمجھتے ہیں، یوں تو اخلاص کا تعلق دل سے ہے لیکن اپنے آپ کو "احتساب کیلئے تیار رکھنا" اخلاق کو جانچنے کی کسوٹی ہے جس کا کام خدا کیلئے ہو، اس کو یہ فکر نہ ہوگی کہ اس کی رائے چلے اور نہ اسے اپنے احتساب سے خوف ہوگا، بلکہ وہ اسے پسند کرے گا کہ دنیا میں ہی حساب ہو جائے اور آخرت میں اس کا حساب آسان ہو۔

ہر اختلاف کے ساتھ کینہ وعناد

چوتھے: اختلاف میں بھی صلح ومحبت کا انداز ہونا چاہیے نہ کہ اہانت کا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی کی کوتاہی پر تنبیہ کرنا ہوتی تو اس میں محبت کا رنگ کارفرما ہوتا۔ اگر کسی کی انفرادی کوتاہی پر ٹوکنا ہوتا تو تنہائی میں بلا کر کہتے، اگر مختلف لوگ ایک غلطی میں مبتلا ہوتے، تو کسی کا نام لئے بغیر متوجہ فرماتے تاکہ کسی کی اہانت نہ ہو لیکن ہمارا حال یہ ہے کہ کسی سے اختلاف ہو تو اس کی ایک ایک کمزوری کو تلاش کرتے ہیں اور پھر اپنی طرف سے اس میں اضافہ کرتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ وہ اس قدر بدنام ہو جائے کہ کہیں منہ دکھانے کے لائق باقی نہ رہے۔

بدقسمتی سے آج اختلاف مسلمانوں کی پہچان ہو گئی ہے، کوئی تنظیم ہو، ادارہ ہو، جماعت ہو، تحریک ہو، مسجد ہو، مدرسہ ہو، گھر ہو کہ سماج کا ماحول ہو، ہر جگہ دل ٹوٹے ہوئے اور کینہ وکدورت سے بسے ہوئے، کیونکہ جو لوگ کسی ذمہ داری پر فائز ہیں ان میں اختلاف برداشت کرنے کی صلاحیت نہیں اور جو لوگ اس کے ماتحت ہیں، ان میں اختلاف کا سلیقہ نہیں، اختلاف کا یہ انداز قدم قدم پر قوم کی ترقی میں رکاوٹ ہے۔ کاش ہم اختلاف کے ساتھ اختلاف کا طریقہ سیکھیں اور ایک ایسے وقت میں جبکہ ہر چہار سمت سے عداوت وحسد کے تیر اس امت پر گر رہے ہیں، ہم اپنے ہاتھوں اپنی بے آبروئی کا سروسامان نہ کریں۔ (۲۸ اپریل ۲۰۰۰ء)

(بحوالہ: راہ عمل جلد دوم: ۳۰ تا ۴۰)

کتاب ''فیضان دیوبند'' میں باہمی محبت کا پیغام

نام کتاب: ۔ فیضان دیوبند
تقدیم: شیخ الحدیث والتفسیر
مولانا مفتی محمد زردلی خان صاحب برکاتہم العالیہ
تالیف: ترجمان اہلسنت دکیل دیوبندیت علامہ احمد سعید قادری
الجامعۃ العربیۃ احسن العلوم، گلشن اقبال کراچی

حصول کیلئے ہر مکتبہ فکر کی آمد

حضرت مولانا سعید احمد قادری صاحب، خطیب جامع مسجد فاروقی حنفی، محلہ سید پاک صدیق اکبر ٹاؤن دھلے گوجرانوالہ اپنی کتاب فیضان دیوبند میں علمائے دیوبند رحمہم اللہ کی فراخ دلی کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اللہ تعالٰی نے اپنے فضل و کرم سے علماء اہلسنت دیوبند کو یہ اعزاز بخشا ہے کہ ہر قسم کے مکتبہ فکر کے لوگوں نے یہاں آ کر اپنی علمی پیاس کو بجھایا ہے جن کا اجمالی طور پر آگے چل کر ذکر کریں گے''۔

ناچیز سعید احمد قادری عفی عنہ، خطیب جامع مسجد فاروقی حنفی، محلہ سید پاک صدیق اکبر ٹاؤن دھلے گوجرانوالہ ۲۰ فروری ۱۹۸۶ء۔ (بحوالہ: فیضان دیوبند۔ ص:55)

OOO

ہر مکتبہ فکر میں دیوبند حضرات کا فیض

حجۃ الاسلام قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ہی کا دینی کارنامہ ہے جو حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے استاد محترم امام محدثین حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے لائق و فائق اور بڑے ذہین و فطین

شاگرد کے سپرد کیا تھا جو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور احسان سے اور حسن خوبی کے ساتھ مکمل ہوا اور تقریباً ہر بریلوی اور اہل حدیث حضرات رحمہم اللہ کے مدرسہ میں اس حاشیہ کی بخاری شریف پڑھائی جارہی ہے اور ان دونوں مکاتب فکر میں کوئی بھی شخص اس کو پڑھے بغیر عالم نہیں بن سکتا۔ تو یہ ہر بریلوی اور اہل حدیث حضرات (رحمہم اللہ) کی رواداری ہی کی بہترین مثال ہے جس سے کوئی بھی شخص انکار نہیں کرسکتا۔

(ملخصاً کتاب فیضان دیوبند)

ooo

آستانہ عالیہ اجمیر شریف کا فتویٰ

آستانہ عالیہ چشتیہ اجمیر شریف کے شیخ الحدیث ومفتی حضرت مولانا معین الدین اجمیری رحمہ اللہ صدر المدرسین مدرسہ معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف ہند وناظم انجمن جمعیت انوار خواجہ اجمیر شریف واستاذ محترم حضرت مولانا خواجہ پیر محمد قمر الدین سیالوی آستانہ عالیہ سیال شریف کا علمائے اہلسنت دیوبند کے بارے میں بھی فتویٰ پڑھ لیجئے۔

آستانہ عالیہ چشتیہ اجمیر شریف کے شیخ الحدیث ومفتی حضرت مولانا معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ صدر المدرسین مدرسہ معینیہ عثمانیہ آستانہ عالیہ چشتیہ اجمیر شریف نے علمائے اہلسنت دیوبند کے حق میں مندرجہ ذیل فتویٰ جاری کیا۔ ملاحظہ فرمائیں:

جواب استفتاء نمبر (۵۲)

از جانب مولانا معین الدین صاحب مدظلہ، شہر اجمیر شریف

الجواب

۱) یہ (دیوبندی) حضرات مسلمان اور مسلمانوں کے پیشوا ہیں۔

۲) علم کلام اور سلف صالحین کی کتابوں میں وہابی کی کوئی تعریف مذکور نہیں اور نہ اس کا کوئی ذکر ہے اس زمانے میں تو وہابی اس کو کہتے ہیں جو شریعت کا پابند متبع سنت حق گو شرک وبدعت سے پرہیز کرنے والا ہو اور جو ایسے شخص کو ملامت کرنا اپنا فخر سمجھتے ہیں

یہ ایک لغو اور مہمل حرکت ہے ہاں ایسے لوگ جو خواہ مخواہ تشدد کرتے ہوں دوسروں کو کافر کہتے ہوں (جیسے محمد بن عبدالوہاب نجدی کے پیرو) یہ قابل ملامت ہیں۔

۳) سنی وہ ہیں جو ما انا علیہ واصحابی کے ماتحت چلتے ہیں اور حنفی وہ ہیں جو حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ (امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ) کے مقلد ہوں۔ بدعت کی تعریف خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمائی ہے۔ مالیس فی امرنا فھو رد (جو ہمارے طریقہ سے خارج ہے وہ قابل رد ہے) کسی چیز کو اپنی حد سے گھٹانا بڑھانا جیسے مستحب کو واجب سمجھنا یا واجب کو مستحب سمجھنا اسی طرح دین میں کسی نئی بات کا پیدا کرنا۔ یہ سب مالیس فی امرنا فھو رد کے تحت میں داخل ہیں اور یہ سب بدعت ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ کتبہ العبد المسکین۔

نمبر ۱۴۰

معین الدین اجمیری کان اللہ لہ مہر ۱۳۲۵ھ

ولک کذالک وانا موثق لذاک الجواب صحیح فقیر معین الدین

نمبر ۱۴۱ نمبر ۱۴۲

فقیر منتخب الحق عفی عنہ عبدالغفور غفرلہ

نوٹ: ۔ جناب مولانا مولانا معین الدین صاحب اجمیری رحمۃ اللہ علیہ حضرت سلطان اولیاء، تاج الاصفیا خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمنام سرزمین پاک اجمیر شریف کے رہنے والے اور جناب مولانا حکیم برکات احمد صاحب ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ کے خاص شاگرد رشید ہیں۔

(بحوالہ: فیضان دیوبند۔ص:236۔237)

علمائے دیوبند کے ساتھ قلبی محبت کی دوسری جھلک

علمائے اہلسنت دیوبند کے ساتھ گہرے روابط کی ایک اور جھلک:

آستانہ عالیہ چشتیہ اجمیر شریف کے شیخ الحدیث ومفتی حضرت مولانا معین الدین

www.urduafkari.org

اجمیری رحمۃ اللہ علیہ صدر المدرسین مدرسہ معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف ہند کے علمائے اہلسنت دیوبند کے ساتھ گہرے روابط اور قلبی محبت کی ایک اور جھلک بھی دیکھئے۔ (اور شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا ان کے ساتھ محبت واکرام سے پیش آنا بھی جانئے!)

”مدرسہ معینیہ اجمیر شریف کے معروف عالم حضرت مولانا معین الدین صاحب معقولات کے مسلم عالم تھے انہوں نے شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن قدس سرہ کی شہرت سن رکھی تھی ملاقات کا اشتیاق پیدا ہوا تو ایک مرتبہ دیوبند تشریف لائے اور حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے مکان پر پہنچ گئے گرمی کا موسم تھا وہاں ایک صاحب سے ملاقات ہوئی جو صرف بنیان تہ بند پہنے ہوئے تھے۔ مولانا معین الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے اپنا تعارف کرایا اور کہا کہ مجھے حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملنا ہے وہ صاحب بڑے تپاک سے مولانا اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کو اندر لے گئے آرام سے بٹھایا اور کہا کہ ابھی ملاقات ہوجاتی ہے۔ مولانا اجمیری رحمۃ اللہ علیہ منتظر رہے اتنے میں وہ شربت لے آئے اور مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو پلایا اس کے بعد مولانا اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اطلاع دے دیجئے۔ ان صاحب نے فرمایا آپ بے فکر رہیں اور آرام سے تشریف رکھیں۔

تھوڑی دیر بعد وہ صاحب کھانا لے آئے اور کھانے پر اصرار کیا مولانا اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے آیا ہوں آپ انہیں اطلاع کردیجئے۔ ان صاحب نے فرمایا انہیں اطلاع ہوگئی ہے آپ کھانا تناول فرمائیں ابھی ملاقات ہوجاتی ہے۔ مولانا اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے کھانا کھالیا تو ان صاحب نے انہیں پنکھا جھلنا شروع کردیا۔ جب دیر گزر گئی تو مولانا اجمیری رحمۃ اللہ علیہ برہم ہوگئے اور فرمایا کہ آپ میرا وقت ضائع کررہے ہیں، میں مولانا سے ملنے آیا ہوں۔ اور اتنی دیر ہوچکی ہے ابھی تک آپ نے ان سے ملاقات نہیں کرائی۔

اس پر وہ صاحب بولے کہ دراصل بات یہ ہے کہ یہاں مولانا تو کوئی نہیں البتہ محمود خاکسار ہی کا نام ہے۔ مولانا معین الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ سن کر ہکے بکے رہ گئے اور پتہ چل گیا کہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کیا چیز ہیں۔

(منقول از ماہنامہ الرشید لاہور کا دارالعلوم دیوبند نمبر 365-364 جلد نمبر 4، شمارہ نمبر 2۔3 صفر المظفر، ربیع الاول فروری مارچ 1976ء۔)

ooo

خواجہ سیالوی رحمہ اللہ کی آمد پر دارالعلوم دیوبند میں چھٹی کا اعلان

آستانہ عالیہ سیال شریف ضلع سرگودھا کے سابق سجادہ نشین حضرت پیر خواجہ محمد ضیاء الدین صاحب کا ذکر بھی پڑھ لیجئے۔

دوقومی نظریہ کی بناء پر تقسیم ملک کی تحریک جوں جوں زور پکڑ رہی تھی، فرقہ وارانہ اختلافات کو برابر ہوا دیتے رہنا انگریزی پالیسی تھی۔ ورنہ قیام پاکستان سے پچیس تیس سال پہلے کی ملکی فضاء کو دیکھیں تو آپ کو یہ باہمی خلفشار نہیں ملے گی۔

عثمانی سلطنت کے متزلزل اقتدار کو بچانے کیلئے برصغیر میں جب تحریک خلافت زوروں پر تھی ہر محب اسلام نے بڑھ چڑھ کر اسلامی خلافت کے دفاع کیلئے کام کیا۔ اس زمانے میں حضرت ثالث خواجہ ضیاء الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے جس طرح مجاہدانہ خدمت اسلام کی ہے، پنجاب کے مشائخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ آپ پورے ہند میں تبلیغی دورے کر کے مسلمان عوام کو انگریز کے خلاف خلافت عثمانی کے حق میں ایک مرکز پر جمع کرنے میں کوشاں تھے۔

چنانچہ اسی سلسلہ میں آپ دارالعلوم دیوبند میں بھی تشریف لے گئے۔ پیر انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کاشمیری اس وقت شیخ الحدیث تھے، حضرت سیالوی کی آمد پر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے گھنٹی بجوا کر طلباء میں چھٹی کا اعلان کیا تا کہ استقبال میں وہ بھی شریک ہوسکیں۔

حضرت کو بیٹھنے کیلئے شاہ صاحب نے اپنی مسند پیش کی۔ حضرت احتراماً اس پر نہ بیٹھے کہ یہ مقام آپ کا ہے۔ چنانچہ مسند خالی پڑی رہی اور شاہ صاحب، حضرت صاحب کے سامنے مؤدبانہ طور سے دوزانوں ہاتھ باندھ کر بیٹھے رہے۔ پھر شاہ صاحب نے حضرت سے تلقین وارشاد کی التماس کی۔ آپ نے گھنٹہ بھر تقریر فرمائی۔ پھر آپ نے دارالعلوم کیلئے دوسو روپے کا عطیہ دیا۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے دعا کی درخواست کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دارالعلوم دیوبند اور تمام عالم اسلام کی کامرانی کیلئے دعا فرمائی۔

ادھر دوسری طرف اکابرین دیوبند عام طور سے صاحب نسبت تھے۔ چشتیہ صابریہ سلسلے میں اکثر حضرات بیعت ہونے کے علاوہ خود بھی صاحب ارشاد تھے پس معلوم ہوا کہ اکابرین میں بنیادی اختلافات نہ تھے بلکہ رشتہ اخوت ومودت فی مابین استوار تھا۔ (منقول از ہوالمعظم ص 41-40 سن اشاعت 1979ء، طابع مکتبہ جدید پریس لاہور، ناشر: اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور۔ (بحوالہ: فیضانِ دیوبند۔ ص: 249-248)

قارئین کرام! حضرت خواجہ پیر ضیاء الدین صاحب کے دل ودماغ میں دارالعلوم دیوبند کے بارے میں کس قدر عزت وعظمت تھی کہ دارالعلوم دیوبند تشریف لے جاکر 200 روپے چندہ جمع کرایا۔

ooo

حضرت میاں شرقپوری رحمہ اللہ سے علمائے دیوبند کی عقیدت

حضرت میاں شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ خاص قصبہ شرقپور ضلع شیخوپورہ کے رہنے والے تھے 1282ھ میں آپ پیدا ہوئے اور 3 ربیع الاول 1347ھ مطابق 1928ء کو آپ نے وفات پائی۔

میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک نابغہ روزگار بزرگ تھے، اُمت کیلئے اپنے دل میں ایک خاص تڑپ اور سوز رکھتے تھے۔ سادہ طبیعت تھے اور سادہ لباس پہنتے تھے،

ان کو دیکھ کر کوئی شخص یہ وہم بھی نہیں کر سکتا تھا کہ وہ پیر ہیں یا سجادہ نشینی سے تعلق رکھتے ہیں دورہ حاضرہ کے مذہبی خانہ برانداز جھگڑوں سے بلند واقع ہوئے تھے غرضیکہ جملہ اوصاف حسنہ اور اخلاق حمیدہ سے متصف تھے۔

میں اپنی اس تحریر میں حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا صرف ایک پہلو نمایاں کرنا چاہتا ہوں کہ میاں صاحب دارالعلوم دیوبند کے بزرگوں کو کس نظر سے دیکھتے تھے جو واقعات مجھے یاد ہیں وہ ہدیہ ناظرین ہیں۔

(۱) حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب صدر دارالعلوم دیوبند جزیرہ مالٹا میں ایک مدت تک انگریزوں کی قید میں رہے۔ 1920ء میں اسارت مالٹا سے رہا ہو کر ہندوستان (دیوبند) وارد ہوئے تو انہوں نے حضرت میاں شیر محمد صاحب رحمہ اللہ کو ایک خط لکھا۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے گھر سے بلایا اور وہ خط مجھے پڑھنے کیلئے دیا۔ میں نے بار بار پڑھا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پرانے مراسم ہیں۔ اس خط میں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی لکھا تھا کہ میں نے اسارت مالٹا میں قرآن پاک کا ترجمہ کیا ہے۔ جب زیور طباعت سے آراستہ ہوا تو اس کا ایک نسخہ آپ کی خدمت میں بھیجوں گا۔ نیز اسی خط میں میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کا اشتیاق بھی ظاہر کیا تھا۔

(۲) 1925ء میں بروز جمعۃ المبارک مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ لاہوری مقیم دروازہ شیرانوالہ اس احقر کے ہاں تشریف لائے۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کسی طرح ان کی آمد کی اطلاع ہوگئی تو معاً ان کا کھانا ایک طشت میں چن کر میرے گھر بھجوا دیا اور فرمایا کہ وہ میرے مہمان ہیں۔ جمعہ کا خطبہ مولانا صاحب رحمہ اللہ سے دلوایا اور خود ان کی اقتداء میں نماز پڑھی۔

(۳) اس کے ایک سال بعد حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ شیخ

الحدیث دارالعلوم دیوبند شرقپور تشریف لائے، مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی ان کے ہمراہ تھے۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو انتہائی خوشی ہوئی بلکہ ان کی مدح میں فرمایا کہ دیوبند میں چار نوری ہستیاں ہیں ان میں سے ایک نے میرے گھر قدم رنجہ فرمایا ہے۔ صوفی محمد ابراہیم صاحب قصوری نے جو میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خاص عقیدت مند تھے یہ واقعہ اپنی تصنیف ’’خزینہ معرفت‘‘ میں لکھا ہے مگر افسوس میاں غلام احمد صاحب سجادہ نشین نے دوسرے ایڈیشن میں ’’خزینہ معرفت‘‘ سے یہ واقعہ نکال دیا ہے۔

(۴) الحاج مولانا عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ فیض پوری ہمارے علاقہ کے مشہور عالم و واعظ کی بیعت حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تھی۔ مولانا عبدالعزیز علی الاعلان دیوبندی مسلک سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے والد مولانا محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کے فارغ التحصیل تھے اور اپنے زمانہ کے اجلہ علماء میں سے تھے۔ مولانا عبدالعزیز صاحب حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں جب شرقپور تشریف لاتے، میاں صاحب انہیں امامت کے مصلی پر کھڑا کر دیتے۔

(۵) ایک دفعہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دو محبین نور حسن شاہ مشہور گدی نشین حضرت کیلیانوالہ رحمۃ اللہ علیہ گوجرانوالہ اور مولانا امیر علی صاحب سکنہ چاہ میاں غلام علی ضلع شیخوپورہ کو اپنی گرہ سے کرایہ آمد و رفت دے کر دیوبند بھیجا کہ میاں اصغر حسین صاحب رحمہ اللہ ’’ابوداؤد‘‘ دارالعلوم دیوبند کی خدمت میں ایک ہفتہ رہیں۔

(٦) ایک اور واقعہ عرض کرنا چاہتا ہوں وار برٹن ضلع شیخوپورہ کے قریب ایک گاؤں چاہ میاں غلام علی کے نام سے مشہور ہے۔ میاں غلام علی کے صاحبزادے حافظ لال حسین میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ وہ مدرسہ نعمانیہ لاہور کے نصاب تعلیم کی تکمیل کر چکے ہیں اب مزید تعلیم کیلئے کہاں جائیں۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دیوبند کے مہتمم کے نام رقعہ لکھا اور انہیں ہدایت کی کہ

دارالعلوم دیوبند کا داخلہ لے لیں۔ حافظ لال حسین صاحب نے چار سال پورے دیوبند میں تعلیم حاصل کی۔ افسوس حافظ لال حسین صاحب بعارضہ تپ دق مدت ہوئی اللہ کو پیارہو چکے ہیں۔

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیوبندی شیوخ سے عقیدت ومحبت تھی اور کبھی مجانبت یا عداوت کا اظہاران کی طرف سے نہیں ہوا۔

(ازقلم حضرت مولانا ملک حسن علی صاحب بی اے جامعی۔ مؤلف: ”حیات جاوید“ سوانح حیات حضرت شرقپوریؒ، تعلیمات مجددیہ، مشاہد التوحید وغیرہ۔) 19 ستمبر 1978ء (بحوالہ: فیضانِ دیوبند۔ ص:269 تا 271)

حضرت کشمیری رحمہ اللہ کی حضرت شرقپوری رحمہ اللہ سے عقیدت

آستانہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ شرقپور شریف کے سابق سجادہ نشین حضرت میاں شیر محمد شرقپوری صاحب رحمہ اللہ کی علمائے اہلسنت دیوبند سے عقیدت اور گہرے روابط کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیں۔

دیوبند میں چار نوری وجود

مولانا انور علی شاہ صاحب صدر مدرسہ دیوبند ہمراہ مولانا احمد علی صاحب مہاجر لاہوری شرقپور شریف حاضر ہوئے اور حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بڑی ارادت سے ملے آپ ان سے کچھ باتیں کرتے رہیں اور شاہ صاحب خاموش رہے پھر آپ نے مولانا اور شاہ صاحب رحمہ اللہ کو بڑی عزت سے رخصت کیا۔ موٹر کے اڈے تک حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ خود سوار کرانے کیلئے ساتھ تشریف لائے۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ نے میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہا آپ میری کمر پر ہاتھ پھیر دیں۔ آپ نے ایسا ہی کیا اور رخصت کر کے واپس مکان پر تشریف لے آئے بعد ازاں آپ نے بندہ سے فرمایا۔ شاہ صاحب بڑے عالم ہوکر اور پھر میرے جیسے خاکسار سے فرمارہے تھے کہ میری کمر پر ہاتھ پھیر دیں اور حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دیوبند میں

چارنوری وجود ہیں ان میں سے ایک شاہ صاحب رحمہ اللہ ہیں۔

(منقول از خزینہ معرفت، ص 384، طبع اول مؤلف صوفی محمد ابراہیم صاحب قصور نقشبندی، خلیفہ حضرت میاں شرقپوری رحمہ اللہ سن اشاعت ربیع الاول 1350ھ ملنے کا پتہ، احقر غلام حسین پیش امام مسجد حاجی رانجھے خان صاحب قصور، ضلع لاہور، پنجاب۔)(بحوالہ: فیضانِ دیوبند۔ ص:264)

حضرت کشمیری رحمہ اللہ کی شرقپور حاضری کی تمنا

آستانہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ شرقپور شریف کے سابق سجادہ نشین حضرت پیر میاں شیر محمد شرقپوری ضلع شیخوپورہ نے اپنے خلیفہ حضرت پیر سید نور الحسن شاہ صاحب بخاری کو حکم دیا آپ ایک ساتھی کے ہمراہ دارالعلوم دیوبند جائیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

حکیم محمد اسحاق صاحب مزنگ والے فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت سید نور الحسن صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ، حکیم صاحب اور ایک دو ساتھی کے ہمراہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کے مطابق دیوبند گئے اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے جب حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم ہوا کہ یہ حضرات شرقپور شریف سے تشریف لائے ہیں تو بے ساختہ فرمایا وہ جہاں اللہ کا شیر رہتا ہے۔ تمنا ہے کہ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف نیاز حاصل کروں چنانچہ وہ حضرت قبلہ کی حاضری کیلئے شرقپور تشریف لائے اور بوقت روانگی حضرت قبلہ سے پیٹھ پر بغرض حصول فیوض و برکات ہاتھ پھیرنے کی خواہش فرمائی اور خوشی خوشی رخصت ہوئے۔

منقول از معدن کرم ص 137 مشتمل بر احوال و آثار حضرت پیر سید محمد اسماعیل شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ المعروف کرمانوالے ضلع اوکاڑہ۔

قارئین محترم! جناب حضرت پیر میاں شیر محمد شرقپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے خلیفہ حضرت پیر سید نور الحسن شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہمراہ دو ساتھیوں کے دارالعلوم

دیوبند جانے کا حکم فرمایا اور حضرت پیر سید نورالحسن شاہ صاحب بخاری ہمراہ دو ساتھیوں کے اپنے شیخ ومرشد کے حکم سے دارالعلوم دیوبند حضرت سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ (بحوالہ: فیضانِ دیوبند۔ ص:300-299)

رواداری کی عبارت کتاب سے حذف کرنا

جب لاری اڈہ سے حضرت میاں شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ واپس اپنی خانقاہ میں تشریف لے گئے تو حضرت میاں صاحب شرقپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دیوبند میں چار نوری وجود والا جملہ ارشاد فرمایا جو اس وقت موجود بہت سے لوگوں نے سنا اور پھر بعد میں خزینہ معرفت کے ص 384 پر بے شمار لوگوں نے پڑھا بھی ہے۔ یہ ملفوظ خزینہ معرفت ص 384 اشاعت اول 1350ھ میں روز روشن کی طرح موجود ہے۔ پھر بعد کی اشاعت دوم میں جناب غلام احمد صاحب اور جناب محمد جمیل احمد صاحب شرقپوری کے اہتمام سے ہوئی انہوں نے حضرت میاں شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ والا الہامی جملہ دیوبند میں چار نوری وجود ہیں کو اور دیگر چند ملفوظات کو بڑی صفائی سے خزینہ معرفت کتاب سے نکال دیا ہے۔ واضح رہے کہ خزینہ معرفت کتاب حضرت میاں شیر محمد شرقپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یار غار حضرت صوفی محمد ابراہیم صاحب قصوری نقشبندی کی تالیف ہے۔

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد کتاب خزینہ معرفت طبع اول میں آج بھی دیکھا جا سکتا ہے جو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت صوفی محمد ابراہیم صاحب قصوری کی تصنیف ہے لیکن معلوم ہوا ہے کہ اب جو اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن شائع کیا گیا ہے اس میں سے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد حذف کر دیا گیا ہے۔۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

باہمی اختلاف کو کم کرنے کی ایک کوشش

علاوہ ازیں! رسالہ "اسوۂ اکابر" مولانا بہار الحق صاحب قاسمی مدظلہ نے 1382ھ

میں تحریر فرمایا تھا مقصد یہ تھا مختلف فرقوں کی باہمی آویزش کو کسی طرح کم کیا جائے۔ 5000 کی تعداد میں طبع کرا کے حکیم محمد موسیٰ صاحب امرتسری بریلوی مقیم لاہور اور پیرزادہ محمد عطاء الحق قاسمی کے ذریعے مفت تقسیم کرایا۔

حضرت میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے حضرت سید محمد اسمٰعیل شاہ صاحب کرموں والے، حضرت صوفی محمد ابراہیم صاحب رحمہا اللہ مؤلف خزینہ معرفت اور حضرت صاحبزادہ محمد عمر صاحب رحمہ اللہ بیربل شریف نے خاص طور پر حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی روش کو قائم رکھا۔

مؤلف ''اسوۂ اکابر'' کا بیان ہے: مولانا عبدالحنان ہزاروی رحمہ اللہ موصوف و تلمیذ رشید حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ میں جب تک آسٹریلیا مسجد لاہور میں مقیم رہا حضرت میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ سید محمد اسماعیل شاہ صاحب کرموں والے لاہور آنے پر میرے ہاں اکثر قیام فرماتے۔

(اسوہ اکابر 32، سن اشاعت 20 اکتوبر 1962 آفتاب عالم پریس لاہور۔)

(بحوالہ: فیضانِ دیوبند۔ ص: 273-272)

آپ کے خلیفہ جناب حاجی فضل احمد صاحب مدیر ''سلسبیل'' لاہور اپنے پیر و مرشد رحمہ اللہ کی روش پر قائم ہیں۔ مولانا بہاء الحق صاحب قاسمی کے رسالہ ''اسوہ اکابر'' سے یہی واقعہ ذرا تفصیل سے ملتا ہے۔ ملاحظہ ہوں:

مولانا عبدالحنان صاحب ہزاروی خطیب صدر راولپنڈی نے مجھ (قاسمی) سے بیان فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت علامہ محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ دیوبند سے کشمیر جاتے ہوئے رونق افروز لاہور ہوئے۔ (مولانا عبدالحنان صاحب اس سفر میں حضرت شاہ صاحب کے ہمراہ تھے) تو حضرت میاں صاحب شرقپوری رحمہ اللہ کے متوسلین میں سے ایک صاحب نے سفر کشمیر سے واپسی شرقپور تشریف لے جانے کا وعدہ فرمایا اور جب آپ کشمیر سے واپس ہو کر لاہور تشریف لائے تو انہی صاحب نے

وعدہ کی یاددہانی کرائی۔ چنانچہ آپ شرقپور تشریف لے گئے، اس سفر میں مولانا عبدالحنان صاحب کو حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ہمراہی کا شرف حاصل رہا۔ حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ نے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ انتہائی اکرام واحترام کا معاملہ فرمایا بلکہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو چند روپے اور چند کپڑے بھی بطور ہدیہ پیش کئے اور رخصت کے وقت سواری پر سوار کرانے کیلئے باہر تک ساتھ تشریف لائے۔

مولانا عبدالحنان صاحب موصوف نے میرے مضمون کی تائید کرتے ہوئے اس واقعہ کی مزید تفصیل بایں الفاظ فرمائی ہے:

”حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حضرت شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی ہمرکابی میں حاضری ہوئی تو اس وقت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ مکان کی بالائی منزل پر تشریف فرما تھے۔ حضرت کے خدام نے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ کا طریقہ یہ ہے کہ آپ اوپر سے تشریف لاتے ہیں تو بیٹھے ہوئے مہمان ان کے استقبال واکرام کیلئے کھڑے نہیں ہوتے۔ آپ خود ان کے پاس آکر بیٹھ جاتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا ویسا ہی کریں گے جیسا میاں صاحب رحمہ اللہ کا طریقہ ہے۔ چنانچہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اطلاع ہونے پر تشریف لائے اور حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے دوزانو ہوکر بیٹھ گئے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مصافحہ کیا پھر چار پانچ منٹ تک خاموش رہے۔ پھر فرمایا: میں خداوند کریم کا شکر کس زبان سے ادا کروں جس نے ایک مدت کی تمنا کو آج پورا فرمایا۔

اس کے بعد حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اکابر علماء دیوبند کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا۔ ان حضرات کو اب کہاں ڈھونڈیں۔

آپ نے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خط کا بھی ذکر کیا اور فرمایا: میرے پاس موجود و محفوظ ہے۔

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دو کپڑے (کرتہ، تہبند) شاید پگڑی بھی، لیکن پورا یاد نہیں اور پانچ روپے کرتے کی جیب میں ڈال کر حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کو ہدیۃً پیش کئے اور ظہر کی نماز سے فارغ ہو کر حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کو رخصت کرنے کیلئے بنفس نفیس موٹروں کے اڈہ تک تشریف لائے۔ (دارالعلوم ماہ جون 1962ء ص 38) یہ تو عملی برتاؤ تھا جو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ فرمایا۔ (منقول از اسوہ اکابر 30-29۔)

نوٹ: ۔ آپ حضرات اب کتاب خزینہ معرفت 384 صفحہ پر درج شدہ دیو بند میں چار نوری وجود ہیں۔ والے واقعہ کو نکالنے کے بارے میں حضرت جناب محمد اسحاق صاحب قصوری نبیرہ حضرت صوفی محمد ابراہیم صاحب قصوری کی تحریر ملاحظہ فرمائیں۔

”خلیفہ اجل صاحبزادہ مولانا محمد عمر صاحب سکنہ بیر مل شریف کہ جو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مخلص یاروں سے ہیں۔ قصور میں تشریف لائے بندہ نے ان کی خدمت میں عرض کی کاش کوئی صاحب علم میری دستگیری فرمائیں تو میں بامراد ہو جاؤں۔ بندہ نے صاحبزادہ صاحب کی خدمت میں عرض کی کہ آپ اس کتاب کو درس فرمائیں۔ آپ نے فرمایا جس طرح امداد چاہیے تیار ہوں حتیٰ کہ کتاب کی عبارت و حاشیہ آرائی اور ترتیب آپ ہی نے درست فرمائی اور مولانا چراغ الدین صاحب سکنہ اٹاری حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پیر بھائی نے آپ کے حالات دینے میں بہت امداد فرمائی اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

(خزینہ معرفت صفحہ 4 طبع اول 1350 ہجری)۔ (بحوالہ: فیضانِ دیو بند، ص: 280۔281)

ooo

کتاب تحذیر الناس اور پیر کرم شاہ صاحب

حجۃ الاسلام قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کی کتاب ''تحذیر الناس'' کے بارے میں حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری رحمہ اللہ کی سنہری تحریر ملاحظہ فرمائیں:

نقل تحریر حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری رحمہ اللہ

نحمده ونصلی علی صفوة الخلق حبیب الاله، خاتم النبیین وعلی اله وصحبه واصفیاء امته وعلماء ملته اجمعین الی یوم الدین۔

حضرت قاسم العلوم کی تصنیف لطیف مسمّیٰ بہ تحذیر الناس کو متعدد بار غور و تامل سے پڑھا اور ہر بار نیا لطف و سرور حاصل ہوا علماء حق کے نزدیک حقیقت محمدیہ علی صاحبہا الف الف صلاۃ وسلام متشابہات سے ہے اور اس کی صحیح معرفت انسانی حیطہ امکان سے خارج ہے لیکن جہاں تک فکر انسانی کا تعلق ہے حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ نادر تحقیق کئی شپرہ چشموں کیلئے سرمہ بصیرت کا کام دے سکتی ہے رہے فریفتگان حسن مصطفوی تو ان کے بے قرار دلوں اور بے تاب نگاہوں کی وارفتگیوں میں اضافہ کا ہزار سامان اس تحذیر الناس میں موجود ہے۔ آپ نے اپنے عملی دقیق اور محققانہ انداز میں یہ واضح کرنے کی سعی فرمائی ہے کہ ہر قسم کا کمال علمی ہو یا عملی، حسی ہو یا معنوی، ظاہری ہو یا باطنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذاتی کمال ہے اور جہاں کہیں کم و بیش اس کی جلوہ نمائی ہے وہ اثر نظر فیض حبیب کبریا ہے۔ **علیہا جمل التحیۃ واطیب الثناء۔**

اسی طرح صفت نبوت و رسالت سے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متصف بالذات ہیں اور حضور کے علاوہ جس کو یہ شرف بخشا گیا ہے اس کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ستودہ صفات واسطہ فی العروض ہے۔ اسی طرح تمام وہ علوم جو مختلف زمانوں میں مختلف انبیاء کرام علیہم السلام اور رسل عظام کو دیئے گئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قلب میزان سب علوم الاولین والآخرین کا جامع اور امین ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صفت علم روح محمدی صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مربی ہے۔ اسی ضابطہ اور مسلم قاعدہ کی روشنی میں مولانا خاتم النبیین کی صفت کی تخلیق فرماتے رقمطراز ہیں کہ ختم نبوت کے دو مفہوم ہیں ایک وہ ہے جہاں تک عوام کی عقل وخرد کی رسائی ہے اور دوسرا وہ ہے جسے خواص ہی خداداد نور فراست سے سمجھ سکتے ہیں۔ عوام کے نزدیک تو ختم نبوت کا اتنا ہی مفہوم ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اور کوئی نبی نہیں آسکتا اور بے شک یہ درست ہے اس میں کسی کو کلام نہیں اور نہ کسی کو مجال شک ہے اور اس میں شک کرنے والا دائرہ اسلام سے اسی طرح خارج ہے جس طرح دوسری ضروریات دین سے انکار کرنے والا لیکن اس کے علاوہ ختم نبوت کا دوسرا مفہوم بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ جس طرح موصوف بالعرض کی علت اتصاف کا تجسس کیا جائے تو تلاش وجستجو انسان کو اس موصوف تک لے جاتی ہے جو اس صفت سے موصوف بالذات ہو اور اس تک پہنچنے کے بعد تلاش وتجسس کا سلسلہ ختم ہوجاتا ہے۔ مثال کے طور پر آپ غور فرمایئے، عالم کی تمام اشیاء صفت وجود سے متصف ہیں لیکن صفت وجود ان میں بالذات نہیں پائی جاتی بلکہ بالعرض پائی جاتی ہے۔ اب صفت وجود سے متصف ہونے کی ہم تلاش شروع کریں گے تو یہ سلسلہ ذات باری تعالیٰ تک پہنچے گا جو بالذات صفت وجود سے متصف ہے اور یہاں پہنچ کر یہ سلسلہ ختم ہوجائے ورنہ ماننا پڑے گا کہ ذات خداوندی صفت وجود سے بالذات متصف نہیں جو صراحتہً باغیانہ حرکت ہے اس لئے جیسے وصف وجود کا سلسلہ موجود بالذات پر آکر ختم ہوگیا اسی طرح ہر معروض بالعرض کا سلسلہ موصوف بالذات پر اختتام پذیر ہوجاتا ہے۔

اسی طرح تمام انبیاء کرام علیہم السلام جو صفت نبوت سے بالعرض موصوف ہیں کی وجہ اتصاف بصفة النبوة کا سراغ لگایا جائے تو فہم رسا اس ذات قدسی صفات (ذات پاک آل والا صفات مراد ہے) تک پہنچ کر رک جاتی ہے جسے حریم کبریا سے رحمة اللعالمین کی خلعت مرحمت ہوتی ہے اور جس کے سر مبارک پر ختم النبیین کا نورانی تاج نور افشاں ہے گویا عوام کی قاصر نگاہیں صرف انجام کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

خاتمیت کو سمجھ سکیں لیکن مقبولان بارگاہ صمدیت کو اچھی طرح معلوم ہے کہ حضور مبدأ مآلاً دونوں طرح سلسلہ نبوت کے خاتم ہیں۔

اللھم صلی علی سیدنا و مولانا محمد خاتم الانبیاء والمرسلین و علی الہ وصحبہ واتباعہ وبارک وسلم الی یوم الدین۔

ختم نبوت کا یہ ہمہ گیر مفہوم جو مبداء اور مآد، ابتداء اور انتہا کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے اگر امت مرزائیہ کی علمی سطح سے بلندتر ہو تو اس میں کسی کا کیا قصور؟

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل ہمیں جادہ مستقیم پر ثابت قدم رکھے۔ آمین ثم آمین!

مہر
دستخط محمد کرم شاہ من علماء الازہر اشریف
سجادہ نشین بھیرہ ضلع سرگودھا بھیرہ
۱۱ صفر المظفر ۱۳۸۴ھ
۲۲ جون ۱۹۶۴ء

یہ دستخط میرے ہی ہیں اور مہر بھی لگائی ہے
محمد کرم شاہ، من علماء الازہر اشریف بھیرہ
ہذا کلہ صحیح عندی اس سے ختم نبوت ثابت ہے نہ کہ اجرائے نبوت
ابوسعید غفرلہ، مدرس مدرسہ سعیدیہ رضویہ مسجد کھجوالی، للیانی ضلع سرگودھا ۱۸ اگست ۱۹۷۱ء۔ (بحوالہ: فیضانِ دیوبن۔ ص: 307 تا 310)

پیر کرم شاہ ازہری رحمہ اللہ کی علمی اور سنہری تحریر

قارئین کرام! جناب حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری رحمہ اللہ سابق سجادہ نشین بھیرہ شریف ضلع سرگودھا کے حجۃ الاسلام قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب تحذیر الناس کی حرف بہ

حرف اپنی علمی و روحانی قوت سے زور سے تائید و تصدیق فرمائی ہے اور یہ علمائے اہلسنت دیوبند کا علمی و دینی فیضان ہے جس کا اہل علم حضرات کو کامل اور اکمل اور مکمل یقین ہے جیسا کہ حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری رحمہ اللہ سجادہ نشین بھیرہ شریف ضلع سرگودھا کی مندرجہ بالا سنہری تحریر سے ثابت ہو چکا ہے۔

ooo

علمائے دیوبند کے آستانہ اجمیر شریف سے گہرے تعلقات

آستانہ عالیہ چشتیہ اجمیر شریف کے شیخ الحدیث و مفتی و صدر المدرسین مولانا معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے علمائے اہلسنت دیوبند سے گہرے روابط تھے کہ عمر بھر جمعیت علمائے ہند سے وابستہ رہے، علمائے اہلسنت دیوبند کے ساتھ مل کر تحریک آزادی میں حصہ لیتے رہے اور آپ کے علمائے اہلسنت دیوبند کے ساتھ گہرے تعلقات کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیں۔

تحریک خلافت میں مذہبی فتوے کے جرم میں دو سال کی قید و بند کو اس پامردی اور اعلیٰ ہمت سے برداشت کیا کہ علی برادران نے قدم چوم لئے جس زمانہ ابتلاء میں مولانا کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ صدر جمعیت العلماء دیوبند مولانا احمد سعید صاحب رحمہ اللہ ناظم جمعیت العلماء قید و نظر بندی کی تکلیفیں اٹھا رہے تھے اس تحریک کی رہنمائی کیلئے آپ ہر ہفتہ دہلی تشریف لے جاتے اور جامع مسجد میں نماز جمعہ کے بعد مسائل حاضرہ پر تقریر فرماتے۔ جمعیت العلماء کے اجلاس امروہہ کی صدارت فرمائی اور مستقل نائب صدر رہے۔ صوبہ راجپوتانہ کی مجلس خلافت کو آپ کی صدارت کا ہمیشہ فخر حاصل رہا۔ تحریک کشمیر کے زمانہ میں مجلس احرار کے ڈکٹیٹر رہے مسلمانوں کے سوا برادران وطن بھی آپ کی سیاسی بصیرت کے معترف اور اس سے متاثر تھے۔

(منقول از باغی ہندوستان 205-206 اشاعت 1978ء مطبوعہ لاہور طابع ایم منیر قاضی ملی پرنٹرز سرکلر روڈ لاہور)

مولانا کا سیاسی مسلک تحریک خلافت سے لے کر آخر وقت تک ایک ہی رہا غیر ملکی حکومت کا خاتمہ اور استخلاص وطن کی جدوجہد میں تمام اقوام ہندوستان سے اشتراک عمل مجلس احرار اسلام، جمعیت ہند، آل انڈیا خلافت کمیٹی، انڈین نیشنل کانگریس ہر آزادی پسند جماعت کے رکن رکین تھے۔ صوبائی اور مرکزی صدر وڈکٹیٹر رہے آخری عمر میں جبکہ 20 مارچ 1938ء بمطابق محرم الحرام 1357ھ کو وجع الورک میں مبتلا ہوکر پاؤں سے معذور بھی ہو چکے تھے اور اس معذوری کے باوجود سیاسی سرگرمیاں حسب دستور جاری تھیں۔ (منقول از باغی ہندوستان 214، اشاعت 1978ء)

مولانا مفتی کفایت اللہ رحمہ اللہ، علامہ سید سلمان ندوی رحمہ اللہ، شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ اور دوسرے اکابر علماء مولانا (معین الدین اجمیری رحمہ اللہ) سے بڑی عزت واحترام کے ساتھ پیش آتے تھے۔ اول الذکر دونوں حضرات کبھی کبھی فنی وعلمی مسائل کی تحقیقی گفتگو بھی کرتے۔

(منقول از باغی ہندوستان ص 225، سن اشاعت 1978ء طابع ایم منیر قاضی ملی پرنٹرز سرکلر روڈ لاہور)

نوٹ: جناب مولانا معین الدین اجمیری اور سید الاولیاء حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمہ اللہ کے ہمنام ہیں اور سرزمین اجمیر شریف کے رہنے والے ایک نام کی دو شخصیات ہیں۔

قارئین کرام! مولانا معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ آستانہ عالیہ چشتیہ اجمیر شریف کے شیخ الحدیث ومفتی تھے جن کی علمائے اہلسنت دیوبند کے ساتھ گہرے روابط کی جھلک آپ حضرات نے بخوبی ملاحظہ فرمائی ہے۔ (بحوالہ: فیضانِ دیوبند۔ ص: 329-328)

ooo

علمائے دیوبند کے آستانہ عالیہ مکان شریف سے گہرے تعلقات

آستانہ عالیہ مکان شریف کے سابق سجادہ نشین حضرت پیر سید مظہر قیوم صاحب

رحمہ اللہ کے علمائے اہلسنت دیوبند کے ساتھ گہرے تعلقات تھے آپ نے اپنے صاحبزادے پیر سید محفوظ حسین شاہ صاحب رحمہ اللہ کو دارالعلوم دیوبند میں دینی تعلیم حاصل کرنے کیلئے بھیجا جو بمقام بھلیر ضلع شیخوپورہ میں مقیم ہے۔

حضرت پیر سید مظہر قیوم شاہ صاحب رحمہ اللہ (مکان شریف والوں کا) اپنے صاحبزادے پیر سید محفوظ شاہ صاحب رحمہ اللہ کو دارالعلوم دیوبند میں دینی تعلیم کیلئے بھیجنا یہ جانبین کی باہمی محبت اور رواداری کی اعلیٰ مثال ہے۔ ازمرتب

○○○

علمائے دیوبند کا آستانہ معظمیہ مرولہ شریف کے سجادہ نشین کیساتھ تعلیم حاصل کرنا

حضرت خواجہ غلام سدید الدین مرولوی رحمہ اللہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ خانقاہ معظمیہ مرولہ شریف کے حصول تعلیم کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں۔

خواجہ غلام سدید الدین مرولوی نے دورہ (حدیث) شریف ایک سال کی مدت میں حضرت مولانا سلطان محمود صاحب پپلانوی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا، حضرت مولانا صاحب پیر انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے ہم درس تھے اور دارالعلوم دیوبند میں ذہین ترین طالب علم شاہ صاحب اور دوسرے نمبر پر مولانا پپلانوی رحمۃ اللہ علیہ شمار ہوتے تھے۔ حضرت مولانا صاحب رحمہ اللہ نے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی ذہانت کا ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ ہمارے استاذ صاحب تقریر کر رہے تھے اور اس موضوع پر بطور خاص میری معلومات کا پورے دیوبند میں چرچا تھا حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی اس موضوع پر چنداں شہرت نہ تھی۔

چنانچہ استاذ صاحب نے اپنی تقریر درمیان میں روک کر شاگردوں سے رائے طلب کی مولانا پپلانوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں جی میں خوش بہت ہوا کہ آج میں پیر انور شاہ صاحب رحمہ اللہ کے مقابلے میں بہت تقریر کروں گا۔ چنانچہ میں نے عرض کیا کہ پہلے شاہ صاحب اپنے دلائل بیان کرلیں تو میں بعد میں عرض کروں گا۔ استاذ

صاحب کے حکم سے شاہ صاحب رحمہ اللہ نے تقریر شروع کی۔ مولانا پپلانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے ذخیرہ علمی میں جو سب سے قوی اور قیمتیں دلیلیں تھیں جس کے بارے میں مجھے ناز تھا کہ میری ذہنی فتوحات کی وہاں تک رسائی ہے۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اپنی تقریر کا آغاز اسی خاص دلیل سے کیا اور پھر آئندہ ہر دلیل اس سے بڑھ چڑھ کر پیش کی۔ مولانا پپلانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھ پر سکتہ طاری ہوگیا اور میں شاہ صاحب رحمہ اللہ کے علمی تبحر سے مبہوت ہوکر رہ گیا اور مجھے یقین ہوگیا کہ خزانہ قدس کے لدنی سرچشمے تک شاہ صاحب رحمہ اللہ کا ذہنی رابطہ ہے ورنہ کسب وکوشش سے اس مقام ارفع تک رسائی ممکن نہیں۔ خواجہ حافظ شیرازی رحمہ اللہ نے کسی بادشاہ کے بارے میں لکھا تھا اور وہ مصرعہ حضرت کاشمیری رحمہ اللہ پر اس طرح چسپاں ہوتا ہے جیسے درحقیقت انہی کیلئے سات صدی قبل لکھا گیا ہو۔

محل نور تجلیت رای انور شاہ

1361ھ، 1943ء میں آپ نے درسیات سے فارغ التحصیل ہوکر حضرت پپلانوی رحمۃ اللہ علیہ سے سند فراغت حاصل کی

(منقول از ھو المعظم ص 261-262 سن اشاعت 1989ء طابع مکتبہ جدید پریس لاہور، ناشر اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور۔ (بحوالہ: فیضانِ دیوبند۔ ص: 335-336)

ooo

وسعت علم کے ساتھ وسعت قلب کی اعلیٰ مثال

”مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ اور
دیگر علمائے دیوبند کے بریلوی علماء کے ساتھ گہرے روابط“

(۱) مولانا مفتی محمد مظہر اللہ دہلوی مفتی و امام مسجد فتح پوری دہلی کا ذکر۔ آپ محمد مسعود خلیفہ ارشد قطب ربانی حضرت سید امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مکان شریفی (م 1282ھ) کے پوتے تھے۔

مولانا محمد مسعود رحمہ اللہ نے حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ حضرت نواب قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ (م 1289ھ) اور حضرت مولانا سید نذیر حسین محدث ہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م 1320ھ) سے کتب حدیث شریف پڑھی تھی۔

مؤلف ''تذکرہ مظہر مسعود'' رقمطراز ہیں: تعلیم وتدریس میں اعلیحضرت مولانا (مولانا محمد مسعود احمد) کا مسلک، مسلک ولی اللّٰہی تھا کیونکہ اسی خاندان سے فیض پایا تھا۔

آگے چل کر مؤلف کی رائے یہ ہے کہ ''شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک معتدل کی جن علماء نے پیروی کی ہے، وہ ہمیشہ اختلاف سے بالاتر رہے ہیں''۔ (ص48)

مولانا مفتی مظہر اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی یہی روش پسند تھی۔ (تذکرہ مظہر مسعود) آپ کے صاحبزادے پروفیسر محمد مسعود صاحب نے آپ کے حالات میں لکھا ہے۔ ان کا بیان ہے: اہل سنت والجماعت میں مختلف جماعتیں موجود ہیں مگر حضرت نے خود کو کبھی کسی جماعت سے وابستہ نہیں فرمایا۔ حضرت کا مسلک ''تائید حق تھا'' خواہ وہ کسی جماعت میں ہو، یہی وہ معتدل راستہ تھا جس کی وجہ سے ہر مسلک فکر کے لوگ کیا خواص و کیا عوام حضرت کی بے انتہاء قدرو منزلت کرتے تھے۔

(تذکرہ مظہر مسعود 236، 237 اشاعت اول 1969ء مطبع مشہور آفسٹ پریس کراچی۔ ناشر مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی)

(۲) جس کسی سے حضرت اختلاف رائے رکھتے وہ اخلاص کی بنیاد پر ہوتا، اس لئے ہمیشہ ذاتیات سے بالاتر ہوتا، یگانگت ومحبت کو ہر حالت میں قائم رکھتے۔ اس سلسلے میں ایک واقعہ یاد آیا جو خود حضرت نے سنایا دہلی کے مشہور عالم وفقیہ مفتی محمد کفایت اللہ مرحوم اور حضرت قبلہ قدس سرہ کے درمیان بعض مسائل پر اختلاف رائے رہا ہے مگر یہ اختلاف کبھی بنائے مخاصمت نہیں بنا جن کو اللہ وسعت علم سے نوازتا ہے ان کو وسعت قلبی بھی عطا ہوتی ہے۔ یہ دونوں حضرات ایک دوسرے کا انتہائی احترام

کرتے تھے، آپس میں ملاقاتیں بھی ہوتیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ، مفتی صاحب مرحوم کے ہاں تشریف لے گئے۔ دستک دی خادم آیا اندر اطلاع ہوئی مگر مفتی صاحب رحمہ اللہ ذرا تاخیر سے تشریف لائے ؎

ہوئی تاخیر تو کچھ باعثِ تاخیر بھی تھا

حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ سے مصافحہ ہوا، اندر تشریف لے گئے، حضرت نے دیکھا کہ کچھ بان کے ٹکڑے صحن میں بکھرے پڑے ہیں۔ سمجھ گئے کہ مفتی صاحب چارپائی بن رہے تھے۔ چنانچہ حضرت نے دریافت فرمایا کیا کر رہے تھے؟ مفتی صاحب نے فرمایا کہ کچھ نہیں۔ پھر دوبارہ حضرت نے دریافت فرمایا تو مفتی صاحب نے حقیقت حال بیان فرمائی کہ وہ چارپائی بن رہے تھے۔ حضرت نے فرمایا یہ تو میں بھی بن لیتا ہوں لایئے ہم دونوں بنتے ہیں۔ چنانچہ چارپائی نکالی گئی اور ان دونوں جلیل القدر علماء (رحمہما اللہ تعالیٰ) نے چارپائی بنی۔ چارپائی کی خوش نصیبی پر رشک آتا ہے۔

(تذکرہ مظہر مسعود ص 237-238 اشاعت اول 1969ء مطبع مشہور آفسٹ کراچی)

(۳) مفتی محمد کفایت اللہ رحمہ اللہ کا شمار ہندوستان کے مشہور علماء و فقہاء میں ہوتا تھا۔ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کے تلامذہ پاک و ہند میں پھیلے ہوئے ہیں۔ فارغ التحصیل طلبہ بھی آپ کے درس میں شریک ہوتے تھے، اس سے مفتی صاحب کی تبحر علمی اور تدریسی صلاحیت کا علم ہوتا ہے۔ مسجد فتح پوری میں رمضان المبارک اور عیدین کے سلسلے میں حضرت کی صدارت میں رویت ہلال کمیٹی کا جلسہ ہوا کرتا تھا۔ مفتی صاحب رحمہ اللہ اس میں برابر شرکت فرماتے تھے۔

(تذکرہ مظہر مسعود ص 462-461 سن اشاعت 1969ء مطبوعہ کراچی)

(۴) مولانا محمد الیاس رحمہ اللہ کی ذات محتاج تعارف نہیں، آپ ہندوستان کی مشہور تبلیغی جماعت کے بانی مبانی ہیں۔ اس جماعت کا مرکز بستی نظام الدین (نئی دہلی) میں تھا اور اب بھی وہیں ہے۔ مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ وہیں اقامت

گزیں تھے۔ مولانا حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کا بڑا احترام فرماتے تھے۔ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ بھی جب کبھی نظام الدین تشریف لے جاتے تو گاہے گاہے مولانا کے ہاں بھی تشریف لے جاتے، خصوصاً علالت کے زمانے میں عیادت کیلئے ضرور تشریف لے جاتے۔ (تذکرہ مسعود ص 463 سن اشاعت 1969ء مطبع مشہور آفسٹ پریس کراچی، ناشر مدینہ پبلشنگ کراچی)

(۵) حضرت مفتی مظہر اللہ صاحب رحمہ اللہ نے اپنے صاحبزادوں کو مدرسہ فتح پوری ہی میں دیوبندی اساتذہ سے تعلیم دلائی۔ آپ کے ایک پوتا، داماد، قاری رضوان اللہ صاحب نے مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ پر اپنا ڈاکٹریٹ کا مقالہ لکھ کر علی گڑھ یونیورسٹی کی ڈگری حاصل کی ہے۔

(تذکرہ مظہر مسعود ص 461 سن اشاعت 1969ء مطبوعہ کراچی۔)

(۶) ''انتفاء المحال فی رویة الهلال'' (مطبوعہ جید برقی پریس دہلی) 1370ھ، 1950ء میں مفتی مظہر اللہ صاحب نے اپنے مؤقف کی تائید میں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے استدلال کیا ہے، فرماتے ہیں:

''اور مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے فتاویٰ میں اس کو معتبر رکھا ہے''۔

(تذکرہ مظہر مسعود ص 503 سن اشاعت 1969ء ناشر مدینہ پبلی شنگ کمپنی کراچی مطبع مشہور آفسٹ پریس کراچی)

فتویٰ روایت ہلال (مطبوعہ جید پریس دہلی 1378ھ، 1959ء) میں اپنے مؤقف کی تائید میں مفتی مظہر اللہ صاحب رحمہ اللہ نے جن علماء کے ناموں کی فہرست تحریر کی ہے ان میں حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں۔

(تذکرہ مظہر مسعود ص 505 سن اشاعت 1969ء مطبوعہ کراچی)

اس رسالے کے آخر میں حضرت مرحوم نے مسلمانوں کو بڑی دلسوزی کے ساتھ وصیت فرمائی ہے کہ وہ ان لوگوں کی پیروی کریں جن کی روش مجتہدانہ نہیں بلکہ سلف کے راستے پر گامزن ہیں۔ فرماتے ہیں:

مولانا مفتی محمد کفایت اللہ تو تشریف لے جاچکے اب فقیہ بھی اپنی عمر پوری کر چکا ہے۔ آج نہیں کل اپنے مولا کے حضور میں حاضر ہوجائے گا۔ اس لئے تمہیں وصیت کرتا ہے کہ تم ایسے امور میں ان علماء کی پیروی کرنا جو مجتہدانہ روش پر نہیں جارہے بلکہ سلف صالحین کے پیرو ہیں۔

تذکرہ مظہر مسعود ص 506 سن اشاعت 1969ء مطبع مشہور آفسٹ پریس کراچی، ناشر مدینہ پبلیشنگ کمپنی کراچی۔ (بحوالہ: فیضانِ دیوبند۔ ص:350-348)

علمائے دیوبند کے ساتھ نہایت خوشگوار روابط

(حضرت شاہ ابوالخیر مجددی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ) حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کی اولاد میں سے ہیں۔ ہندوستان اکابر علماء دیوبند کے معاصر اور ہندوستان کے نامور مشائخ میں سے تھے، آپ کے اور بزرگان دیوبند کے درمیان نہایت خوشگوار روابط تھے۔

مولانا کیرنوی رحمہ اللہ آپ کے اساتذہ میں سے تھے، آپ کے صاحبزادے مولانا ابوالحسن زید مدظلہ کی خدمت میں راقم سطور دہلی میں دوبار حاضر ہوا ہے، دوسری مرتبہ حاضری پر اپنی تالیف مقامات خیر عطا فرمائی جو حضرت شاہ ابوالخیر رحمہ اللہ کے حالات میں لکھی ہے۔ ان دنوں آپ ہی دہلی کی شاہی عیدگاہ کے امام ہیں۔ قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے حسن عقیدت رکھتے ہیں۔ حدیث میں حضرت مولانا عبدالعلی (تلمیذ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ) اور حضرت مولانا محمد شفیع (داماد حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ) کے شاگرد ہیں۔ اپنی تالیف ”مقامات خیر“ میں تحریر فرماتے ہیں۔

”آپ (حضرت شاہ ابوالخیر مجددی رحمہ اللہ) نے 1339ھ میں ہم تینوں بھائیوں کو مدرسہ مولوی عبدالرب دہلی میں داخل کیا۔ 1344ھ میں یہ عاجز کامل طور پر دوسال کیلئے مدرسہ سے وابستہ ہوگیا۔

اس مدرسہ میں جناب مولانا عبدالوہاب، جناب مولانا حکیم جی محمد مظہر اللہ، جناب مولانا محبوب الٰہی صاحبان رحمہم اللہ سے علوم متفرقہ کی کتابیں پڑھیں اور حدیث شریف کا دورہ حضرت مولانا عبدالعلی رحمہ اللہ وحضرت مولانا محمد شفیع رحمہ اللہ کے حلقہ میں کیا۔ صحیح مسلم اور سنن ابن ماجہ حرفاً حرفاً اول تا آخر مولانا عبدالعلی رحمہ اللہ سے اور جامع ترمذی اور سنن ابوداؤد و نسائی مولانا محمد شفیع رحمہ اللہ سے پڑھیں“۔

(طبع اول ص 739 مطبوعہ دہلی 1392ء)

حضرت مولانا عبدالعلی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر آپ نے مقامات خیر میں حضرت شاہ ابوالخیر صاحب رحمہ اللہ کے مخلصین میں کیا ہے لکھتے ہیں یہ عاجز چند دیگر حضرات کا ذکر کرتا ہے تاکہ معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے دل آپ حضرت شاہ ابوالخیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف کس طرح مائل تھے اور وہ آپ کا احترام کس طرح کرتے تھے۔ (ص 461)

اس کے بعد سب سے پہلے حضرت مولانا عبدالعلی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر مبارک کیا ہے، اس عنوان کے ساتھ ”حضرت استاذی مولانا عبدالعلی“ اس عاجز نے آپ سے پڑھا ہے۔ آپ عاشق صادق بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دلدادہ کمال حضرت محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ جمعہ کے دن مدرسہ عبدالرب میں صدہا افراد کے سامنے آپ (حضرت شاہ ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ صاحب) کے انگرکھے کے دامن کو اپنی آنکھوں سے لگاتے تھے اور فرماتے تھے۔ مجھ کو اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشبو آتی ہے اور آپ نے ایک مرتبہ ایک خواب لکھ کر حضرت سید الوالد کو ارسال کیا۔ خواب یہ ہے:

''مدرسہ میں آپ ٹہل رہے ہیں اور ٹہلتے ٹہلتے اچانک پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت میں تبدیل ہو گئے'' یہ عبارت آپ ہی کی ہے۔

آپ نے 19 شعبان 1346ھ میں اس عاجز کو سند عنایت فرمائی۔ دو دن پہلے جب کاتب سے اس عاجز کا نام لکھوا رہے تھے تو یہ الفاظ لکھوائے ''اما بعد فان اخانا فی الدین المولوی ابا الحسن زید بن العالم الربانی الجامع بین الشریعة والطریقه مولانا عبداللہ شاہ الی الخیر نور اللہ مرقدہ''۔

آپ نے جس وقت حضرت سید الوالد کا اسم گرامی لیا زار و قطار رونے لگے۔ اس عاجز نے آپ کی یہ کیفیت دو حضرات کے ساتھ ہمیشہ دیکھی، ایک سیدی الوالد اور دوسرے مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت سیدی الوالد کے پاس اگر کبھی کوئی عمدہ میوہ یا شیرینی آتی تھی یا حضرت برادر کلاں ہرن شکار کر کے لاتے تھے تو حضرت مولانا کو بھی ارسال فرماتے تھے۔ (ص462)

حضرت شاہ ابوالخیر قدس سرہ جمعہ کی نماز مدرسہ عبدالرب میں پڑھا کرتے تھے اور نماز کے بعد حضرت مولانا عبدالعلی سے کافی دیر تک صحبت رہتی تھی۔ (ص478)

جس دن عاجز (مولانا ابوالحسن زید) نے صحیح بخاری ختم کی۔ حضرت مولانا عبدالعلی کے شانے پر ایک بڑا رومال پڑا تھا، آپ نے دائیں ہاتھ سے رومال کے کونہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: صاحبزادہ یہ گرہ کھولو، عاجز نے گرہ کھولی تو ایک اشرفی برآمد ہوئی۔ آپ نے آبدیدہ ہو کر فرمایا صاحبزادہ یہ قبول کرد۔ اس وقت آپ کو حضرت سید الوالد قدس سرہ یاد آگئے اور ان کے واسطے دعا فرمائی۔ صاحبزادہ کچھ اور شروع کرلو، پھر فرمایا: قصیدہ بردہ پڑھو۔ چنانچہ بیس پچیس دن اس مبارک قصیدہ کا سبق ہوا اور آپ کے عشق نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کچھ اندازہ اس وقت ہوا جب یہ عاجز قصیدہ کا مبارک شعر پڑھتا تھا اور آپ کی آنکھوں سے سیل اشک رواں ہو جاتا تھا۔ آپ اتنا روتے تھے کہ تکلم نہیں فرما سکتے تھے۔ آپ کی لحیہ مبارکہ سے آنسو کے

قطرے ٹپکتے تھے۔ آپ کو اپنے استاد حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سیدی الوالد قدس اللہ اسرار ہما سے بھی کامل قلبی تعلق تھا جب بھی ان دو حضرات کا ذکر فرماتے تھے۔ آبدیدہ ہوجایا کرتے تھے۔ (مقامات خیر۔ ص 741)

حضرت مولانا (عبدالعلی) رحمۃ اللہ علیہ کی شفقت اور مہربانی کا بیان یہ عاجز کیا ذکر کرے۔ (ص 742)

پروردگار جل شانہ ان حضرات کی قبور کو انوار سے معمور فرمائے اور ان کے درجات بلند کرے۔ مدرسہ عبدالرب کے پانچ اساتذہ کرام اس عاجز کے مربی و معلم تھے۔ ان میں سے جناب مولانا عبدالوہاب صاحب رحمہ اللہ تقسیم ہند کے بعد پاکستان تشریف لے گئے۔ جانے سے پہلے عاجز کے پاس تشریف لائے، وہی آخری ملاقات تھی پھر ان کی کوئی خبر نہ ملی اور نہ یہ معلوم ہوا کہ کہاں قیام فرمایا۔ رحمۃ اللہ علیہ ورضی عنہ، باقی چار حضرات کی وفات کی تاریخیں درج ذیل ہیں۔

۱۔ مولانا عبدالعلی میرٹھی رحمہ اللہ کی وفات یکشنبہ 13 جمادی الاولیٰ 1347ھ مطابق 29 اکتوبر 1928ء دلی میں مدرسہ مولانا عبدالرب میں ہوئی اور حضرات محدثین پاک و نہار کے جوار میں مہندیوں کے قبرستان میں نم کنوم العروس استراحت فرمارہے ہیں۔

۲۔ جناب مولانا محمد شفیع داماد حضرت مولانا محمود الحسن رحمہما اللہ کی وفات 92 سال کی عمر میں دوشنبہ 17 جمادی الاولیٰ 1380ھ مطابق نومبر 1960ء کو دیوبند میں ہوئی اور وہاں استراحت فرمارہے ہیں۔

۳۔ جناب مولانا حکیم جی محمد مظہر اللہ رحمہ اللہ کی وفات شنبہ 19 ربیع الاول 1386ھ مطابق 1966ء دہلی میں ہوئی اور کوٹلہ فیروز شاہ کے پاس قبرستان میں آرام فرمارہے ہیں۔

۴۔ جناب مولانا محبوب الٰہی فرزند علامہ عبدالمؤمن رحمہما اللہ کی وفات جمعہ 20 جمادی الآخرہ 1391ھ مطابق 13 اگست 1971ء دیوبند میں ہوئی اور وہاں

استراحت فرما رہے ہیں۔

اللھم ھولاء اساتذتی قد احسنوا الی فاحسن الیھم والی کل من احسن الی وھدانی وعلمنی و ربانی، اللھم اجزھم خیر الجزاء وارض عنھم وارحمھم یاارحم الراحمین "۔(مقامات خیرص:743)

علمائے دیوبند سے چند خوشگوار ملاقاتوں کا تذکرہ

حضرت مولانا ابوالحسن زید مدظلہ نے بعض علماء دیوبند کی حضرت شاہ ابوالخیر قدس سرہ سے ملاقاتوں کا تذکرہ بھی مقامات خیر میں کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

ایک دن جناب مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی رحمہ اللہ آپ سے ملنے تشریف لائے کہ آپ ان سے نہایت محبت سے ملے۔ گھنٹہ سوا گھنٹہ دونوں حضرات کی نہایت پرلطف ملاقات رہی۔ مولانا صاحب رحمہ اللہ آپ سے مل کر بہت خوش ہوئے اور آپ نے ان کو بہ محبت واحترام مرخص کیا۔(مقامات خیر۔ص:240)

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا حافظ احمد فرزند حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی آمد سے حضرت شاہ ابوالخیر قدس سرہ مطلع ہوئے۔

آپ نے خوش ہو کر فرمایا ہاں ان کو بلاؤ ہم ان سے ملیں گے چنانچہ دونوں صاحبان تشریف لائے۔ آپ نے مخلصین سے فرمایا ہم کو سہارا دو۔ چنانچہ سہارا لے کر آپ کھڑے ہوئے اور دونوں سے بہ محبت ملے۔ حافظ صاحب کی وجہ سے ان کے پدر بزرگوار کا ذکر آیا، آپ نے فرمایا: مولانا قاسم صاحب اور مولانا رشید احمد صاحب رحمہا اللہ نے خانقاہ شریف میں حضرت شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث پڑھی ہے۔ یہ دونوں صاحبان اپنے استاد کا اور ان کی جائے قیام کا اتنا ادب کرتے تھے کہ خانقاہ شریف کے دروازے کے باہر جوتی اتار دیا کرتے تھے اور خانقاہ شریف میں برہنہ پا داخل ہوتے تھے۔ پھر آپ نے فرمایا مکہ مکرمہ میں ہمارے حضرت والد ماجد علیل تھے۔ مولانا قاسم صاحب رحمہ اللہ ملنے آئے، حضرت والد بوجہ علالت وناتوانی

لیٹے ہوئے تھے۔ مولانا صاحب رحمہ اللہ کو دیکھ کر آپ نے بیٹھنا چاہا لیکن مولانا صاحب رحمہ اللہ نے بہت اصرار سے روکا اور پھر بڑی محبت سے آپ کو دبانے لگے اور آخر میں آپ سے کہا حضرت ہندوستان میں دو دجال پیدا ہو گئے ہیں آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ان کے شر سے محفوظ رکھے۔ اس واقعہ کو بیان کر کے حضرت سید الوالد قدس سرہ نے مولانا قاسم صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں اسلام کا ذکر کیا۔ (ص241)

جناب مفتی عزیز الرحمٰن رحمہ اللہ میرٹھ میں تفسیر مظہری کی تصحیح فرماتے تھے، مولانا حافظ کفایت اللہ رحمہ اللہ آپ کو تفسیر سنایا کرتے تھے، حافظ صاحب جناب مولانا محمود الحسن رحمہ اللہ کے شاگرد اور جناب مفتی صاحب رحمہ اللہ کے مرید تھے۔ مفتی صاحب شاہ رفیع الدین دیوبندی رحمہ اللہ کے اور وہ شاہ عبد الغنی مجددی رحمہ اللہ کے خلیفہ تھے۔ ایک دن حافظ صاحب کے ساتھ جناب مفتی صاحب نسبتِ شریفہ مجددیہ لے کر حضرت الوالد رحمہ اللہ سے ملنے تشریف لائے۔ حافظ صاحب کا بیان ہے کہ حضرت سید الوالد رحمہ اللہ کھڑے ہو کر مفتی صاحب رحمہ اللہ سے ملے اور دونوں حضرات کی آنکھوں سے محبت کے آنسو جاری ہوئے۔ ”قدس اللہ اسرار جمیعھم“

حافظ کفایت اللہ صاحب نے یہ بھی بیان کیا کہ اس کے علاوہ ایک دن جناب مفتی صاحب رحمہ اللہ اور جناب مولانا محمود الحسن صاحب رحمہ اللہ آپ سے ملنے گئے، میں بھی ساتھ تھا آپ ان دونوں صاحبان سے مل کر بہت خوش ہوئے اور یہ دونوں صاحبان بھی آپ کی محبت لے کر رخصت ہوئے۔ حضرت مفتی صاحب تیرہ سو اکتیس یا بتیس میں دہلی آکر بھی آپ سے ملے تھے۔ رحمہم اللہ۔ (ص256)

مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند مولانا حکیم محمد مسعود صاحب رحمہ اللہ مع چند رفقاء کے آپ سے بڑی محبت سے ملے، سب کی خاطر شیر چائے سے کی۔

آپ کی محبت بھری باتیں سن کر حکیم جی اور ان کے رفقاء متاثر ہوئے۔ سب کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے، آخر میں آپ نے فرمایا مولانا صاحب ہمارے دوست تھے اور ہم ان کے دوست تھے۔ رحمۃ اللہ علیہم (مقامات خیر 497)

ooo

علمائے دیوبند کا شیخ الجامعہ حضرت گھوٹوی رحمہ اللہ سے تعلق

شیخ الجامعہ غلام محمد گھوٹوی قدس سرہ العزیز موضع گمرالی گجرات میں جمادی الاولیٰ جنوری 1305ھ ـ 1886ء میں پیدا ہوئے۔ فارسی اور صرف نحو کی کتابیں چکوڑی گجرات میں مولانا محمد چراغ رحمہ اللہ سے پڑھیں پھر قصبہ گھوٹہ ضلع ملتان میں مولانا حافظ جمال رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوکر قطبی تک کتابیں پڑھیں بعد ازاں مولانا سید غلام حسین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں موضع تلیر (مظفر گڑھ) حاضر ہوئے اور اکتساب علوم کیا پھر بمقام چکی مضافات/کیمل پور مولانا زمان رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچے۔ وہاں کچھ عرصہ استفادہ کرنے کے بعد مدرسہ نعمانیہ لاہور چلے آئے اور مولانا غلام احمد حافظ آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں زانوئے تلمذ طے کیا اور پھر مولانا احمد حسن کانپوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جا کر فنون عالیہ کا درس لیا، ڈیڑھ سال کے بعد جب ان کا وصال ہوگیا تو آپ مدرسہ عالیہ رامپور میں مولانا فضل حق رامپوری رحمۃ اللہ علیہ کے درس میں شریک ہوئے اور کسب فیض کیا اور صحاح ستہ کا درس حضرت مولانا وزیر حسن رامپوری رحمہ اللہ سے لیا۔

(تذکرہ اکابر اہلسنت ص 335، مطبع معظم پرنٹرز لاہور۔ سن اشاعت 1983ء از مولانا عبدالحکیم شرف قادری بریلوی، لاہور۔)

قارئین محترم! شیخ الجامعہ مولانا غلام احمد گھوٹوی رحمہ اللہ نے مولانا غلام احمد حافظ آبادی رحمہ اللہ سے علوم دینیہ حاصل کئے اور مولانا غلام احمد حافظ آبادی رحمہ اللہ نے شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا محمد

یعقوب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے علوم دینیہ حاصل کئے ہیں۔ ان دونوں اساتذہ کرام کا ذکر تذکرہ علمائے اہلسنت وجماعت لاہور کے صفحہ 221 پر موجود ہے۔ از صاحبزادہ اقبال احمد فاروقی، ایم، اے میں ملاحظہ فرمائیں اور پھر شیخ الجامعہ احمد حسن کانپوری رحمہ اللہ وہ نے علوم دینیہ میں فقیہ اعظم امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے سند فراغت حاصل کی اور اس سے قبل مولانا فضل حق رامپوری رحمہ اللہ کے درس میں شریک رہے اور ان سے کسب فیض کیا اور مولانا فضل حق رامپوری رحمہ اللہ نے حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند فراغت حاصل کی اور حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے سند حدیث حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی اور حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ علمائے اہلسنت دیوبند کے پیشوا اور سند ہیں۔

آپ حضرت شیخ الجامعہ مولانا غلام محمد گھوٹوی رحمہ اللہ کی علمائے اہلسنت دیوبند سے عقیدت ومحبت ملاحظہ فرمائیں: شیخ الجامعہ مولانا غلام محمد گھوٹوی خلیفہ آستانہ عالیہ حضرت سید پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ آف گولڑہ شریف ضلع راولپنڈی فرماتے ہیں:

”مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ میں نے نہیں پایا۔ مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمہ اللہ اور مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت ایک دفعہ کی ہے۔ مصاحبت کا اتفاق نہیں ہوا۔ مولانا اشرف علی تھانوی دامت برکاتہم کی ایک دفعہ زیارت کی اور ایک دفعہ وعظ بھی سنا ہے۔ اس سے زیادہ ان حضرات کے ساتھ مصاحبت کا اتفاق نہیں ہوا مگر اعتقاد ان بزرگوں کے متعلق یہ ہے کہ یہ سب حضرات علمائے ربانیین اور اولیائے اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تھے۔ احقر کو بعض مسائل میں ان سے اختلاف بھی ہے مگر میرا اعتقاد یہی ہے اور اس اعتقاد کے اختیار کرنے کا سبب ان کی تصنیفات کا مطالعہ اور استفادہ اور

قبول عام ہیں بالخصوص مولانا اشرف علی تھانوی دامت برکاتہم کی خدمات طریقت پر نظر کر کے شبہ ہوتا ہے کہ وہ اس صدی کے مجدد ہیں۔ فقط 12 جمادی الثانی 1335ھ"

(منقول اسوۂ اکابر، ص:18-17 سن اشاعت 20 اکتوبر 1962ء مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور)

شیخ الجامعہ مولانا غلام محمد گھوٹوی اپنے علم وفضل کی بناء پر علماء کے ہر طبقے میں عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ علماء دیوبند سے ان کے اچھے روابط تھے اور ان سے خط وکتابت رکھتے تھے۔ 1911ء میں جب حج کیلئے روانہ ہوئے، بمبئی سے جہاز میں سوار ہونا تھا راستے میں دیوبند گئے اور مولانا محمود حسن رحمہ اللہ سے ملے سماع موتی کے مسئلہ پر دونوں بزرگوں کا اختلاف تھا مگر مولانا محمود حسن رحمہ اللہ نے بھرپور اپنائیت کا اظہار کیا۔

(تذکرہ علمائے پنجاب ص 487، جلد دوم از اختر راہی، سن اشاعت 1980ء مطبوعہ لاہور۔)(بحوالہ: فیضان دیوبند۔ ص:413-412)

ooo

علماء فرنگی محل (لکھنؤ) کی علماء دیوبند سے عقیدت

یہ سب کو معلوم ہے کہ فرنگی محل (لکھنؤ) کے مقدس بزرگوں ومحترم عالموں کی عزت وعظمت اپنی دینی خدمتوں وعلمی کارناموں کی وجہ سے ہمیشہ سے ہے اور اس آخری دور میں مولانا عبدالباری رحمہ اللہ کی ذاتِ گرامی سلف صالحین وبزرگان دین کی ایک قابل قدر نمونہ تھی۔ اس محترم خاندان کے علماء کو اگرچہ حضرات علماء دیوبند سے چند جزوی وفروعی مسائل میں کچھ اختلاف ہے لیکن اس کے باوجود ان موصوف الصدور حضرات نے علماء دیوبند اور ان کے متوسلین کی کبھی بھی تکفیر نہیں کی بلکہ آپ نے ایک خط کے جواب میں لکھا تھا میں کبھی علماء دیوبند کی تکفیر نہیں کرسکتا اس لئے کہ اس قدر التماس ہے کہ ہمارے اکابر نے اعیان علماء دیوبند کی تکفیر نہیں کی ہے اس واسطے جو حقوق اہل اسلام کے ہیں ان سے ان کو کبھی محروم نہیں رکھا ہے۔ (ملخصا)

(الطاری الداری لھفوات عبدالباری مطبوعہ حسنی پریس بریلی بار اول جلد دوم ص 16 مؤلف مولانا محمد مصطفی خان قادری برکاتی نوری بریلوی بااہتمام مولانا حاجی محمد حسنین رضابریلوی۔)۔(بحوالہ: فیضان دیوبند۔ص:417)

ooo

مولانا نوربخش توکلی رحمہ اللہ کے استاداور فرقہ بازی سے نفرت

حضرت مولانا نورمحمد توکلی رحمۃ اللہ علیہ موضع چک قاضیاں ضلع لدھیانیہ میں پیدا ہوئے۔ مولانا نوربخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی تعلیم مقامی مدارس میں حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیم کیلئے ایم اے او کالج علی گڑھ میں داخل ہوئے دوسرے اساتذہ کے ساتھ مولانا شبلی نعمانی رحمہ اللہ 1332ھ سے اکتساب فیض کیا۔ انہیں استاذ مخدومی مولوی شبلی نعمانی رحمہ اللہ کے الفاظ سے یاد کرتے تھے۔ عربی زبان وادب میں ایم اے کی سند حاصل کی۔

انبالہ سے دہلی منتقل ہوئے، ایم بی ہائی سکول میں بطور ہیڈ مولوی کام کرتے تھے، وہاں سے 1313ھ۔ 1894ء میں امرتسر آ گئے۔ امرتسر میں مولانا غلام رسول قاسمی رحمہ اللہ سے درس نظامی کی جملہ کتب معقولات ومنقولات پڑھیں۔

(تذکرہ علمائے پنجاب ص 798-799 جلد دوم از اختر راہی باراول 1980ء مطبع زاہد بشیر پرنٹرز لاہور)

قارئین محترم! پیر مولانا مفتی غلام رسول قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں کہ وہ کن علماء کے ساتھ تھے چنانچہ حضرت مولانا بہاؤالحق قاسمی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں مسلک ومشرب حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ حنفی المذہب اور صوفی المشرب تھے لیکن طبع مبارک میں تعصب وتشدد نہ تھا دیوبندی بریلوی جھگڑے کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ اگرچہ علمائے دیوبند سے بعض مسائل میں آپ کو اختلاف تھا لیکن ان سے حسن ظن رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ امرتسر میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی

رحمۃ اللہ علیہ کی تکفیر کا غلغلہ بلند ہوا اور بہت ہی شدت اختیار کر گیا ایسی فضاء میں حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ قاسمی نے جرأت سے کام لے کر جلسہ عام میں لوگوں کے اس رویئے کی شدید مذمت کی اور فرمایا کہ میں مولانا رشید احمد صاحب رحمہ اللہ کا نہ شاگرد ہوں نہ استاذ، نہ مرید، نہ پیر۔ میرا ان سے کوئی تعلق نہیں لیکن آخر وہ ایک عالم ہیں اور ایک عالم کی اس طرح توہین وتحقیر ہرگز جائز قرار نہیں دی جاسکتی۔ مولانا قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کے ان ارشادات کا بہت اچھا اثر ہوا۔ امرتسر کی فضا میں امن وسکون پیدا ہو گیا۔

(منقول از تذکرہ اسلاف 92، از مولانا بہاؤالحق قاسمی بار دوم۔ 1987ء مطبع امپرس پرنٹ شاپ لاہور)۔ (بحوالہ: فیضانِ دیوبند۔ ص: 442-441)

ooo

حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمہ اللہ اور علمائے دیوبند کی عقیدت

حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری بھیروی رحمۃ اللہ علیہ پیر محمد شاہ ہاشمی بھیروی رحمۃ اللہ علیہ کے قابل فخر فرزند ارجمند ہیں۔ 21 رمضان 1918ء کو بھیرہ ضلع شاہ پور میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم مولانا محمد قاسم بالاکوٹی رحمہ اللہ سے حاصل کی فلسفہ منطق کی فنی کتابیں مولانا محمد دین بدھوی رحمہ اللہ ضلع کیمل پور سے پڑھیں اور مولانا غلام محمود پپلاں رحمہ اللہ ضلع میانوالی سے ادب فقہ اور ریاضی کا مطالعہ کیا۔ مولانا غلام محمود ان دنوں بھیرہ کے مدرسہ محمدیہ غوثیہ میں پڑھاتے تھے۔ 1943ء میں سند حدیث مدرسہ نعیمیہ مراد آباد سے مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی سے حاصل کی۔ 1954ء میں بی اے کیا، 1951ء میں جامعہ ازہر مصر میں داخلہ لیا، 3 سال تک مصر کی اس فقید المثال یونیورسٹی میں امتیازی حیثیت سے کامیابیاں حاصل کرتے رہے۔ 1954ء میں درجہ تخصص میں سند حاصل کر کے وطن لوٹے اور اپنے مدرسہ میں سلسلہ تعلیم وتدریس جاری کیا۔ خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی رحمہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ (منقول از تذکرہ علماء اہلسنت وجماعت لاہور ص: 391 از پیرزادہ اقبال احمد فاروقی ایم اے)

قارئین محترم! حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری بھیروی رحمۃ اللہ علیہ نے کتب فنون مولانا محمد دین بدھوی رحمہ اللہ ضلع کیمل پور سے پڑھیں اور مولانا محمد بدھوی رحمہ اللہ نے مولانا فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ سے علوم دینیہ حاصل کئے اور مولانا فضل خیر آبادی رحمہ اللہ نے دورۂ حدیث کی سند حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھ کر حاصل کی اور حضرت مولانا شاہ عبدالقادر محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھ کر سند فراغت حاصل کی تو حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ علماء اہلسنت دیوبند کے پیشوا اور سند ہیں اور مولانا محمد دین بدھوی نے مولانا برکاۃ احمد ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی دینی تعلیم حاصل کی اور مولانا برکات احمد ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا عبدالحق خیر آبادی رحمہ اللہ سے پڑھا ہے اور مولانا عبدالحق خیر آبادی رحمہ اللہ نے اپنے والد ماجد مولانا فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا ہے اور حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری بھیروی رحمۃ اللہ علیہ نے ادب، فقہ اور ریاضی کی کتابیں مولانا غلام محمود پپلانوی رحمہ اللہ ضلع میانوالی مدرس مدرسہ محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف سے پڑھیں اور مولانا غلام محمود پپلانوی بریلوی نے دارالعلوم دیوبند میں شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند فراغت حاصل کی اور حضرت پیر کرم شاہ صاحب الازہری بھیروی رحمۃ اللہ علیہ کا حصول تعلیم علمائے دیوبند کے شاگردوں سے ہے۔ (بحوالہ: فیضانِ دیوبند۔ ص: 470-469)

ooo

اکابر علماء دیوبند کی حقانیت

اکابر علماء دیوبند کی حقانیت پر اعلیحضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک پیر بھائی کی شہادت ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت مولانا حکیم حاجی سید بدر الحسن صاحب سہوانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب

’’گلزار شریعت مطبوعہ بمبئی صفحہ 102 میں تحریر فرماتے ہیں:

قولہ، فاضل، ممجد، عارف مستند، مصدر خلق وتودد مظہر علم و تفقد، مقبول بارگاہ صمد حضرت مولانا حاجی محمد رشید احمد صاحب مدظلہم العالی الاحدانی یوم الابد کو حقیقتاً عالم باعمل کہنا بجا ہے اور فقیہ بے بدل لکھنا زیبا ہے جس نے نور توحید کو پھیلایا۔

اور مولانا حاجی صاحب ممدوح اپنی کتاب ’’گلزار حقیقت‘‘ مطبوعہ بمبئی صفحہ 125 میں تحریر فرماتے ہیں:

مولوی اشرف علی بدر الحسن   شدچو مقبولِ جناب ذوالمنن
جانشینِ مسند خیر البشر   حق نما و حق نیوش و حق نگر
افتخار سالکان راہ حق   علم عرفان شدبدانش مستحق

(بحوالہ: فیضانِ دیوبند۔ص:552-550)

ooo

حضرت سید شاہ علی نقی رحمہ اللہ اور اختلاف سے احتراز

اکابر علماء اہلسنت دیوبند کے بارے میں جناب سید شاہ علی نقی صاحب رحمہ اللہ سجادہ نشین قصبہ جائس محلہ غوریانہ ضلع رائے پور بریلی کی حق گوئی ملاحظہ فرمائیں:

چنانچہ برآءۃ الابرار عن مکائد الاشرار کے صفحہ 107

جواب استفتا نمبر 10

ازجانب جناب سید شاہ علی نقی صاحب سجادہ نشین قصبہ جائس محلہ غوریانہ ضلع رائے بریلی۔

الجواب

(ا) اسامی مذکورین پر کفر کا فتوی عائد کرنا خلاف مصداق ’’من قال لا الہ الا اللہ فدخل الجنۃ‘‘ ہے اہل قبلہ کو کافر نہ کہنا چاہیے زیادہ سے زیادہ اگر کوئی شخص توحید و رسالت کا قائل ہوتے ہوئے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے خلاف کرے تو فاسق

وفاجر کہا جاسکتا ہے کافر نہیں ہوسکتا۔

(۲) وہابی میں نہیں جانتا کہ کس کو کہتے ہیں اور کون سا مذہب ہے۔

(۳) سنی حنفی مقلد امام اعظم یعنی امام صاحب کے بتلائے ہوئے رستہ پر چلنا۔

(۴) بدعت احداث فی الدین یعنی احکام خدا اور رسول ﷺ کے علاوہ کسی قسم کی اختراع اپنی طرف سے شریعت میں کرنا اور اس کو ثواب سمجھنا بدعت ہے وعید اس کی یہ ہے ''کل بدعةٍ ضلالة و کل ضلالة فی النار و اللہ علیم اعلم و علمہ اتم''

خادم الطلباء فقیر سید شاہ علی نقی عفی عنہ، محلہ غوریانہ قصبہ جائس ضلع رائے بریلی۔

نوٹ: اس فتوے میں مسائل ہی کیا ہیں جن کا جواب مدلل دیا جائے یا حوالہ کتب کی ضرورت ہو۔ (بحوالہ: فیضانِ دیوبند۔ ص:556-554)

ooo

سجادہ نشین آستانہ عالیہ کچھوچھا اور پیغام امن

مولانا حکیم سید شاہ وجیہہ الدین اشرف صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ کچھوچھ شریف ضلع فیض آباد کی نظر میں علماء اہلسنت دیوبند کا مقام ملاحظہ فرمائیں۔

جواب استفتا نمبر 119

از جانب مولانا حکیم سید شاہ وجیہہ الدین اشرف صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ کچھوچھ شریف ضلع فیض آباد

الجواب

میرا عقیدہ یہ ہے کہ علمائے دیوبند کافر نہیں ہیں، علمائے سلف نے مسئلہ تکفیر میں نہایت احتیاط سے کام لینے کے متعلق ارشاد فرمایا ہے۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اس مسئلہ میں بہت احتیاط برتتے تھے مگر آج کل کے علماء مسلمان کو کافر کہہ دینا ایک معمولی بات سمجھتے ہیں۔ میں اس موقع پر یواقیت کی ایک عبارت کا ترجمہ پیش کرتا ہوں۔

"علاوہ ازیں عبدالوہاب شعرانی شیخ الاسلام تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرماتے ہیں کہ مومن کی تکفیر میں پیش قدمی کرنا اس شخص کیلئے بہت دشوار ہے جس کے دل میں ایمان ہے اور مبتدعین کی تکفیر کو ایک بھاری چیز سمجھے گا باوجودیہ کہ وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہہ رہے ہیں کیونکہ کافر کہنا ایک ہولناک و پرخطر شے ہے ایک مسلمان کا خون کردینا ہزار کافر واجب القتل کے چھوڑ دینے سے زیادہ برا ہے۔ (یواقیت)

(بعض) علماء اس کے دعویدار ہیں کہ فرقہ دیوبندیہ اہانت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مجرم ہے لہٰذا ایسے عقیدہ رکھنے والے کافر ہیں مگر میں کہتا ہوں کہ جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان کی روشنی ہوگی وہ ہرگز ہرگز اہانت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرتکب نہیں ہوسکتا چہ جائیکہ علماء دیوبند اگر ان کی کسی کتاب سے تاویل کرکے کوئی ایسا مطلب نکال لیا جس کا صاحب کتاب کو گمان تک نہیں ہے نہ اس پر اس کا اعتقاد ہے تو میں اس کو اس جرم سے منزہ سمجھوں گا، میرا جو عقیدہ ہے اس کو بلاکم وکاست ظاہر کردیا۔

میری دونوں فرقہ کے علماء سے یہ التماس ہے کہ مذہب اسلام اس وقت بڑی تباہی میں ہے اللہ اس پر رحم کرے اور عام مسلمانوں کو روزہ، نماز کی تلقین کرے اور آپس میں اتحاد و اتفاق قائم کریں ہر وقت سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس درویش کی یہی التجا ہے ؎

اے خاصہ خاصان رسل وقت دعا ہے امت پہ تیری آکے عجب وقت پڑا ہے

فقیر سید وجیہہ الدین اشرف سجادہ نشین آستانہ عالیہ کچھوچھہ شریف 10 ربیع الاول 1351ھ بقلم سید عبدالحیٰ اشرف عفی عنہ۔

(براءۃ الابرار عن مکائد الاشرار کے صفحہ 321-320۔)

(بحوالہ: فیضانِ دیوبند۔ ص:557 تا 560)

☆……☆……☆

قومیت وصوبائیت اورزبان ورنگ کے تعصب کی اصلاح

نام کتابچہ: قومیت وصوبائیت اورزبان ورنگ کے تعصب کی اصلاح
ارشادات:۔ شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر
صاحب دامت برکاتہم
خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی پاکستان

میرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہنچے

عرض مرتب!

اس وقت ساری دنیا میں غیر مسلموں کی طرح ''قومیت و صوبائیت اور رنگ و زبان'' کو بنیاد بنا کر مسلمان جس طرح آپس میں اختلافات اور انتشار کا شکار ہیں وہ قرآن وحدیث کی تعلیمات کے بالکل منافی ہے۔ اس فتنہ کی اصلاح کیلئے شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم کی مختلف کتابوں سے اس فتنہ کے بارے میں ملفوظات کو منتخب کر کے ایک مختصر رسالہ ''قومیت وصوبائیت اور رنگ وزبان کے تعصب کی اصلاح'' شائع کیا گیا ہے۔

آج کل کے حالات کے پیش نظر اس رسالہ کو زیادہ سے زیادہ شائع کر کے لوگوں تک پہنچائیں تاکہ تعصب اور نفرت دور ہو اور آپس میں محبت پیدا ہو ؎

ان کا جو فرض ہے وہ اہل سیاست جانیں
میرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہنچے

یکے از خدام حضرت والا دامت برکاتہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

زبان ورنگ کا اختلاف اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے

نحمدہ ونصلی علی رسولہ النبی الکریم

16 شعبان المعظم 1427ھ مطابق 10 ستمبر 2006ء بروز اتوار بعد عصر

ارشاد فرمایا کہ سب مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ ''انما المومنون اخوۃ''
(سورۃ الحجرات 10)

کوئی افریقہ سے آیا ہے کوئی لندن سے، کوئی بلوچستان سے کوئی پنجاب سے، کوئی سندھ سے، کوئی کہیں سے آیا کوئی کہیں سے لیکن میں سب کو اپنا بھائی سمجھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ومن ایتہ خلق السموت والارض واختلاف السنتکم والوانکم'' (سورۃ الروم۔22)

زبان ورنگ کا اختلاف یہ میری نشانیاں ہیں، اگر کوئی اللہ کی نشانی کو حقیر سمجھے تو اس کی بہت بڑی نالائقی ہے وہ بڑا بے ہودہ آدمی ہے۔ بڑے بڑے پڑھے لکھے لوگ زبان ورنگ کے اختلاف سے ایک دوسرے کو حقیر سمجھتے ہیں، لوگ گناہ کی حقیقت کو سمجھتے نہیں اگر کوئی اللہ کی نشانی کو نہیں مانتا، انکار کرتا ہے تو یہ کفر ہے۔ کوئی پنجابی بولتا ہے، کوئی سندھی زبان بولتا ہے تو اردو زبان والے ہنستے ہیں، اردو اچھی زبان تو ہے لیکن اس کو تمام زبانوں سے اچھا اور افضل سمجھنا جائز نہیں اور کسی زبان کو حقیر سمجھنا جائز نہیں۔ انگریزی زبان کو بھی حقیر نہ جاننا چاہیے۔ اگر کوئی انگریز مسلمان ہو جائے تو کیا بولے گا؟ انگریزی ہی تو بولے گا، پس جتنی زبانیں ہیں سب کو اچھا سمجھو، اگر تم لندن میں پیدا ہوتے تو انگریزی بولتے، پنجاب میں پیدا ہوتے تو پنجابی بولتے، سندھ میں پیدا ہوتے تو سندھی بولتے لہٰذا جو زبان تمہاری ہوتی کیا اس کو حقیر سمجھتے؟ لہٰذا کسی زبان کو حقیر نہ سمجھو۔

جب ہم بنگلہ دیش گئے تو کبھی کسی بنگلہ دیشی کو حقیر نہیں سمجھا، اسی وجہ سے سب بنگلہ

دیشی عاشق ہوگئے کیونکہ مجھ میں عصبیت نہیں ہے، عصبیت کا نہ ہونا یہ بات بہت کم پاؤ گے۔ میرے کتنے دوست پنجاب کے ہیں لیکن ان کی پنجابی سے مجھے مزہ آتا ہے۔

عصبیت……سوءِ خاتمہ کا پیش خیمہ

اپنے قلب کا جائزہ لیتے رہو کہ عصبیت کا کوئی ذرہ دل میں تو نہیں ہے، اگر عصبیت کا ایک ذرہ بھی دل میں ہوا تو سوءِ خاتمہ کا اندیشہ ہے، ایک غزوہ میں ایک شخص بہت بہادری سے لڑ رہا تھا، ایک صحابی رضی اللہ نے اس کی تعریف کی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ جہنمی ہے۔ وہ صحابی رضی اللہ عنہ اس کے پیچھے لگ گئے آخر میں دیکھا کہ وہ زخمی ہوگیا اور زخموں کی تاب نہ لاکر اپنی تلوار سے اس نے خودکشی کرلی۔ صحابی نے آکر یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا اور پوچھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کیا ماجرا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ شخص اسلام کیلئے نہیں عصبیت کیلئے لڑ رہا تھا کہ میرے قبیلہ کا نام ہوگا۔ پس خوب سمجھ لو کہ عصبیت جہنم میں لے جانے والی ہے، زبان اور رنگ کو حقیر سمجھنا جہنم میں جانے کا سامان کرنا ہے۔

اس مضمون کو پھیلاؤ، اس کا بہت فائدہ ہوگا آج کل اس کی ہر جگہ اشاعت کی ضرورت ہے ہر مسلمان اس مضمون کو آگے پھیلائے کسی زبان کو حقیر نہ سمجھو، زبان اور رنگ کی وجہ سے کسی کو حقیر سمجھنا دلیل ہے کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ کی نشانی کا انکار کررہا ہے۔

جتنے آدمی یہاں موجود ہیں سب اس مضمون کو پھیلائیں ''واختلاف السنتکم والوانکم'' آدمی اپنے باپ کی نشانی کی عزت کرتا ہے اس کو دیکھ کر باپ کو یاد کر کے روتا ہے کہ یہ میرے ابا کی نشانی ہے۔ وہ بندہ کتنا نالائق ہے جو اللہ تعالیٰ کی نشانی کو جھگڑے کا ذریعہ بناتا ہے۔ ساری دنیا کے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں چاہے لندن کے ہوں، چاہے یوگنڈا کے ہوں، کالے گورے اللہ تعالیٰ بناتا ہے، خود نہیں بنتے، اللہ تعالیٰ پیدا کرنے والا ہے، رنگ وزبان کا اختلاف اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے جو

قرآن پاک کی کسی آیت پر ایمان نہ لائے وہ قرآن پاک کا انکار کرنے والا ہے۔

(ماخوذ از: ماہنامہ الابرار 2006ء)

زبانوں اور رنگوں کا اختلاف ذریعہ معرفت الٰہیہ ہے

16 صفر المظفر 1423ھ مطابق 27 اپریل 2002ء بروز ہفتہ بعد مغرب

اب ایک نئی بات سنو! جو شاید مجھ ہی سے سنو گے، ملاوی میں ایک رات دو بجے میری آنکھ کھل گئی تو کتا بھونک رہا تھا میں نے سوچا کہ کیا بات ہے کہ یہاں کا کتا بھی اسی زبان میں بھونکتا ہے جس زبان میں کراچی کا کتا بھونکتا ہے۔ کتے بلی اور تمام جانور ہر ملک کے ایک ہی طرح بولتے ہیں۔ انگلینڈ کا کتا یہ نہیں کہتا I am a dog اور انگلینڈ کی بلی یہ نہیں کہتی کہ I am a cat بلکہ ہر ملک کی بلی میاؤں ہی کہے گی۔ بنگلہ دیش کے ایک عالم نے مزاحاً کہا کہ بلی جو میاؤں کہتی ہے تو دراصل کہتی ہے کہ میں آؤں؟ یعنی دسترخوان پر کیا اکیلے اکیلے ٹھونس رہے ہو میں آؤں؟ لیکن انسانوں کی زبانیں ہر ملک اور ہر علاقہ کی مختلف ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ دل میں یہ آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اپنی معرفت کیلئے پیدا کیا ہے اس لئے ان کی زبانوں میں اختلاف کر دیا تا کہ اس اختلاف سے وہ مجھے پہچانیں کہ واہ رے میرے اللہ آپ کی کیا قدرت ہے کہ آپ نے کتنی زبانیں پیدا فرما دیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

"و من ایته خلق السموت والارض واختلاف السنتکم والوانکم"

(سورۃ الروم:22)

تمہارے اختلاف زبان اور اختلاف رنگ میں میری نشانیاں ہیں اور نشانیاں جانوروں کو نہیں دی جاتیں کیونکہ ان کے اندر معرفت الٰہیہ کی صلاحیت ہی نہیں ہے ورنہ انگلینڈ کی بلی انگریزی بولتی اور پاکستان کی بلی اردو بولتی اور بنگلہ دیش کا کتا بنگالی بولتا لیکن ساری دنیا کے جانور ایک ہی طرح بولتے ہیں، پاکستان کا گدھا اسی طرح بولے گا جس طرح انگلینڈ کا گدھا بولتا ہے اور انسانوں کو چونکہ اپنی معرفت کیلئے پیدا کیا اس

لئے ان کی زبان اور رنگ میں اختلاف کر دیا لیکن یہ ہماری نادانی ہے کہ ہم اس کو وجہ فضیلت بنالیں کہ ہم گورے ہیں تم کالے ہو۔ معلوم ہوا کہ زبان اور رنگ کا اختلاف لڑنے کیلئے نہیں اللہ کی معرفت ومحبت کیلئے ہے۔ اگر ابا اپنی کوئی نشانی دے تو بچے اس کو دیکھ کر ابا کو یاد کرتے ہیں یا آپس میں لڑتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ تو اختلاف السنہ و اختلاف الوان کو اپنی نشانی بتارہے ہیں اور ہم بجائے اپنے مالک کو یاد کرنے کے اس پر لڑر ہے ہیں اور اس کو اپنی اپنی فضیلت کا سبب بنارہے ہیں۔ اس لئے دوسری جگہ فرمادیا ''ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم '' (سورۃ الحجرات:13) تمہاری فضیلت اور کرامت زبانوں اور رنگوں پر نہیں ہے تقویٰ پر ہے جو جتنا زیادہ متقی ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اتنا ہی مکرم ہے۔ (ماخوذ از: ارشادات دردول)

زبان ورنگ سے بالاتر ایک بے مثل قوم

26 جمادی الثانی 1419ھ مطابق 16 اکتوبر 1998ء بروز جمعرات بعد مغرب

لٰہذا جو دین سے بے وفا ہو کر اور اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ گئے اور دوبارہ یہودی اور عیسائی ہو گئے تو کوئی فکر مت کرو ''فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ '' ہم عنقریب عاشقوں کی ایک قوم پیدا کریں گے جن سے ہم محبت کریں گے اور جو ہم سے محبت کرے گی اور قوم نازل فرمایا اقوام نازل نہیں فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ ساری کائنات میں جتنے لوگ اللہ سے محبت کرنے والے ہیں وہ سب ایک قوم ہیں۔ چاہے وہ ملاوی کا ہو یا پاکستان کا ہو، امریکہ کا ہو یا افریقہ کا ہو، کالا ہو یا گورا ہو، سارے عالم کے اللہ کے عاشق اور اللہ سے محبت کرنے والے سب ایک قوم ہیں۔ اگر اللہ کے عاشقوں میں بہت قومیں ہوتیں اور کالے گوروں کا فرق ہوتا تو اللہ لفظ قوم نازل نہ فرماتا، اقوام نازل کرتا کہ ہم اپنے عاشقوں کی اقوام نازل کریں گے لیکن ''فسوف یاتی اللہ بقوم '' فرمایا کہ پوری دنیا میں جتنے میرے عاشق ہوں گے وہ سب کے سب ایک قوم ہیں عاشقوں کی قوم الگ تھلگ نہیں ہوتی۔

اللہ تعالیٰ کے عاشق سب ایک قوم ہیں

البتہ محبت کی تعبیر کیلئے ان کی زبانوں میں اور رنگ میں اختلاف ہے یہ دلیل اختلاف قومیت کی نہیں ہے یہ اختلاف تعبیرات ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ مختلف زبانوں میں ہمارا نام لیا جائے اور مختلف رنگ کے لوگ ہمیں یاد کریں یہ ہمارا نظام ہے۔ اختلاف السنۃ اور اختلاف الوان یعنی زبان ورنگ کے اختلاف میں ہم نے اپنی نشانی اور اپنی قدرت کا تماشا دکھایا ہے کہ کوئی بنگالی بول رہا ہے کوئی انگریزی بول رہا ہے اور کوئی گجراتی بول رہا ہے۔ ”ومن ایتہ خلق السموت والارض واختلاف السنتکم والوانکم“ (سورۃ الروم: 22)

تمہارے رنگ اور کلر اور تمہاری زبانیں جو الگ الگ ہیں یہ میری نشانیاں ہیں لہٰذا اس سے یہ مت سمجھنا کہ ہمارے عاشقوں کی کئی قومیں ہیں۔ رنگ اور زبان کے اختلاف سے قوم کا مختلف ہونا لازم نہیں آتا جو ہم سے محبت کرتا ہے چاہے وہ کسی رنگ اور کسی زبان کا ہو ایک قوم ہے، ساری دنیا بھر کے عاشق ایک قوم ہیں لہٰذا آپ کو ملاوی مل جائے، افریقی مل جائے، ایشیاء کا مل جائے، انڈین مل جائے، گجراتی مل جائے لیکن وہ اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیار کرتا ہو تو اس سے معانقہ کرو، محبت کرو کہ واہ رے میرے پیارے ہم تم ایک برادری ہیں، یہاں کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں۔ سارے عالم کے عاشق خدا ایک قوم ہیں دلیل میں قرآن پاک کی آیت پیش کر رہا ہوں ملاوی کے علماء یہاں موجود ہیں جنوبی افریقہ کے علماء موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں ”فسوف یاتی اللہ بقوم“ میں ایک قوم پیدا کروں گا جس کی کیا شان ہوگی؟ ”یحبہم“ اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرے گا اور ”ویحبونہ“ اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ سے محبت کریں گے۔ تو اللہ تعالیٰ کے عاشقوں کی قوم کی پہلی علامت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے محبت فرمائیں گے اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ سے محبت کریں گے اور ”بقوم“ میں جو ”با“ داخل ہے یہ ”اتی یاتی“ جو لازم تھا اس کو متعدی

کررہا ہے۔ کیا مطلب ہوا؟ کہ ہمارے دیوانے خود سے نہیں بنتے، دیوانے بنائے جاتے ہیں۔ اس لئے یہ "با" یہ معنیٰ پیدا کررہا ہے کہ ہم لائیں گے اپنے عاشقوں کی ایک جماعت اور قوم جس کو ہم اپنا دیوانہ بنائیں گے ؎

محبت دونوں عالم میں یہی جا کر پکار آئی جسے خود یار نے چاہا اسی کو یادِ یار آئی

اللہ جس کی قسمت میں اپنا عشق اور اپنی محبت رکھتا ہے وہی اللہ کا دیوانہ ہوتا ہے جس کو اللہ پیار کرتا ہے وہی اللہ کو پیار کرتا ہے یہ بہت خوش نصیب لوگ ہیں یہ بڑی قسمت والے ہیں بادشاہوں کو یہ قسمت نصیب نہیں ہے، اگر اللہ کو بھولے ہوئے ہیں تو بادشاہ زندگی بھر اپنی بادشاہت میں پریشان ہیں، تاج شاہی سر پر ہے اور سر میں درد ہے ؎

شاہوں کے سروں میں تاج گراں سے درد سا اکثر رہتا ہے
اور اہل صفا کے سینوں میں اک نور کا دریا بہتا ہے

اللہ والوں کے سینوں میں نور کا دریا بہہ رہا ہے اور شاہوں کے سروں میں اپوزیشن کے ڈنڈے سے دردِ سر ہو رہا ہے۔ تاج شاہی سر پر اور خود سلطنت کی کرسی پر اور کرسی کے پیچھے سے اپوزیشن کے ڈنڈے کا فکر ہر وقت پریشانی میں مبتلا کئے ہوئے ہے۔

(ماخوذ از: اللہ کے باوفا بندے)

عاشقوں کی قومیت

9 رمضان المبارک 1418ھ مطابق 8 جنوری 1998ء بروز جمعرات بعد فجر دوران درس مثنوی ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آیت "یحبھم و یحبونہ" نازل کر کے بتا دیا کہ میں اپنے عاشقوں سے محبت کرتا ہوں اور یہ مجھ سے محبت کرتے ہیں لیکن "قدم اللہ تعالیٰ محبتہ علی محبتہ عبادہ لیعلموا انھم یحبون ربھم بفیضان محبتہ ربھم" اللہ نے اپنی محبت کو اپنے بندوں کی محبت سے پہلے بیان کیا تا کہ میرے بندے جان لیں کہ ان کو جو محبت میرے ساتھ ہے یہ میری ہی محبت کا فیض ہے ؎

محبت دونوں عالم میں یہی جا کر پکار آئی   جسے خود یار نے چاہا اسی کو یاد یار آئی

یہ آیت مرتدین کے مقابلہ میں نازل ہوئی کہ جو مرتد ہوئے یہ بے وفا تھے ان کو مجھ سے محبت نہیں تھی، یہ اہل محبت نہیں تھے اب انکے مقابلے میں ’’فسوف یاتی اللہ بقوم‘‘ نازل کررہا ہوں کہ میں ایک قوم عاشقوں کی پیدا کروں گا جن سے میں محبت کروں گا اور جو مجھ سے محبت کریں گے۔ معلوم ہوا کہ عاشقوں کا وجود اللہ تعالیٰ کی طرف سے فسوف یاتی اللہ کا ظہور ہے اور یہ سلسلہ قیامت تک رہے گا، آج بھی جو اللہ کی محبت میں مست ہو یا جو اپنے اللہ والے شیخ پر عاشق ہو تو سمجھ لو کہ یہ ’’فسوف یاتی اللہ بقوم‘‘ کا ایک فرد ہے۔ کون سی قوم؟ ’’یحبھم ویحبونہ‘‘ کی قوم یہ ایک قوم ہے، اپنے عاشقوں کو اللہ نے ایک قوم قرار دیا ہے۔ لہٰذا ہم سب ایک قوم ہیں اگرچہ کوئی پنجابی، کوئی بنگالی، کوئی ہندوستانی، کوئی فارسی، کوئی عربی ہو ہزاروں ملکوں کے ہوں، ہزاروں زبانوں کے ہوں مگر ہم مختلف اقوام ایک ہی قوم ہیں۔ معلوم ہوا قومیت ملکوں سے نہیں بنتی، معلوم ہوا قومیت رنگ و نسل اور زبانوں سے نہیں بنتی ملکوں علاقوں خاندان اور قبائل سے نہیں اللہ کے عشق سے قومیت بنتی ہے، عالم میں جتنے اللہ کے عاشق ہیں سب ایک قوم ہیں۔ اگر ہر ملک اور ہر علاقے کے عاشقان خدا الگ الگ قومیں ہوتیں تو اللہ تعالیٰ ’’فسوف یاتی اللہ باقوام‘‘ نازل فرماتے کہ ہم بہت سی اقوام پیدا کریں گے لیکن ’’فسوف یاتی اللہ بقوم‘‘ مفرد نازل کر کے بتادیا کہ سارے عالم کے عاشق ایک ہی قوم ہیں جو بھی اللہ کا عاشق ہے وہ ہماری قوم میں داخل ہے اور جو ان کا عاشق نہیں وہ ہماری قوم سے نہیں اگرچہ ہمارے وطن کا ہو، اگرچہ ہمارا قریبی رشتہ دار ہو، ہمارا خون، ہماری زبان، ہمارا ملک، ہمارا صوبہ، ہمارا علاقہ، ہماری قوم کا ہو۔ ہماری قوم اللہ کے عاشقین سے بنتی ہے اس قومیت کے اجزائے ترکیبی دو ہیں ایک ’’یحبھم‘‘ اور دوسرا ’’یحبونہ‘‘ یعنی جن سے اللہ محبت کرتا ہے اور جو اللہ سے محبت کرتے ہیں یہ قوم وہ ہے جس کو خالق اقوام نازل فرما رہا ہے۔ امریکہ، برطانیہ

اور دنیا بھر کے کافر اس قوم کو کیا جانیں، ان کی قومیت تو رنگ ونسل، ملک اور قوم اور زبانوں کے اختلاف کی بنیادوں پر بنتی ہے جس کا نتیجہ بغض ونفرت وعداوت ہے۔ پیدا کرنے والا جانتا ہے کہ قومیت کیا چیز ہے، جس نے ہم سب کو پیدا کیا اس کی بتائی ہوئی قومیت معتبر ہے یا ان کافروں کی بنائی ہوئی؟ اس قوم کی امتیازی شان رنگ ونسل زبان اور ملک نہیں ہے اس کی امتیازی شان ''یحبھم ویحبونہ'' ہے کہ یہ قوم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتے ہیں۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے پہلے ''یحبھم'' فرمایا کہ اللہ ان سے محبت کرتا ہے مگر کیسے معلوم ہو کہ اللہ ان سے محبت کر رہا ہے؟ ''یحبھم'' کی ''ھم'' کے افراد کو اب متعین نہیں کیا جا سکتا کیونکہ نزول وحی بند ہو چکا، اب جبرائیل علیہ السلام نہیں آ سکتے، نص قطعی سے تعین نہیں ہو سکتا کہ فلاں فلاں اشخاص سے اللہ کو محبت ہے پھر اللہ تعالیٰ کی محبت کے ادراک کا اب کون سا تھرمامیٹر ہے کون سی دلیل ہے کیونکہ محبت اپنے بندوں کے ساتھ مخفی ہے لیکن اللہ کے بندوں کی محبت اللہ کے ساتھ تو ظاہر ہے ؎

عشق من پیدا و دلبر ناپدید

میرا عشق تو ظاہر ہے لیکن میرا محبوب پوشیدہ ہے میرا عشق یعنی وضو کرنا نماز پڑھنا روزہ رکھنا طواف کرنا جہاد کرنا سر کٹانا سب ظاہر ہے مگر محبوب پوشیدہ ہے ؎

در دو عالم ایں چنیں دلبر کہ دید

دونوں عالم میں ایسا محبوب دکھاؤ کہ جس کو دیکھا بھی نہیں لیکن ایک ہی دن میں ستر شہید احد کے دامن میں لیٹے ہوئے ہیں۔ اسی طرح آج بندوں کی محبت تو میرے ساتھ ظاہر ہو رہی ہے لیکن اے دنیا والو! ''یحبھم'' کا علم تمہیں کیسے ہوگا تم کیسے جانو گے کہ میں بھی ان سے محبت کرتا ہوں کیونکہ نزول وحی بند ہو چکا لہٰذا آگے دلیل موجود ہے ''ویحبونہ'' جو لوگ مجھ سے محبت کر رہے ہیں تو سمجھ لو کہ میں بھی ان سے محبت کر رہا ہوں جس پر ''یحبونہ'' کے آثار دیکھو تو سمجھ لو کہ یہ میری ہی محبت کا فیضان

ہے۔ ”یحبهم ویحبونه “ اللہ تعالیٰ نے مضارع نازل فرما کر بتادیا کہ میرے عاشق حال میں بھی میرے باوفا رہیں گے۔ یہی آیت دلالت کرتی ہے کہ اہل محبت کی صحبت میں رہنا چاہیے تا کہ اللہ تعالیٰ کی دائمی وفاداری حاصل ہوجائے۔

اور اس آیت کا نزول سارے عالم کے عاشقوں میں رابطہ اور محبت میں اضافہ کا ضامن ہے کیونکہ جب ان کو معلوم ہوگا کہ ہم سب ایک قوم ہیں تو ہر قوم اپنی قوم کو محبوب رکھتی ہے۔ جن بچوں کو معلوم ہو کہ ہم ایک باپ کی اولاد ہیں ان میں آپس میں محبت ہوتی ہے اور جن کا تعلق باپ سے کمزور ہوتا ہے انہیں کی آپس میں لڑائی ہوتی ہے جو اللہ کی محبت سے محروم ہیں وہی آپس میں لڑتے ہیں اور اہل محبت چونکہ سمجھتے ہیں کہ ہم ایک قوم ہیں، ایک جان ایک قالب ہیں اسی لئے ان کے قلب اور قالب پر اللہ کی محبت غالب ہے، ایک قوم ہونے کے احساس سے محبت میں خود بخود اضافہ ہوجاتا ہے۔ سارے عالم میں کسی ملک کسی علاقہ کا کوئی اللہ والا پایا جاتا ہے تو ہر اللہ والا اس کی محبت محسوس کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ کے عاشقوں میں کبھی لڑائی نہیں ہوتی ایک عاشق دوسرے عاشق سے مل کر مست ہوجاتا ہے کیونکہ یہ ”فسوف باتی اللہ بقوم“ کا فرد ہے ؎

یوں تو ہوتی ہے رقابت لازماً عاشق میں
عشق مولیٰ ہے مگر اس تہمت بد سے بری

بتائیے! کیا یہ علوم اختر پر اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم نہیں ہے کہ قرآن پاک کی آیات سے تصوف کے مسائل کا استخراج و استنباط ہو رہا ہے اور آج زندگی میں پہلی بار ”بحبهم ویحبونه“ سے عاشقوں کا ایک قوم ہونا اللہ تعالیٰ نے قلب پر منکشف فرمایا اور میرا دل کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اختر کو اس علم میں خاص فرمایا شاید ہی کسی کا ذہن اس طرف گیا ہو کہ اللہ کا ہر عاشق خواہ کسی ملک کسی علاقے کسی رنگ کسی نسل کا ہو یہ سب ایک قوم میں داخل ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ”فسوف یاتی اللہ بقوم“

نازل فرمایا "باقوام" نازل نہیں فرمایا۔ قرآن پاک کے علوم غیر محدود ہیں جب صاحب کلام غیر محدود ہے تو اس کے کلام کے لطائف اور خوبیاں کیسے محدود ہوں گی، غیر محدود ذات کی ہر صفت بھی غیر محدود ہوتی ہے اور یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہیے کہ یہ تفسیر نہیں بلکہ اسرار و لطائف قرآنیہ ہیں۔ (ماخوذ از: انعامات ربانی)

خاندان وقبائل کا مقصد تعارف ہے نہ کہ تفاضل وتفاخر

3 ربیع الاول 1414ھ مطابق 22 اگست 1993ء بروز اتوار صبح 11 بجے

آج حضرت والا نے مجلس کے دوران یہ آیت پڑھی: "اناخلقناکم من ذکروانثی وجلعناکم شعوباً وقبائل لتعارفوا" (سورۃ الحجرات: 13)

حق سبحانہٗ وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم نے تم کو ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا یعنی بابا آدم علیہ السلام اور مائی حوا علیہا السلام سے "وجعلناکم شعوباً وقبائل" اور ہم نے تم کو مختلف خاندانوں میں تقسیم کر دیا لیکن یہ تقسیم تفاخر کیلئے نہیں بلکہ اس کا مقصد ہے 'لتعارفوا' تاکہ تم کو ایک دوسرے کا تعارف حاصل ہو سکے لیکن ہم لوگوں نے بجائے تعارف کے تفاضل اور تفاخر شروع کر دیا۔ جو پٹیل ہے وہ کہتا ہے کہ ہمارے مقابلہ میں سب گھٹیل ہیں یعنی گھٹیا ہیں کوئی لسبات ہے کوئی گنگات ہے، اس آیت سے یہ مسئلہ نکلا کہ اپنے خاندان پر، اپنی برادری پر، اپنے القاب پر فخر کرنا نادانی ہے، جو مقصد تعارف کے خلاف ہے۔ اس وقت مجھے بس یہ تھوڑی سی نصیحت کرنی ہے کہ "لتعارفوا" کا خیال رکھیے۔ تفاخر وتفاضل جائز نہیں کیونکہ تفریق شعوب وقبائل سے اللہ تعالیٰ کا مقصد یہ ہے کہ آپس میں ایک دوسرے سے تعارف ہو جائے کہ فلاں خاندان سے ہے وہ فلاں قبیلہ سے ہے۔ خاندان وقبائل سبب عزت وشرف نہیں ہیں، پھر عزت وشرف کس چیز میں ہے؟ آگے ارشاد فرماتے ہیں "ان اکرمکم عنداللہ اتقکم" اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک معزز وہ ہے جو زیادہ تقویٰ اختیار کرتا ہے، جو جتنا زیادہ متقی ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اتنا ہی زیادہ معزز ہے۔ (ماخوذ از: معارف ربانی)

جنت میں کوئی صوبہ نہیں

17 محرم الحرام 1426ھ مطابق 27 فروری 2005ء بروز اتوار

خانقاہ میں امریکہ، کینیڈا، برطانیہ، فرانس، ری یونین، بنگلہ دیش، برما، ہندوستان وغیرہ کئی ملکوں کے لوگ جمع تھے جو اپنی اصلاح کیلئے حضرت والا کی خدمت میں آئے ہوئے تھے۔ اسی طرح پاکستان کے کئی صوبوں کے لوگ بھی تھے، ان کو دیکھ کر حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ اسلام کی حقانیت کی ایک بڑی دلیل ہے کہ کالے، گورے، سانولے ہر رنگ کے آدمی جمع ہو گئے اور یہاں رنگ اور زبان کی کوئی تفریق نہیں کیونکہ جنت میں کوئی ملک اور کوئی صوبہ نہیں ہے، نہ وہاں فرانس ہے نہ امریکہ نہ ہندوستان نہ بنگلہ دیش نہ پنجاب نہ سندھ نہ بلوچستان لہٰذا جن کو جنت میں جانا ہے ان کے دل میں عصبیت نہیں ہوتی۔ یہی علامت ہے کہ یہ جنتی لوگ ہیں اور جنت میں سب کی زبان عربی ہوگی اور جو عربی نہیں پڑھا ہوگا اللہ تعالیٰ اس کو سکھا دیں گے، ہر جنتی عربی بولے گا، وہاں قومیت، صوبائیت، لسانیت نہیں ہوگی کہ پنجابی پنجابی بول رہا ہے، سندھی سندھی بول رہا ہے، گجرات کا گجراتی بول رہا ہے، وہاں سب عربی بولیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: **"وجبت محبتی للمتحآبین فی والمتجالسین فی والمتزاورین فی والمتباذلین فی" (موطا مالک، باب ماجآء فی المتاحبین فی)**

میری محبت ان لوگوں کیلئے واجب ہوجاتی ہے جو میری وجہ سے آپس میں محبت رکھتے ہیں ان کی آپس میں محبت کا سبب میں ہوں، نہ رشتہ داری، نہ قرابت داری، نہ بزنس پارٹنری کسی قسم کا رشتہ نہیں، نہ ملکی، نہ علاقائی، نہ لسانی کوئی انگریزی بول رہا ہے، کوئی عربی بول رہا ہے کوئی اردو مگر میری وجہ سے ایک دوسرے سے محبت کر رہے ہیں تو ان کو اپنی محبت عطا کرنا میرے ذمہ واجب ہو جاتا ہے ؎

میں ڈھونڈتا ہوں تجھ کو محبت کہاں ہے تو

اک قلب شکستہ ترے قابل لئے ہوئے

قیامت کے دن اعلان ہوگا"این المتحابون فی" کہاں ہیں وہ لوگ جو دنیا میں میری وجہ سے آپس میں محبت کرتے تھے، ان کی زبان ایک نہیں تھی، علاقے ایک نہیں تھے، قومیت ایک نہیں تھی، خاندان ایک نہیں تھا لیکن صرف میری وجہ سے ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے وہ لوگ میرے عرش کے سائے میں آجائیں، تو معلوم ہوا کہ اہل جنت کو جنت میں عرش اعظم کی چھت کا جو سایہ ملے گا اللہ کیلئے آپس میں محبت کرنے والوں کو وہ سایہ میدان محشر ہی میں مل جائے گا اور ان کا کوئی حساب نہیں ہوگا۔

زبان اور رنگ......اللہ تعالیٰ کی دو عظیم الشان نشانیاں

11 محرم الحرام 1421ھ اپریل 2000ء بروز اتوار بعد نماز مغرب

اللہ تعالیٰ نے آج ایک علم عظیم عطا فرمایا کہ کسی زبان کو دل سے حقیر سمجھنا یا زبان سے ظاہر کرنا اس میں خوف کفر ہے۔ چنانچہ تھانہ بھون میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص کا خط پڑھا جو بنگال سے آیا تھا جس میں لکھا تھا کہ ہم بہت ہانستا ہے اس کا علاج بتائیے۔ حضرت کی مجلس میں ایک صاحب نے کہا کہ یہ بنگالی معلوم ہوتا ہے، حضرت نے فرمایا کہ تمہارے اس جملے سے حقارت کی بو آرہی ہے کہ تم نے اہل بنگال اور انکی زبان کو حقیر سمجھا لہٰذا تم جا کر دوبارہ کلمہ پڑھو اور دو رکعت نماز توبہ پڑھو۔ لہٰذا زبان کو حقیر سمجھنا اس لئے حرام ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے"واختلاف السنتکم والوانکم" اے دنیا والو! تمہاری زبانوں اور تمہارے رنگوں کا اختلاف میری نشانی ہے اور نشانی سے پہچان ہوتی ہے یعنی تمہاری زبانوں اور رنگوں کا اختلاف میری معرفت کا ذریعہ ہے۔

لہٰذا کسی زبان کو یا کسی رنگ کو مثلاً کالوں کو حقیر سمجھنا اس میں اندیشہ کفر ہے، ایک شخص کسی بونے کو دیکھ کر ہنسنے لگا تو اس نے کہا کہ پیالے پر ہنس رہے ہو یا کمہار پر، پیالہ پر ہنسنا، پیالہ بنانے والے پر ہنسنا ہے، کسی کی بنائی ہوئی چیز کا مذاق اڑانا گویا کہ

بنانے والے کا مذاق اڑانا ہے۔

اس آیت کے ذیل میں مجدد زمانہ حکیم الامت کا مذکورہ بالا عمل ہماری تائید کرتا ہے، ہر انسان خواہ کسی رنگ کا ہو اور کسی زبان کا ہو اس میں ولی اللہ بننے کی صلاحیت موجود ہے، ایمان لے آئے اور تقویٰ اختیار کرے ولی اللہ ہو گیا لہٰذا عقلاً بھی کسی کو حقیر سمجھنا جائز نہیں لیکن زبانوں کے بارے میں غیر شعوری طور پر شیطان حقارت ڈال دیتا ہے۔ اس کا خاص دھیان رکھنا چاہیے کہ کسی کی حقارت دل میں نہ آنے پائے۔ مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

نہ کوئی راہ پا جائے نہ کوئی غیر آ جائے
حریم دل کا احمد اپنے ہر دم پاسباں رہنا

(ماخوذ از: خزائن شریعت وطریقت)

عصبیت کفر کی نشانی ہے

24 جمادی الثانی 1424ھ مطابق 23 اگست 2003ء بروز ہفتہ بعد ظہر

حضرت والا نے عبدالمتین صاحب سے فرمایا کہ بنگلہ زبان میں اس کا ترجمہ کرو، بنگلہ دیش سے پندرہ حضرات حضرت والا کے ساتھ عمرہ ادا کرنے کی سعادت حاصل کرنے کیلئے آئے ہوئے تھے۔ ترجمہ کے بعد فرمایا کہ دیکھو! بنگلہ زبان سے سب کو مزہ آیا یہ کس وجہ سے ہوا؟ اس لئے کہ ایمان دل میں اتر گیا۔ اگر عصبیت اور نفسانیت ہوتی تو مزہ نہ آتا، اسی لئے ہمارے دوست آپس میں بہت محبت رکھتے ہیں، ہم سب ایک امت ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر زبان کے نبی ہیں۔ بنگلہ دیشی، ہندوستانی، پاکستانی، برطانوی، افریقی، امریکی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب کے نبی ہیں۔ مختلف زبانیں رکھنے والوں کا نبی ایک ہی ہے، اس لئے ہم سب ایک ہیں۔ جب ہمارا اللہ ایک ہے اور ہمارا رسول ﷺ ایک ہے تو ہم سب ایک ہیں، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ہم سب کو ایک قوم فرمایا ہے: ''من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی

اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ"(**سورۃ المائدۃ:54**)

تم میں سے جو مرتد ہو جائیں گے ان کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ ایک قوم پیدا کرے گا جن سے اللہ محبت کرے گا اور جو اللہ سے محبت کریں گے۔ اللہ نے قوم نازل فرمایا اقوام نازل نہیں فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے عاشقین سب ایک قوم ہیں چاہے وہ عربی ہوں یا عجمی ہوں، گورے ہوں یا کالے ہوں، چاہے وہ عربی بولتے ہوں یا انگریزی بولتے ہوں، بنگلہ بولتے ہوں یا اردو بولتے ہوں، چاہے کوئی زبان بولتے ہوں لیکن اللہ سے محبت رکھنے والے سب ایک قوم ہیں، ایک امت ہیں۔

اس لئے اختلاف زبان اور اختلاف رنگ سے خود کو ایک دوسرے سے برتر یا کمتر سمجھنا کفر ہے، فرض کرلو کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت ہمارے درمیان آجائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو عربی میں بولیں گے لیکن ہر زبان میں ایک ترجمان بنائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ترجمہ ہر زبان میں ہوگا، معلوم ہوگا کہ ہر زبان ہماری ہے، اسی طرح ایک عالم دین کو دوسروں تک دین پہنچانے کیلئے ہر زبان کا ترجمان چاہیے، اس لئے زبانوں سے نفرت مت کرو، زبانوں سے نفرت میں بوئے کفر آتی ہے، ہر زبان کو اللہ نے اپنی نشانی فرمایا ہے"**واختلاف السنتکم والوانکم**" زبانوں کا اختلاف اور تمہارے رنگوں کا اختلاف اس میں ہماری نشانیاں ہیں، اللہ کی نشانی کو حقیر سمجھنا، اس سے نفرت کرنا کفر ہے، زبان سے نفرت کرنا اور رنگ سے نفرت کرنا کہ یہ کالا ہے وہ گورا ہے یہ سب کفر کی باتیں ہیں، کوئی رنگ ہو اور کوئی زبان ہو، انگریزی ہو، فارسی ہو، عربی ہو، بنگالی ہو، اردو ہو، پشتو ہو سب اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں، اس لئے اللہ کی نشانی کو حقیر سمجھنا، ذلیل سمجھنا، کمتر سمجھنا کفر ہے۔

پس عصبیت اور صوبائیت کہ یہ فلاں ہے، وہ فلاں ہے اس لئے فلاں فلاں سے بہتر ہے یہ کفر کی نشانی ہے اور جنت سے محرومی کی علامت ہے، جو لوگ جنت میں جانے والے ہیں، وہ عصبیت سے پاک ہوتے ہیں کیونکہ جنت میں رنگوں کا اور

زبانوں کا اختلاف نہیں ہے، جنت میں کوئی صوبہ نہیں ہے، جنت میں سب کی زبان عربی ہوگی، سب عربی بولیں گے، اب کوئی کہے کہ ہم تو عربی نہیں جانتے ہیں کیونکہ ہم عربی پڑھے ہوئے نہیں ہیں تو جواب یہ ہے کہ وہاں اللہ سکھادے گا، جنت کی نعمتوں کا استعمال کرنے کا طریقہ اللہ الہام فرمادے گا، جنت کی نعمتیں ایسی ہیں: "**مالا عین رات ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر**"

(صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب ماجاء فی صفة الجنة)

کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھیں، نہ کسی کان نے سنیں، نہ کسی قلب پر اس کا خیال گزرا لیکن جب اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا تو جنت یاد بھی نہ رہے گی کہ جنت کدھر ہے اور جنت کی حوریں کہاں ہیں، اللہ تعالیٰ کی زیارت میں ایسا مزہ آئے گا ؎

وہ سامنے ہیں نظام حواس برہم ہے
نہ آرزو میں سکت ہے نہ عشق میں دم ہے

اللہ تعالیٰ ہم سب کو بلد الامین کی برکت سے اور کعبہ شریف کی برکت سے جنتی ہونا مقدر فرمادیں، جنت میں دخول اولین نصیب فرمادیں۔ دوزخ میں سزا پاکر جانے سے اللہ بچائے، جنت نصیب فرمائے اور جنتی اعمال کی توفیق دے اور اللہ جہنم سے بچائے اور اعمال جہنم سے بھی بچائے اور اللہ ہماری نالائقیوں کو، کوتاہیوں کو، خطاؤں کو معاف فرمادے اللہ اپنی رحمت سے ہمیشہ خوشی دکھائے اور غم سے بچائے۔ بلا استحقاق اپنے فضل اور رحمت محضہ سے ولایت کا اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرمادے، ہم لوگوں کو بھی، ہمارے بچوں کو بھی، ہمارے گھر والوں کو بھی اور جو ہمارے دوست احباب یہاں نہیں ہیں انکو بھی نصیب فرمادیجئے اور سارے مسلمانوں کے حق میں میری دعا قبول فرمالیجئے اور تمام کافروں کو بھی آپ ایمان عطا فرما کر ولی کامل بنادیجئے، اپنی رحمت سارے عالم پر برسا دیجئے، مچھلیوں کو پانی میں، جانوروں کو جنگلوں میں اور پرندوں کو فضاؤں میں عافیت عطا فرمائیے، سارے عالم پر رحمت کی بارش برسادیجئے۔

”وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه محمد واله وصحبه اجمعین برحمتک یاارحم الراحمین“ (ماخوذ از: سفرنامہ حرمین شریفین)

(بحوالہ: قومیت وصوبائیت اور زبان ورنگ کے تعصب کی اصلاح۔ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ)

☆……☆……☆

ماہنامہ ”الخیر“ خیر، بھلائی، محبت اور امن کا ذریعہ

نام رسالہ: ماہنامہ الخیر ملتان پاکستان

جمادی الاخریٰ 1428ھ جون 2008ء

بیاد: استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد جالندھری نور اللہ مرقدہ

روز بروز فرقہ واریت کی بڑھتی آگ کو ہر مسلک سے تعلق رکھنے والا ذی فہم شخص ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھ رہا ہے کیونکہ اس سے امت کا شیرازہ بالکل ہی بکھر چکا ہے اور اب عالم یہ ہے کہ اس کی وجہ سے گھروں کے گھر اور خاندانوں کے خاندان ٹوٹ رہے ہیں ایک بھائی دوسرے بھائی کے ساتھ دست وگریباں ہے۔ جامعہ خیر المدارس کا ترجمان ماہنامہ ”الخیر“ ایک معروف جریدہ ہے جو کہ دیگر چند رسائل کی طرح اصلاح بین الامت اور فرقہ واریت کی آگ کو بجھانے کی کوشش کر رہا ہے چہ جائیکہ یہ کوشش آتش نمرود کے دھکتے الاؤ کے مقابلے میں ننھے ابابیل کی چونچ میں ایک قطرے کی مانند ہے لیکن فرقہ واریت کو مٹا کر باہم محبت کی فضا قائم کر کے امن پھیلانے اور امت پناہ پیدا کرنے والوں میں اس رسالے کا بھی نام آ گیا ہے اللہ بہت قبول فرمائے۔ آمین! از مرتب

اسلام کا پیغام

شاعر اسلام: حضرت سید امین گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

صلح و امن صبر و تسلیم و رضا دیتا ہوں میں
جو یہ جوہر لے اسے انسان بنادیتا ہوں میں
نوع انسان سے محبت کی اگر ہے آرزو
دیدۂ پرنم دل درد آشنا دیتا ہوں میں
آہ! کیا تھے اور اب کیا ہوگئے افسوس ہے
اپنی صورت دیکھ لو تم! آئینہ دیتا ہوں میں
قافلے والو! پھروگے کب تک آخر در بدر
اس طرف آؤ کہ منزل کا پتہ دیتا ہوں میں

(بحوالہ: ماہنامہ الخیر جون 2008ء۔ ص: 16)

ooo

اکابرین کا سنگین اختلاف میں پیغام محبت

"ماہنامہ الخیر" جامعہ خیر المدارس ملتان کا معروف مجلہ ہے اس وقت حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری حفظہ اللہ مدیر اعلیٰ ہیں۔ حضرت مولانا محمد عبدالمعبود صاحب راولپنڈی اس ماہنامہ میں اکابر کی وسعتِ ظرفی کے عنوان سے رواداری اور باہمی محبت کا سبق اپنی تحریر میں کچھ یوں دیتے ہیں۔ از مرتب!

"مجلہ الخیر" بحمد اللہ باقاعدگی سے وصول ہورہا ہے اور بزرگانِ دین کے زریں اقوال سے مستفید ہورہا ہوں، مارچ اور اپریل اور مئی کے اداریے پڑھے ان پر ردعمل

بھی سامنے آیا لیکن میرے خیال میں مدافعت کا عنصر غالب نظر آیا کسی مقتدر شخصیت کی کردار کشی کا ارتکاب تو ندارد، بایں ہمہ جناب والا نے نہایت متانت، سنجیدگی اور خوش اسلوبی سے مفصل و مدلل جواب ارقام فرمایا اگر آپ کی پیش کردہ تجاویز سے بعض احباب کو اختلاف ہو تو مذموم نہیں محمود ہوتا ہے اگر آپ کے خیالات سے کچھ حضرات کی ہم آہنگی نہ پائی جاتی ہو تو یہ کوئی تعجب انگیز بات نہیں ہر ایک آدمی کا اپنا موقف اور نظریہ ہوتا ہے۔

لیکن دیکھنا یہ ہے کہ ہم سب کی ''نسبت بڑی عالی'' ہے جن مشائخ اور اکابر سے ہمارا روحانی، علمی اور قلبی تعلق وابستہ ہے اور جن پاک باز اور مقدس صفات ہستیوں کے دامن سے ہم وابستہ ہیں ایسے حالات میں ان کا تابناک کردار کیا تھا؟

ان پر حاسدین اور معاندین نے کیسی کیسی الزام تراشیاں کیں ان کی تکفیر جیسے انتہائی سنگین جرم کے مرتکب ہوئے ان پر بے بنیاد اور جھوٹے الزام لگائے گئے لیکن ان قدسی صفات بزرگوں نے جس مثالی صبر و تحمل برداشت، سنجیدگی اور اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کیا وہ دنیا پر آشکارا ہے۔

اختلاف رائے تاریخ کا ایک جزولاینفک ہے ان پاک باز، پاک طینت اکابر کے مابین سیاسی نوعیت کے بھی سنگین اختلافات رونما ہوئے مگر انہوں نے ایک دوسرے کی عزت نفس، مرتبہ و مقام اور ادب و احترام کو ہمیشہ ملحوظ رکھا کسی فریق کی تنقیص اور توہین آمیز ریمارکس اور ان کی شان سے فروتر الفاظ کبھی بھی نوک زبان پر نہیں لائے۔

ان کے ایسے چند فکر انگیز اور نصیحت آموز واقعات بطور یاددہانی کے پیش خدمت ہیں۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ پر کفر کا اعتراض

حکیم الامت، مجدد الملت حضرت شاہ اشرف علی تھانوی قدس سرہ جون پور میں ایک جلسہ سے خطاب کر رہے تھے کہ چار اعتراضات پر مشتمل ایک خط موصول ہوا۔ (۱) آپ جولاہے ہیں (۲) جاہل ہیں (۳) کافر ہیں (۴) سنبھل کر بیان کرنا۔

حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے اشتعال میں آنے یا جذبات کی رو میں بہہ جانے یا غضبناک ہونے کے بجائے ارشاد فرمایا کہ (۱) میں یہاں کوئی رشتہ ناطہ کرنے نہیں آیا کہ میری قومیت کو پرکھا جائے نیز جولاہا ہونا کوئی عیب کی بات بھی نہیں۔

(۲) البتہ میں اقرار کرتا ہوں کہ میں جاہل ہوں بلکہ اجہل ہوں لیکن جو کچھ اپنے بزرگوں سے سنا ہے اسی کو نقل کرتا ہوں۔

(۳) اور کافر ہونے کا کہا ہے کہ اس میں قتل وقتال کی حاجت نہیں سب کے سامنے پڑھتا ہوں "اشھدان لا الہ الا اللہ واشھدان محمدرسول اللہ"

(۴) سنبھل کر بیان کرنا! تو میری عادت چھیڑ چھاڑ کی نہیں کسی کی دل آزاری یا فساد پیدا نہیں کروں گا۔ (ملخصاً اشرف السوانح ج1، ص:72)

حضرت تھانوی اور حضرت مدنی رحمہا اللہ کے سنگین سیاسی اختلافات

مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ دو مختلف سیاسی مکتبہ فکر سے تعلق رکھتے تھے اور دونوں بزرگان دین کے سیاسی رجحانات میں زمین وآسمان کا فرق تھا مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اس امر کے متعلق اعتراف کرتے ہوئے ایک خط تحریر فرمایا: "حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے ہمارا سیاسی اختلاف ہے اور بہت زیادہ اختلاف ہے"

مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے میں "ہندوستان کی آزادی کے بارے میں غیر مسلم جماعتوں سے اشتراک نہ صرف جائز بلکہ ضروری ہے"۔

اسکے برعکس مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ہندو مسلم اتحاد کو بے معنی، سطحی اور پرفریب سمجھتے تھے۔ (مولانا اشرف علی تھانوی اور تحریک آزادی ص72)

کانگریس کے بارے میں دونوں زعماء متضاد رائے رکھتے تھے جہاں ایک طرف مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کانگریس میں مسلمانوں کی شرکت کو ان کی دینی موت قرار دیتے تھے وہاں دوسری طرف مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کھلم کھلا اپنے آپ کو

کانگریس کا حامی ہونے کا اعلان فرماتے اور کانگریس کو ملک کی ''مشترکہ جماعت '' قرار دیتے تھے۔ (ایضاً تحریک آزادی ص74)

لیکن ان تمام نظریات اختلاف نے دونوں زعماء کے ذاتی تعلقات میں کوئی فرق نہ آنے دیا دونوں نے اختلاف کے باوجود شائستگی اور وقار کے دامن کو ہاتھ سے نہ چھوڑا اس کا اندازہ دونوں کے خطوط اور ملفوظات پڑھ کر بخوبی ہوسکتا ہے۔

مولانا عبدالماجد دریا آبادی رحمۃ اللہ علیہ 1928ء میں مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ تھانہ بھون تشریف لے گئے مولانا دریا آبادی رحمہ اللہ کے اپنے الفاظ ہیں ''مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا استقبال تپاک اور التفات سے کیا''۔

مولانا دریا آبادی رحمہ اللہ اپنی باطنی اور روحانی اصلاح کیلئے ایک مرشد کی تلاش میں تھے اور اس سلسلہ میں ان کی نگاہِ انتخاب مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ پر پڑی، بالآخر صلاح ومشورہ کے بعد دریا آبادی نے حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کرلی، بیعت کے بعد مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے دریا آبادی کو ایک خط لکھا جو ظاہر کرتا ہے کہ سیاسی اختلاف کے باوجود دونوں حضرات ایک دوسرے کا احترام کس قدر کرتے تھے؟

مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا'' آپ تو خانقاہ (اشرفیہ) پہنچ گئے ہیں خداوند تعالیٰ وہاں کی حاضری کو باعثِ غیر متناہیہ کرے، میں نے حسب ارشاد حضرت مولانا تھانوی دامت برکاتہم اور آپ حضرت کے ارشاد پر اس وقت بیعت کرلی تھی مگر حقیقت یہ ہے کہ میں اپنی بدحالی، روسیاہی اور ناکامی پر بہت زیادہ گریاں ہوں اور سخت شرمندہ ہوں اللہ تعالیٰ نے آپ کو مولانا دامت برکاتہم کے دربار میں پہنچادیا مولانا کو آپ اور آپ کو مولانا سے انس پیدا ہوگیا ہے اب ضروری اور مناسب ہے کہ آپ مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کرلیں۔

یہ تھے ہمارے اکابر کہ باوجود سیاسی شدید اختلاف کے ایک دوسرے کا احترام اور اکرام ہر حال میں ملحوظ رکھتے تھے۔

مفتی محمود رحمہ اللہ اور اعتراضات کی بوچھاڑ

وہ حیرت افزا اور فکر انگیز منظر آج بھی راقم آثم کی آنکھوں کے سامنے ہے جب مرکز رشد و ہدایت شیرانوالہ لاہور کی مسجد میں جملہ عمائدین و قائدین جمعیت تشریف فرماتے تھے اور ملک بھر سے آئے ہوئے عہدیداران جمعیت سے مسجد کھچا کھچ بھری ہوئی تھی ہمارے مقتداء و پیشوا جمعیت علمائے اسلام کی روح رواں حضرت اقدس مفتی محمود قدس سرہ منبر پر رونق افروز ہیں قبل اس کے کہ حضرت کچھ گوہر افشانی فرمائیں حاضرین کی طرف سے اعتراضات کی بوچھاڑ ہوگئی، بیک وقت کئی کئی صاحب جبہ و دستار تند و تیز لہجہ میں حضرت سے مخاطب تھے اور یہ سلسلہ دیر تک جاری رہا۔

لیکن حضرت اقدس جناب مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ انتہائی طمانیت اور خندہ پیشانی سے سب کچھ سنتے رہے اور دیکھتے رہے، نہ تو وہ آگ بگولہ ہوئے نہ تلملائے اور نہ ہی کسی کو ''منہ بند'' کرنے کا الٹی میٹم دیا۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اشتعال میں آنے یا جذبات کی رو میں بہہ جانے کی بجائے ضبط و برداشت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا اور یہی صبر و تحمل اور عالی ظرفی حضرت کو اپنے اکابر سے ورثہ میں ملی تھی۔

اور یہ اس زمانہ کا واقعہ ہے جب جمعیت علماء اسلام کا طوطی پورے ملک میں بولتا تھا اور سد سکندری کی طرح شکست و ریخت سے محفوظ تھی جبکہ آج تو کتنے ہی انڈے بچے معرض وجود میں آچکے ہیں؟۔

(بحوالہ: ماہنامہ الخیر جون 2008۔ ص: 47 تا 50)

☆......☆......☆

مخالفین سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حسن سلوک

نام رسالہ: ماہنامہ الخیر ملتان پاکستان
جمادی الاولیٰ 1429ھ۔ مئی 2008ء
بیاد: استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد جالندھری نور اللہ مرقدہ
جامعہ خیر المدارس اورنگ زیب روڈ، ملتان، پاکستان
مدیر اعلیٰ الخیر اور مہتمم جامعہ خیر المدارس مولانا محمد حنیف
جالندھری حفظہ اللہ درس حدیث کے تحت حسن اخلاق کے عنوان
سے خوش کلامی، باہمی محبت اور میٹھے اخلاق کا سبق کچھ ان الفاظ
میں دیتے ہیں۔ از مرتب!

خوش کلامی دلوں کو مسخر کر لیتی ہے اور یہ ہمیشہ فتح و کامرانی کا پیش خیمہ ہوتی ہے جبکہ اس کے مقابلے میں بدکلامی سے بنی ہوئی بات بگڑ جاتی ہے۔

(1) احادیث مبارکہ میں ایک بدو کا واقعہ مذکور ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور پھر کچھ ہی دیر بعد جب انہیں قضائے حاجت کی ضرورت محسوس ہوئی تو مسجد ہی کے احاطے میں پیشاب کرنے لگے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اسے روکنا چاہا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اس سے منع فرمایا اور بعد میں جب وہ فارغ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بلایا اور پیار سے سمجھایا کہ یہ مساجد قضائے حاجت کیلئے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کی عبادت کیلئے ہیں چنانچہ اس خوش اطواری کا اس بدو پر خوشگوار اثر مرتب ہوا اور انہوں نے اپنے علاقے میں واپس جا کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف کی۔

(2) حضرت انس رضی اللہ عنہ جنہیں تقریباً دس سال تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کا شرف حاصل رہا، فرماتے ہیں کہ "اتنے طویل عرصے میں کبھی آپ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اف تک نہیں کہا، نہ ہی مجھے جھڑکا کہ یہ کام کیوں کیا؟ اور نہ کسی بات پر ڈانٹا کہ یہ کیوں نہیں کیا؟''۔

(3) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن اخلاق کا اندازہ اس واقعہ سے بھی ہوتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ یہودیوں کی ایک جماعت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی اور آتے ہی بجائے ''السلام علیکم'' کے ''السام علیکم'' کہا جس کا معنی یہ بنتا ہے کہ ''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر موت ہو'' (نعوذ باللہ) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب میں صرف اتنا کہا ''وعلیکم''۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جو اس گستاخانہ جملے کو سن چکی تھیں انہوں نے سختی سے جواب دیتے ہوئے کہا ''وعلیکم السام واللعنة'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعد میں بڑے پیار سے آپ رضی اللہ عنہا کو سمجھایا ''یاعائشة ان اللہ یحب الرفق فی الامر کله'' کہ اللہ تعالیٰ ہر کام میں نرمی کو پسند فرماتے ہیں لہٰذا تمہیں بھی نرمی اختیار کرنی چاہیے سختی مناسب نہیں تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا آپ ﷺ نے سنا نہیں کہ انہوں نے کیا کہا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یقیناً میں نے سن لیا تھا اور آپ رضی اللہ عنہا نے میرا جواب بھی سن لیا تھا کہ میں نے صرف ''وعلیکم'' کہہ کر ان پر لوٹا دیا تھا۔

قرآن مجید میں ارشاد ہیں: ''ولاتستوی الحسنة ولا السیئة ادفع بالتی ھی احسن فاذا الذی بینک وبینه عداوة کانه ولی حمیم'' اور نیکی اور بدی برابر نہیں ہوسکتی، دور کرو اس سے جو (ان دونوں میں سے) زیادہ اچھا ہو پس وہ شخص جس کے آپ اور آپ کے درمیان دشمنی تھی، پکا دوست بن جائے گا۔

اس آیت کریمہ میں وہ طریقہ سکھایا گیا ہے جس سے ہم اپنے دشمنوں کو بھی دوست بنا سکتے ہیں سخت بات کا جواب سختی سے دینا آسان ہے لیکن خوش خلقی کا تقاضا یہ ہے کہ نرم جواب دیا جائے جس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ دشمن بھی دوستی کا ہاتھ بڑھاتا ہے۔

بعض اوقات خوش کلامی سے وہ مقام حاصل ہوتا ہے جو کتنی بھی دولت خرچ کرنے سے بھی حاصل نہیں ہوسکتا۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے ''**قول معروف ومغفرة خير من صدقة يتبعها اذى**'' اچھا کہنا اور بخشش اس صدقے سے بہتر ہے جس پر احسان جتلایا جائے۔

(4) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو یہ نصیحت فرمائی ''**یامعاذ! احسن خلقک للناس**'' اے معاذ! لوگوں کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آنا اور خوش کلامی یہ خوش اخلاقی کا دوسرا نام ہے۔ ایک اور موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں تم سب سے زیادہ اچھا اس کو سمجھتا ہوں جس کے اخلاق اچھے ہوں۔

(5) ایک حدیث (ترمذی) میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا کہ میرے خلیل! حسن سلوک کرو خواہ کافروں کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو، اس سے تمہیں ابرار کے مقامات حاصل ہوں گے اس لئے کہ یہ میرا فیصلہ ہے کہ جس کے اخلاق اچھے ہوں گے میں اسے اپنے عرش کے سایہ میں اور اپنے حظیرہ مقدسہ میں جگہ دوں گا اور اسے اپنی قربت سے سرفراز کروں گا۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ جہاں بھی رہو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، کوئی گناہ سرزد ہوجائے تو فوراً نیک کام کیا کرو کیونکہ نیکی گناہ کو مٹاوے گی اور تمام انسانوں سے حسن سلوک سے پیش آؤ۔

(6) حضرت جابر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم میں سے مجھ کو سب سے زیادہ عزیز اور روز قیامت نشست کے اعتبار سے سب سے زیادہ قریب وہ لوگ ہوں گے جن کے اخلاق اچھے ہوں گے اور سب سے زیادہ دور وہ لوگ ہوں گے جو تصنع سے باتیں کرتے ہیں اور چرب زبانی سے دوسروں پر غالب آنا چاہتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے حسن اخلاق کی تفسیر اس طرح فرمائی ہے کہ لوگوں کے ساتھ خندہ پیشانی اور خوش کلامی سے پیش آنا، سخاوت اور فیاضی اختیار کرنا اور لوگوں کو اپنے ہاتھوں تکلیف واذیت سے محفوظ رکھنا۔

نبوی ﷺ پیغام.....محبت، نرمی اور رواداری

قوموں کی ترقی صرف مادی طاقتوں کی فراوانی سے نہیں ہوتی بلکہ اس کیلئے اعلیٰ اخلاقی جوہر کی ضرورت ہوتی ہے جن میں سرفہرست خوش کلامی ہے خوش کلامی زبان کا صدقہ ہے۔ مسلمانوں کے ہادی برحق صرف جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی ہے جس کی حیات طیبہ کا ہر ایک پل ہمارے سامنے ہے جنہوں نے ہمیشہ نہ صرف اخلاق حسنہ سے کام لیا بلکہ محبت، نرمی اور رواداری کو اپنا شعار بنائے رکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسوۂ حسنہ ہم سے اس بات کا متقاضی ہے کہ ہم اپنی زندگیوں کو اسی پیکر ہستی کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کریں۔

ایمان اور اخلاق معاشرے کی تمام خرابیوں کو دور کر سکتے ہیں۔ خوش اخلاقی ایک ایسی صفت ہے جس کو دنیا کی کسی بھی قومیت سے تعلق رکھنے والے افراد کے ہاں کامیابی کی کنجی سمجھا جاتا ہے اور اس صفت کے حامل افراد ہمیشہ قدر ومنزلت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔ اس صفت عالی کے حاملین کا سب سے بڑا اعزاز یہ ہے کہ انہیں اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرب حاصل ہوتا ہے اور انہیں آخرت میں بلند ترین مناصب سے نوازا جائے گا۔

(بحوالہ: ماہنامہ الخیر مئی 2008ء۔ ص:22 تا23)

☆......☆......☆

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کیلئے

نام رسالہ: ماہنامہ الخیر ملتان پاکستان
جمادی الاخریٰ 1428ھ۔ جولائی 2007ء
بیاد: استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد جالندھری نور اللہ مرقدہ
جامعہ خیر المدارس، اورنگ زیب روڈ، ملتان، پاکستان

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کیلئے
نیل کے ساحل سے لیکر تابہ خاکِ تاشغر

اللہ کا فضل ہے کہ اس نے ہمیں بیت اللہ جیسی عظیم نعمت عطا فرمائی جو دنیا کے تمام مسلمانوں کا مرکز و محور ہے اور جہاں دنیا بھر کے تمام مسلمان کم از کم سال میں ایک مرتبہ تو ضرور ہی جمع ہوتے ہیں اس میں بھی وحدت امت کا ایک بہترین اشارہ موجود ہے 29 مئی 2007ء کو وہ عظیم الشان ہستی جس کو دنیا کا ہر مسلمان جانتا ہے اور ان کے منصب کو پہچانتا ہے آپ نے یہاں آکر وحدت امت، اتحاد بین المسلمین اور باہمی رواداری کا درس دیا جسے ہر پرنٹ میڈیا، الیکٹرک میڈیا اور سوشل میڈیا سے بھرپور انداز میں شائع کیا گیا اللہ کریم ہر سب کو حرمین طیبین کی پرنور سرزمین کی برکت سے متحد فرمادے۔ جمادی الاخریٰ 1428ھ۔ جولائی 2007ء کے ماہنامہ الخیر میں آمد کعبہ کے عنوان سے مولانا محمد حنیف جالندھری دامت برکاتہم مہتمم جامعہ خیر المدارس اور ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ نے اس باہمی محبت کے پیغام کو اپنے

مخصوص علمی اور قلمی انداز سے شائع کیا اس مضمون کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔ از مرتب!

29 مئی 2007ء کی جھلملاتی، جگمگاتی، مسکراتی عنبریں شام اس اعتبار سے خوش نصیب تھی کہ سرزمین پاک میں حجاز مقدس سے ایک مہمان آیا تھا۔

جو رب کعبہ مہمانوں کو خود بلاتا ہے اس گھر کے افراد بھی اس کے امر سے ہی باہر جاتے ہیں ہم اسے مشیت ایزدی سمجھتے ہیں کہ امام کعبہ شیخ عبدالرحمن السدیس حفظہ اللہ پاکستان تشریف لائے، خانہ خدا سے نسبت بذات خود بہت بڑا اعزاز ہے لیکن جو چیز جناب شیخ حفظہ اللہ کو اپنے ہم عصروں سے منفرد اور ممتاز کرتی ہے وہ ان کا شریعت کا علم ہے، ان کا حلم ہے، استغنا ہے، عالم اسلام سے گہری محبت و یگانگت ہے، تجسس و تحقیق کے سمندر میں غوطہ زن ہو کر حکمت کے موتی نکالنا ہر کس و ناکس کے بس کا روگ نہیں ہوتا۔ فقہ، علم، حدیث، اجتہاد، بین الاقوامی امور پر ان کی گہری نظر ہے۔

اپنے خطبات اور نجی ملاقاتوں میں انہوں نے اتحاد بین المسلمین پر خصوصاً زور دیا ہے۔ امام کعبہ حفظہ اللہ کا نکتہ نظر یہ ہے کہ اس وقت فسق و فجور اور الحاد کی جو گھنگھور گھٹا اٹھی ہے اس نے امت مسلمہ کیلئے کئی خطرات لا کھڑے کیے ہیں۔ دشمنان اسلام اس کی ہمہ گیریت سے خوف زدہ ہیں، کیونکہ اسلام ایک مذہب ہی نہیں دین مبین ہے۔ انسان کے مکمل طور پر بیدار ہونے سے پہلے یہ مذہب حقہ پر کاری ضرب لگانا چاہتے ہیں۔ لہٰذا یہ وقت اپنی صفوں کو درست کرنے کا ہے، اپنی نظریاتی سرحدوں کے دفاع کا ہے، مغربی استعمار کے سامنے سینہ سپر ہو جانے کا ہے۔

فلسفہ حج، وحدت اُمت کا بہترین اشارہ

''فلسفہ حج'' دراصل اسی بات کا عملی اشارہ ہے، یہی وجہ ہے کہ وہاں جب لوگ خدائے بزرگ و برتر کے سامنے سربسجود ہوتے ہیں تو وہاں کوئی تو ایرانی

ترک نہیں ہوتا، ایرانی پرشین نہیں ہوتا، ہیمیٹک بربر نہیں ہوتا، سیمیٹک عرب نہیں ہوتا، سب مسلمان ہوتے ہیں۔ ایک امت جس کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی فراست سے اسلامی وحدت کی لڑی میں پرو دیا تھا۔ ایک ہی کتاب کا ورد ہوتا ہے، ایک ہی رب کو پکارا جاتا ہے، ایک ہی حکم کی تعمیل ہورہی ہوتی ہے، وہ ایک لفظ جو چودہ سو سال قبل دہن مبارک سے نکلا تھا اربوں کے خون میں رس گھل رہا ہے، حرز جاں بن گیا ہے۔ ''لبیک ، اللھم لبیک'' بھانت بھانت کی بولیاں بولنے والے اس کے سحر میں گرفتار ہیں، روح معانی سے سرشار ہوتے ہیں۔ وہ ایک لفظ جو گلے سے نہیں دل کے ہر گوشے سے نکلتا ہے وجود کے رُوں رُوں سے پھوٹتا ہے۔ جو حاصل زندگی ہے ، مرکز تمنا ہے۔ اس قدر عظیم اجتماع، اتنا خشوع وخضوع، اتنا انہماک، تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔۔۔۔۔

امام کعبہ کیلئے ہر مکتبہ فکر کا استقبال

امام کعبہ کے کلمات جہاں امت مسلمہ کے قلب ونظر کو گرما گئے وہاں ''اتحاد امت'' کے سلسلے میں بھی مثبت پیش قدمی کی توقع پیدا ہوئی۔ سفر کتنا ہی طویل کیوں نہ ہو صحیح سمت کی جانب پہلا قدم اٹھنا ضروری ہے۔ اختلاف وانتشار ایک ایسی آکاس بیل ہے جو جب کسی ہرے بھرے درخت کو اپنے زرد شکنجوں میں جکڑ لیتی ہے، تو وہ ٹنڈ منڈ ہوجاتا ہے۔ یہ ایک ایسا سریع الاثر زہر ہے جو معاشرے کے رگ وپے میں سرایت کرجائے تو وہ پنپ نہیں سکتا۔ امام کعبہ کو ملنے ہر مکتبہ فکر کے علماء آئے۔ انہوں نے سب کو بھائی چارے، صبر وتحمل اور مذہبی رواداری کی تلقین کی، سب نے ان سے اتفاق کیا۔ (ماہنامہ الخیر۔ جولائی 2007ء۔ ص:15 تا 19)

☆......☆......☆

بارگاہ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مذہبی رواداری کی اعلیٰ مثال

نام رسالہ: ماہنامہ الخیر ملتان پاکستان
جمادی الاخریٰ 1432ھ۔ مارچ 2011ء

بیاد: استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد جالندھری نور اللہ مرقدہ
جامعہ خیر المدارس، اورنگ زیب روڈ، ملتان، پاکستان
مذہبی رواداری کے نام سے علماء و مشائخ کونشن، 18 جنوری
2010ء اسلام آباد میں وفاقی وزارت مذہبی امور حکومت
پاکستان کے زیر اہتمام منعقد ہوئی جس سے حضرت مولانا محمد
حنیف جالندھری صاحب ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ
پاکستان نے تفصیلی خطاب کیا اس خطاب کا خلاصہ پیش خدمت
ہے اللہ کریم آپ کی کوششوں کو قبول فرمائے۔ آمین! از مرتب

''بین المذاہب'' مفاہمت کی ایک صورت یہ ہے کہ ہر شخص اور ہر طبقہ اپنے اپنے عقیدہ پر قائم رہتے ہوئے اس پر عمل کرے مگر دوسروں کا وجود تسلیم کر کے ان کا احترام ملحوظ رکھے اور باہمی احترام اور مفاہمت کی فضاء قائم کی جائے۔

جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سلسلہ میں جو ہدایات دی ہیں اور جس طرح دور نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلافت راشدہ کے دور میں مسلمانوں اور اسلام کی راہ میں مزاحمت نہ کرنے والے غیر مسلموں کے درمیان جس طرح تعلقات رہے ہیں اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم نے اسلامی ریاست میں رہنے والے غیر مسلموں کے حقوق و مفادات کا جس طرح تحفظ کیا ہے وہ تاریخ کا ایک روشن باب ہے جبکہ بنو عباس، بنو امیہ، بنو عثمان اور اندلس کی مسلمان حکومت کے زمانے میں غیر مسلم جس امن کے ماحول میں اسلامی ریاست میں زندگی بسر کرتے رہے ہیں اسے

اس رواداری اور برداشت کی مثال کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔

وطن عزیز اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور و قانون اور معاشرتی رویہ میں غیر مسلموں کیلئے رواداری اور مفاہمت کا جو ماحول پایا جاتا ہے اس کا بھی جائزہ لینے کی ضرورت ہے اس لئے کہ پاکستان میں رہنے والی اقلیتوں کو تمام وہ حقوق حاصل ہیں جو بنیادی اور شہری حقوق میں شمار ہوتے ہیں لیکن دو تین معاملات میں ایسے ہیں جن میں تحفظات پائے جاتے ہیں اور بین المذاہب مفاہمت کے فروغ کی کوشش میں ان کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

مثلاً ''دستور پاکستان'' ملک کی مسلم اکثریت اور اقلیتوں کے درمیان ''معاہدہ'' کی حیثیت رکھتا ہے جو سب کے اتفاق سے منظور اور نافذ ہوا ہے۔ اگر سب لوگ اس دستور کے مطابق چلیں تو کوئی مسئلہ کھڑا نہیں ہوگا لیکن جب اس دستور کو یا اس کے اسلامی تشخص کو چیلنج کیا جاتا ہے تو شکایات پیدا ہوتی ہیں اور مسلمان اکثریت کیلئے یہ بات قابل قبول نہیں ہوتی کہ پاکستان کی اسلامی بنیادوں اور دستور کے اسلامی تشخص کی نفی کی جائے۔ دوسرے نمبر پر حقوق کے نام پر جب کچھ عناصر پاکستان کے اسلامی تشخص کے خلاف عالمی استعمار کی یلغار اور مہم کا حصہ بنتے ہیں تو اس سے اشتعال پیدا ہوتا ہے۔ مثلاً ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تحفظ کا قانون دیکھ لیجئے۔ جب اسے مکمل طور پر ختم کرنے کی بات کی جاتی ہے تو یہ عالمی سیکولرازم کے اس ایجنڈے کی تائید ہوتی ہے جس پر وہ پاکستان کے اسلامی تشخص کو ختم کرنے کیلئے عمل کر رہا ہے اس قانون کے مبینہ طور پر غلط استعمال کو روکنے کی بات اس سے مختلف ہے اور سرے سے قانون کو ختم کر دینے کی بات قطعی طور پر اس سے الگ ہے۔

انبیاء کرام علیہم السلام کی توہین تمام مذاہب میں سنگین جرائم کی فہرست میں آتی ہے اور اس پر موت کی سزا بائبل میں بھی مذکور ہے، اس لئے جب اسے قانون سے بالکل ختم کرنے کا مطالبہ ہوتا ہے تو اس سے کسی مذہب کی نمائندگی نہیں ہوتی بلکہ

مذہب کی نفی کرنے والے عالمی سیکولرازم کی تائید وتقویت ہوتی ہے جس سے مسلمانوں کو شدید اختلاف ہے۔

اسی طرح قادیانیت کا مسئلہ ہے کہ قادیانی گروہ سرے سے پاکستان کے دستور کو تسلیم نہیں کر رہا اور منتخب پارلیمنٹ کے متفقہ دستوری فیصلہ کو مسترد کر رہا ہے اسی لئے جب مذہبی آزادی کے نام پر قادیانیوں کے اس غیر دستوری اور غیر جمہوری رویے کی تائید کی جاتی ہے اور انہیں سپورٹ کیا جاتا ہے تو اس سے مسلم اکثریت کے جذبات کا مشتعل ہونا فطری بات ہے۔

حضرات محترم! میرا ان گزارشات سے مقصد یہ ہے کہ بین المذاہب مفاہمت کے فروغ اور مکالمہ بین المذاہب کیلئے جب ہم بات کرتے ہیں تو اس کے اہداف ہمارے سامنے ہونے چاہئیں اور ابہام کی فضاء میں مذہبی شدت پسندی کا عنوان دے کر مذہبی حلقوں کو خواہ مخواہ ہدف تنقید بنا کر ہمیں کنفیوژن میں اضافہ نہیں کرنا چاہیے۔ گول مول باتوں اور ابہام کی فضا سے کنفیوژن بڑھتا ہے اور مسائل حل ہونے کی بجائے مزید الجھ کر رہ جاتے ہیں۔

’’اسلامی جمہوریہ پاکستان‘‘ میں بین المذاہب مفاہمت کا سب سے بڑا نکتہ یہ ہے کہ ہم سب اس دستور کا احترام اور اسکی حدود کی پابندی کریں جو ہمارے درمیان سوشل کنٹریکٹ کی حیثیت رکھتا ہے اور ہم سب نے اس کی وفاداری کا عہد کر رکھا ہے۔

دوسرے نمبر پر یہ ضروری ہے کہ باہمی شکایات ومشکلات کا حل ہمیں اپنے ملک کے اندر اور دستور کے دائرہ میں تلاش کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اور اس کیلئے پاکستان کے بارے میں مخصوص منفی ایجنڈا رکھنے والے عالمی استعمار کو ملکی معاملات میں دخل اندازی کا موقع دینے سے گریز کرنا چاہیے کہ یہ ملکی مفاد کے خلاف ہونے کے ساتھ ساتھ مسائل ومشکلات کے حل کیلئے بھی کسی صورت میں فائدہ مند نہیں ہے۔

تیسرے نمبر پر یہ ضروری ہے کہ مختلف مذاہب کے مذہبی رہنماؤں کے درمیان وقتاً

فوقتاً مل بیٹھنے اور مشترکہ مسائل اور مشکلات وشکایات پر غور کرنے اور باہمی مشاورت واعتماد کے ساتھ ان کا حل تلاش کرنے کا کوئی ایسا نظام ضروری ہے جو نارمل حالات میں بھی قائم رہے اور ملاقاتوں اور تبادلہ خیالات کا سلسلہ اس کے ذریعہ جاری ہے۔

اللہ کرے کہ یہ اجتماع ہمارے ان مشترکہ مقاصد کے حصول کیلئے مفید ثابت ہو۔ آمین یارب العالمین! (بحوالہ: ماہنامہ الخیر جولائی 2007ء۔ص:23 تا 26)

☆......☆......☆

ہم کس نیت سے ائمہ مجتہدین کے پیرو ہیں؟

نام رسالہ: ماہنامہ الخیر ملتان پاکستان
جمادی الاخریٰ 1413ھ۔جون 1993ء
بیاد: استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد جالندھری نور اللہ مرقدہ
جامعہ خیر المدارس، اورنگ زیب روڈ، ملتان، پاکستان

مفکر اسلام علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب دامت برکاتہم ایک علمی شخصیت ہیں بلکہ علم کا ایک سمندر ہیں اسلامک اکیڈمی مانچسٹر کے ڈائریکٹر ہیں آپ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی شان میں توازن اور اعتدال کا سبق دیتے ہوئے کچھ خدشات کا ازالہ فرما رہے ہیں اللہ آپ کی مساعی جمیلہ کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔

واضح ہو کہ ہم لوگ حضرت سراج الامۃ امام الائمہ امام اعظم ابو حنیفہ کوفی رحمہ اللہ رحمۃً، واسعۃً کے پیرو اور مقلد ہیں، ہمارا اعتقاد ہے کہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کتاب اللہ، قرآن مجید اور احادیث نبویہ علیٰ صاجہا افضل السلام واز کی التحیۃ کے اعلیٰ درجے کے عالم اور علوم دینیہ کے اول درجے کے ماہر تھے۔ انہوں نے قرآن پاک اور احادیث سے جو احکام فقیہ نکال کر فقہ کو مدون کیا ہے وہ صحیح معنوں میں قرآن پاک

اور احادیث کا عطر ہے۔ خدا تعالیٰ نے اپنی رحمت کاملہ کے لازوال خزانوں سے فقہ فی الدین کا بیش قدر ذخیرہ انہیں عطا فرمایا تھا اور تفقہ فی الدین میں ان کی رفعت شان نہ صرف احناف بلکہ علمائے مذاہب اربعہ کے نزدیک مسلم ہے اس لئے ان کے بتائے ہوئے اور نکالے ہوئے احکام پر عمل کرنا بعینہٖ قرآن و حدیث پر عمل کرنا ہے۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ ہمارا یہ خیال و عقیدہ ہر گز نہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ منصب تشریع احکام حاصل ہے، یعنی احکام شرعیہ محض اپنے قیاس و رائے سے وہ بنا سکتے ہیں یا بناتے تھے یا ان کے احکام بہر صورت واجب التعمیل ہیں، خواہ وہ قرآن و حدیث کے خلاف ہی کیوں نہ ہوں، ہم انہیں معصوم نہیں سمجھتے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے برابر نہیں سمجھتے پھر نعوذ باللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر سمجھنا تو کجا، وہ صرف ایک امتی تھے بشر تھے۔ لوازم بشریت، خطا و نسیان سے بھی مبرا و منزہ نہ تھے مگر ہاں عالم تھے اور بہت بڑے عالم تھے فقیہ تھے اور کامل فقیہ تھے، مجتہد تھے اور مسلم مجتہد تھے مبداء فیاض نے زیور علم و تفقہ تقویٰ و پرہیز گاری سے آراستہ کرنے کیساتھ ہی انہیں شرف تابعیت بھی عطا فرمایا تھا اور خیر القرون میں ہونے کی بزرگی عطا فرمائی تھی۔ باوجود اس علم و اعتقاد کے وہ ایک انسان تھے، اور ان سے غلطی اور خطاء ممکن،،،،،

ہمارا یہ اعتقاد بھی ہے کہ ہر کس و ناکس کو یہ مرتبہ اور حق حاصل نہیں کہ ان کے اقوال میں سے کسی قول کو بے اصل یا بے دلیل بتائے یا ان کے کسی قول کو خلاف حدیث ہونے کا الزام لگا کر چھوڑ دے، ہمارے مبلغ علم ہی کیا ہیں کہ ہم احادیث کے ناسخ و منسوخ، مقدم و موخر، ماؤل و مفسر اور محکم کو معلوم کر سکیں اور حدیث کی چند کتابیں یا چند رسالے پڑھ کر ایک ایسے مسلم مجتہد کے اقوال کی تغلیط اور اسکے تخطیہ پر آمادہ ہو جائیں۔

بزرگان سلف میں سے جو لوگ علوم دینیہ میں کامل دستگاہ رکھتے تھے اور قدرت

نے انہیں خزانہ علوم سے پورا حصہ عطا فرمایا تھا انہوں نے امام اعظم کے اقوال اور مسائل کو نظر تدقیق و تحقیق سے دیکھا اور جانچا۔ مخالفین کے اعتراضات کی جانچ پڑتال کی اور امام صاحب کے اقوال کے ماخذ نکال کر دکھائے اور ان کے اقوال کو مدلل کر دکھایا۔ ہاں معدودے چند بعض مسائل ایسے بھی ملے کہ ان میں امام صاحب کے قول کے ماخذ پر انہیں بھی پوری اطلاع نہ ملی اور امام ابو یوسف یا امام محمد رحمہم اللہ کے اقوال کو انہوں نے اس مسئلہ میں اپنے علم اور خیال کے موافق راجح بتایا تو متاخرین حنفیہ نے بلاتردد ایسے مسائل میں امام صاحب کے قول کو چھوڑ کر ان علمائے اعلام کے قول کے موافق امام ابو یوسف یا امام محمد رحمہم اللہ وغیرہما کے اقوال کو معمول بنالیا۔ فقہ حنفی میں بہت سے مواقع ایسے ہیں کہ ان میں امام صاحب کے قول پر فتویٰ نہیں ہے بلکہ صاحبین وغیرہما کے اقوال مفتی بہا ہیں اور یہ صاف اس امر کی دلیل ہے کہ ہم خدانخواستہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو بالذات واجب الاطاعت نہیں سمجھتے بلکہ ان کا اتباع اور تقلید صرف اسی حیثیت سے کرتے ہیں کہ وہ ہم کو کتاب اللہ تعالیٰ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صراط مستقیم پر چلانے والے ہیں اور شاہراہ سنت پر ہمارے رہبر ہیں اگر کسی موقع پر علمائے متبحرین کاملین کے ارشاد سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال کا ماخذ ہمیں معلوم نہیں ہوتا اور صاحبین وغیرہما کا قول بظاہر زیادہ اوفق بالکتاب والسنۃ ہوتا ہے تو ہم وہاں امام صاحب کے قول پر اصرار نہیں کرتے بلکہ صاحبین وغیرہما کے قول پر عمل کر لیتے ہیں کیونکہ مقصود اصلی اتباع خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

مگر اس کے ساتھ یہ بھی واضح رہے کہ جو مسائل امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ میں مختلف فیہا تھے اور اس میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قوت اجتہادیہ نے ایک طرح یہ فیصلہ کیا اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی قوت اجتہادیہ نے دوسری طرح فیصلہ کیا اور یہ

بھی ہمیں معلوم ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے جن احادیث کی بناء پر یہ حکم دیا ہے وہ حدیثیں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچیں مگر پھر بھی امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا وہ مطلب نہیں سمجھا اور نہ ان کے نزدیک وہ اس کے حکم کے اثبات کیلئے کافی ہوئیں جو حکم امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی بموجب دیا ہے تو ایسے مسائل میں ہمارے یعنی حنفیہ کے ذمے لازم ہے کہ اپنے امام پر اعتماد کریں اور اسی کی بات کو اوفق بالکتاب والسنۃ سمجھیں اور اسی پر عمل کریں۔

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ایک (اہل حدیث) عالم سے میری گفتگو ہوئی میں نے کہا کہ اتباع کا مدار عام دلائل نہیں حسن ظن ہے چنانچہ آپ کو ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اور ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ پر اعتماد ہے حسن ظن ہے، یہ سمجھتے ہو کہ وہ جو کہتے ہیں قرآن وحدیث ہی سے کہتے ہیں اس لئے ان کے اقوال کے بعد دلائل کا بھی انتظار نہیں کرتے حالانکہ میں دکھلا سکتا ہوں کہ وہ دھڑا دھڑ فتوے لگاتے چلے جاتے ہیں لکھتے چلے جاتے ہیں اور دور تک کہیں آیت وحدیث کا پتہ نہیں نہ کوئی دلیل ہے اپنے دعویٰ کے اثبات میں اور اس سے بڑھ کر تماشہ یہ ہے کہ بعض جگہ خصم کے دلائل نقل کرتے ہیں اور بدون ان دلائل کے جواب دیئے ہوئے اس میں اختلاف کرتے ہیں خود اپنے دعوے کی دلیل بیان نہیں کرتے سو اس طرح ہم کو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر اعتماد اور حسن ظن ہے ہم بھی یہی سمجھتے ہیں کہ وہ جو کہتے ہیں قرآن وحدیث سے کہتے ہیں اس لئے دلائل تفصیلیہ کا انتظار نہیں کرتے، اب بتلایئے کہ اس میں اور اس میں کیا فرق ہے۔ کہنے لگے کہ بالکل صحیح ہے۔ (الافاضات الیومیہ جلد 7 ص:53)

(بحوالہ: ماہنامہ الخیر جون 1993ء۔ ص:18 تا 20)

☆......☆......☆